

ہوئے، (ان کے خیال کے مطابق اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے) اور ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لئے ہوئے اوامر و نواہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔
 اللہ تعالیٰ کو فرمان بردار (مطیع) کہنا بھی جائز نہیں، نہ اس کو عورتوں کو حاملہ کرنے والا کہنا جائز ہے، اللہ کی حد انتہا نہیں گئے وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ پہلے ہے نہ بعد میں، جہات ستم (چھ طرفوں) سے اس کے لئے کوئی طرف نہیں اس کی ذات میں سچائی (کیسی اور کیونکر) کو دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفیتیں نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مستوی عرش ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے، وہ کیف (کیسا) اور کم (کیتنا) دونوں

صفات سے پاک ہے۔
 اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں علم کا اختلاف ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ حضرت منیر بن شعبہ سے مروی اس حدیث کو سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا لَا شَخْصَ أَغْنِيَنَّ مِنَ اللَّهِ وَلَا شَخْصَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَاذِ بِمَنِ اللَّهِ۔ اللہ کے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔
 عدم جواز کے حامی کہتے ہیں کہ حدیث میں خدا کے لئے شخص کی تصریح نہیں ہے احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں لَا أَحَدٌ اغْنِيَنَّ مِنَ اللَّهِ (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے) بلاشبہ بعض حدیث میں لَا أَحَدٌ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔
 (مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن، انس، فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ کو فاضل، آزاد (عقیق، فقیہ، فہیم، فطین، ذریک، محقق، عاقل، موثر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا) طیب کہنا جائز نہیں بعض کے نزدیک طیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (برائے زمانے کا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ عادی عادی کی طرف منسوب ہے اور قوم عادی قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت والا) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ طاقت والا نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے، اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ حافظ ہے، اس کو کسی کا مرتکب (مباشرہ) بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا وصف مکتسب ہو سکتا ہے اس لئے کہ مکتسب اس کو کہتے ہیں جو قدرت مجددہ کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو ایجاد کرے (یعنی کب پیدا کر دہ مخلوق کی قدرت سے حادث ہے) اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر عدم کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس کے وجود کے لئے ابتداء نہیں ہے۔

ابن کلاب نے اس کے برخلاف کہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صفت قدم کے ساتھ اور وہ باقی ہے کبھی فنا نہیں ہوا، وہ عالم ہے تمام معلومات غیر متناہیہ کا اور وہ قادر ہے تمام غیر متناہیہ مقدرات کا۔ معزز اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سب صفیتیں انتہا پذیر ہیں (غیر متناہی نہیں ہیں)

وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے متصف کرنا جائز ہے۔ صفت فرح، ضحک، غضب، سخط، رضا اور اس سلسلہ میں

ہم (تفصیل سے پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ تعالیٰ کو موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَرَجَدَ
 اللہُ عِنْدَهُ“ اور خدا کو اپنے پاس ہی موجود پایا اس کو شئی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”قُلْ
 اِنِّیْ شَیْءٌ اَنْکَبَرُ شَهَادَةً قُلْ اللہُ (لو جیسے سب بڑھ کر شہادت دینے والی کون سی چیز ہے، خود ہی بتا دیجئے وہ اللہ ہے)
 اللہ کے لئے نفس، ذات، عین، انھم کا ثبوت بھی جائز ہے بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے، اللہ کی
 صفت کا بن بغیر تعین حد کے بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَكَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا“ دوسری جگہ فرمایا
 ”وَكَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَنِیْبًا“ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو قیوم، باقی اور مُسْتَطِیْع کہا جائے۔ اس کو عارف، ممتین،
 ذائق، دتاری، داری (درایت والا) کہا جائے اس لئے کہ یہ تمام صفات بمعنی عالم راجع ہیں اور اس کی ممانعت نہ شرع میں
 وارد ہے اور لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا قول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا اَذِیْرُیْ وَ اَنْتَ الدَّارِیْ (الہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو رائفہ (دیکھنے والا) بھی کہہ سکتے ہیں اس کے معنی بھی عالم کے ہیں اور جائز ہے کہ اس کو اپنی خلق اور اپنے
 بندوں سے مطلع ہے موصون کہیں کیونکہ اس کے معنی بھی عالم کے ہیں یہی حکم واجب الیائے والا) کا ہے بمعنی عالم، اللہ کو جمیل
 (خوبصورت) کہنا بھی صحیح اور درست ہے اور مجمل سے متصف کرنا بھی صحیح ہے۔ اللہ کو دَیَّان (بندوں کے اعمال کی جزا و سزا
 دینے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کے معنی ہیں حساب ایک مشہور مقولہ ہے کہ تَدِیْنُ تَنْ اَنْ (جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ دیا
 جائے گا) مِلْکُ یَوْمِ الدِّیْنِ حساب کے دن کا مالک۔ دیان اِنْ معنی میں آسکتا ہے یعنی اپنے بندوں کے لئے شریعت اور
 عبادت مقرر کرنے والا اور اس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور اسے اپنے بندوں پر فرض کرتا ہے اس کے بعد حق تعالیٰ اَنْ
 بندوں کا بدلہ دے گا جو اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مُقَدِّر (اندازہ کرنے والا) ہے کریں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا کُلُّ شَیْءٍ خَلَقْنَا کَ
 یَقْدِرُ (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا) وَقَدَّرَ رَفْعُیْ (اور خدا نے اندازہ کیا اور ہدایت دی) اور خبر دینے کے
 معنی میں فرمایا اِلَّا اَمْرَاتُہٗ قَدَّرْنَا اِنھَا یَمْنُ الْعَا بَرِیْنِ (ہم نے کوٹ کو خبر دی کہ مرن اس کی عورت یعنی بیوی
 اس کے اہل کے سوا عذاب کے لئے بھیجے کہ جانے والوں میں سے ہے) لَقْدِیر کے معنی گمان غاب یا شک کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی
 ذات اس سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا درست ہے یعنی اشیا کا دیکھنے والا اور ان کا جاننے والا، ناظر کے معنی غور کرنے والا اور سوچنے
 والا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا اس سے برتری اور منزہ ہے اس کو شفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا اور
 لطف و کرم کرنے والا، اللہ کا شفیق ہونا ڈرنے اور ممکن ہونے والے کے معنی میں نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کو رفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رفق و مہربانی کرنے والا، ان معنی میں نہیں یعنی امور میں جماد پیدا کرنے
 والا، چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور قناح سے محفوظ رہنے والا، ان معنی کے اعتبار سے لفظ رفیق سے اس کو محض
 نہیں کیا جاسکتا۔

﴿ اللہ تعالیٰ کو سخی، کریم اور جواد کہنا بھی درست ہے، ان سب الفاظ کے معنی ہیں مخلوق پر فضل و احسان اور کرم کرنے والا، اور لعنت میں جو سخاوت کے معنی نرمی کے آئے ہیں جس طرح کہتے ہیں اَرْضٌ سَخِيَّةٌ نرم زمین، قَرِطَاسٌ سَخِيٌّ نرم کاغذ ان معنی کا اللہ پر اطلاق درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اَسْرَءُ حکم دینے والا نا بھی ممانعت کرنے والا، مَبِيحٌ جائز بنا دینے والا، مُسَيِّدٌ بندش کرنے والا، مُجَلِّلٌ حلال کرنے والا، مُحَرِّمٌ حرام کرنے والا، فَادِضٌ فرض کرنے والا، مُلْزِمٌ لازم کرنے والا، مُرْشِدٌ سیدھا راستہ دکھانے والا، قَاضِيٌ اور حاکم کہنا جائز اور درست ہے۔ ﴾

﴿ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دَاعِيٌ جزا کا وعدہ کرنے والا، مُتَوَاعِدٌ سزا سے ڈرانے والا، مُخَوِّتٌ خوف دلانے والا، مُخَذِّرٌ عذاب سے ڈرانے والا، ذَا قَمٍّ مذمت کرنے والا، مَافِيحٌ کسی کی تعریف کرنے والا، مُخَاطَبٌ خطاب کرنے والا، مُتَكَلِّمٌ بات کرنے والا، یعنی صفت کلام سے متصف ہونا اور قَائِلٌ کہنے والا، سے متصف کرنا جائز نہیں ہے۔ ﴾

﴿ اس کو مُعْذِمٌ سے متصف کرنا اس معنی میں جائز نہیں کہ اس نے موجود نہیں کیا اور اس نے معدوم نہیں کیا اور اس معنی میں کہ جس چیز کو اس نے موجود کیا اس سے وجود میں آنے کے بعد بقا کو جدا کرنے اور اسے ناپید کرنے درست اور صحیح ہے، اسی طرح جائز ہے کہ اس کو فَاعِلٌ کے ساتھ متصف کریں یا اس معنی کہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور پیدا کر نیوالا اور اپنی قدرت سے اس کو بنا دینے والا ہے، فاعل کے معنی کا سب کے نہیں ہیں کسب کو اجسام کے ملنے (فاعل و منفعل) اور باہمی تماس کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے۔ ﴾

﴿ اللہ تعالیٰ کو جَاعِلٌ یعنی فاعل کہنا درست ہے، یعنی اپنے فعل کو کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتَيْنِ (ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا) جَعَلَ حکم کے معنی میں بھی آیا ہے ایک آیت میں ہے۔ وَجَعَلْنَا قُلُوبَنَا غُرُورًا وَأَنَّا نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح فاعل کہا جاتا ہے اسی طرح واقعی طور پر اس کو تارک بھی کہا جاسکتا ہے یعنی اپنی قدرت شاملہ دُعا ملہ کے تحت فعل اول کے بجائے کوئی ایسا دوسرا فعل کرنے والا جو فعل اول کی ضد ہو۔ تارک کے معنی یہ نہیں کہ وہ اپنے نفس کو کسی فعل کے دعائی و اسباب سے روکنا اور باز رکھتا ہے۔ فعل کی طرح ترک بھی اللہ تعالیٰ کی مثبت صفت ہے منفی وصف نہیں ہے، انسان کے لئے ترک کی صفت عدی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجودی۔ اللہ تعالیٰ کو مُوجِدٌ بمعنی خالق اور مُكَوِّنٌ بمعنی موجد کہنا بھی جائز ہے۔ اس کو مُثَبِّتٌ بمعنی برقرار رکھنے والا، چیزوں کو ثبات و بقا عطا کرنے والا کہنا بھی جائز ہے، ایک آیت میں ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۝ اٰلِ اِيْمَانٍ كُو اللہ تعالیٰ سچی بات پر ثبات قدم رکھے گا۔
اَللّٰهُ جَسَیْزٌ كُو جَسَیْزٌ مَبَادِیْہِہٖہٗ اور جس چیز کو چاہتا ہے
بَرَقَرَرٌ رَکھتا ہے، اَمَّ الْکِتَابِ اَسٰی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عَامِلٌ اور صَارِعٌ بمعنی خالق کہنا بھی درست ہے، اللہ تعالیٰ کو مُصْنِعٌ کہنا درست ہے یعنی اس کے افعال اس کے ارادے اور مقصد کے مطابق ہوتے ہیں ان میں کوئی کمی و بیشی یا تفاوت نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام

افعال کی حقائق اور کیفیات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مُصِیْب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی حاکم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، ہاں بندے پر اس لفظ کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا فرمانبردار اس کے حکم پر کاربند اور اس کی ممانعت کے باعث کسی کام سے باز رہنے والا ہے، کسی سردار یا حاکم بالا دست کا مطیع ہونے کے باعث بندہ کو مصیبت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صَوًّا بمعنی حق و صحیح کہنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثَبِّت (ثواب دینے والا) اور مُنْعِم (نعمت دینے والا) کہنا بھی درست ہے یعنی جس شخص کو وہ ثواب دیتا ہے اس کو انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مُعَاقِب اور مُجَازِی (سزا اور جزا دینے والا) کہنا درست ہے یعنی وہ نافرمان کو ذلیل کرتا ہے اور اس کی معصیت کے مطابق اس کو دکھ دیتا ہے اس کو قَدِیْمُ الْأَحْکَامِ کہنا بھی درست ہے یعنی تخلیق اور عطا و نفع اس کی قدیمی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ۔ اللہ تعالیٰ کو ذلیل، کہنا بھی درست ہے۔ حضرت امام احمد سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے کچھ توشہ دعا مرحمت فرمائیے میں طرطوس جا رہا ہوں، امام نے فرمایا اس طرح کہو: اے خیرانوں کے راہنما رد لیں، مجھے اہل صدق کا راستہ دکھا دے اور اپنے صالح بندوں میں سے کر دے۔

اللہ تعالیٰ کو طَبِیْب کہنا بھی درست ہے۔ ابو رستم یحییٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے نشانہ مبارک پر سکیب (صدف) کی طرح کوئی چیز دیکھی، میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا طیب ہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

ابو السفیر کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ طبعی ہوئے، کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم آپ کے لئے طیب کو بلا لیں آپ نے ارشاد فرمایا طیب مجھے دیکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا پھر طیب نے کیا کہا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا اس نے کہا جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں، حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گناہوں کی، لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا جنت، لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طیب کو بلا لیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

اس فصل میں ہم نے ان اسماء کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے، اس سے قبل ہم اللہ تعالیٰ کے غنائے اسماء حسنی بیان کر چکے ہیں، ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو دعا میں پکارنا زیادہ مناسب ہے، ان اسمائے وصفی کے ساتھ بھی جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے مگر دعا میں یا سَاجِدُ یا مُسْتَحْفِیُّ یا مَکِیْنُ یا خَادِعُ یا مُغِیْضُ یا غَضِیْبَانُ یا مُنْتَقِمُ یا صَافِرُ یا مُعِیْذُ یا مُفْلِحُ کہہ کر پکارنا منع ہے اگرچہ مجرموں کے جرم کی پاداش اور سزا دینے کے لحاظ سے، اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح اور درست ہے۔

لے یا ذلیل حاضری دلتی علی الطريق الصمد قین داجعینی من عبادک الصالحین ۵

ہو کر آپ کو خبر دی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں کو خلیفہ کی ضرورت ہے اور اس وقت آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہماری نظر میں کوئی اور نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے خلیفہ بنانے کا خیال ترک کر دو میں امیر ہونے سے بہتر تمنا ہے لئے وزیر ہوں، لوگوں نے جواب دیا: خدا کی قسم آپ سے زیادہ حق دار خلافت کا ہم اور کسی کو نہیں جانتے، فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو میری بیعت پوشیدہ طور پر نہیں ہوگی میں مسجد میں جاتا ہوں جو میری بیعت کرنا چاہے وہاں آکر میری بیعت کرے یہ فرما کر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ پس آپ شہادت کے وقت تک امام برحق تھے، خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے، اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہتے ہیں کہ (حضرت) علیؓ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آپ کی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ سے جنگ ہوئی تو امام احمد نے اس سلسلہ میں صراحت فرمائی ہے کہ اس معاملہ میں بلکہ ان تمام جھگڑوں، اختلافات اور نزاعات کے بارے میں خاموش رہا جائے جو صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوئے کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے باہمی تنازعات کو دور کر دے گا ارشاد ربانی ہے: **وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ** ان کے دلوں میں جو باہمی رنجش ہوئی، ہم اس کو دور کر دیں گے **مِنْ عَيْنٍ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرٍّ مُّتَقَابِلِينَ** اور وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے،

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اہل حل و عقد (مدینہ) نے حضرت علیؓ کی خلافت پر اتفاق کر لیا تھا اس لئے آپ کو خود اپنی خلافت کے صحیح ہونے کا یقین تھا اور مخالفین سے جنگ کرنے میں وہ حق پر تھے اس لئے کہ جو بھی اطاعت امیر سے باہر ہو اور کڑائی کا جھنڈا بلند کیا وہ باغی ہو گیا اور باغی سے جنگ کرنا جائز تھا، رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لئے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے حمل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لئے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے وہ سب بے برطانہ حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گماہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صفات رکھیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہو کر امر خلافت حضرت امیر معاویہؓ کو سونپنے کے بعد ثابت صحیح ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان صحیح ثابت ہو گیا جس میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کر دے گا، امام حسنؓ کے صلح کرنے سے امیر معاویہ کی خلافت واجب ہو گئی، اس سال کا نام سن جماعت اس لئے رکھا گیا کہ مسلمانوں کا اختلاف ختم ہو گیا۔ اور سب نے امیر معاویہ سے رجوع کر لیا اور کوئی تیسرا مدعی خلافت باقی نہیں رہا۔

امیر معاویہؓ کی خلافت کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ۳۵-۳۶ سال اسلام کی چکی گھومتی، چکی سے مراد دین کی قوت ہے، بیس سال سے اوپر کی جو پنچ سالہ مدت ہے

وہ امیر معاویہ کی مدت خلافت میں آتی ہے (یہ خلافت ۳۰ سال چند ماہ باقی رہی) ۴۰ سال تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورے ہو گئے تھے (خلافت راشدہ کی مدت ۴۰ سال ہے)۔

أَهْمَاتُ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ رَأَيْلُ بَيْتِ سُلَيْمٍ

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازداج مطہرات کے ساتھ حُسن ظن رکھنے ہیں اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ سب اہمات المؤمنین (مسلمانوں کی مائیں) ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تمام دنیا کی عورتوں سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کے ذریعہ (جس کی ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے) ہمت تراشوں کے قول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کا اظہار فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (اللہ ان سے اور ان کے شوہر اور ان کی اولاد سے راضی ہو) بھی سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ جس طرح آپ کے والد ماجد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت واجب ہے اسی طرح آپ کی محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز سے اس کو کٹ جائے گا

تمام صحابہ کرامؓ وہ قرآن دئے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں فرمایا ہے اور ان کی تعریف عظمت صحابہ کرام کی ہے، یہی جہا جبرین و انصار ہیں۔ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، ان کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ بَيْتِهِ زَيْطًا وَ
تَاتِلَ أَوْ لَبَنًا أَعْطَمَ دَرَجَاتٍ مِنَ الَّذِينَ
أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَ تَاتَلُوا وَ كَلًّا وَ عَدَّ
اللَّهُ الْحَسَنَى

ایک اور آیت میں فرمایا ہے:-
وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيُخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:-
فَالَّذِينَ آمَنُوا أَشِدُّ أَوْ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنْ

تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اُن سے اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین پر اسی طرح خلیفہ بنایا جائے گا جیسا کہ پہلے کے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے اس دین کو مضبوط کر دیا جو اللہ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور خوف کے بعد ملے میں ان کو امن عطا کر دے گا

رسول اللہ کے صحاب وہ کافروں پر (دینی امور میں) بہت سخت اور آپس میں نرمی کا سلوک کرنے والے ہیں، تم ان کو رُکوع اور سجدہ

رہنے والے دیکھو گے وہ اس سے اس کے فضل کے (ہر وقت) خواہاں
ہیں اور اس کی رضا کے خواستگار ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر....
سجدوں کے نشان ہیں۔

اللَّهُ وَرَضَوْنَا سِيَمَاهُمْ فِي دُجُوهِهِمْ قَسَمَ آيَةُ
السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْحِيدِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ
كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ فَالْمَرْءُ نَاسْتَفْلِظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ
سُقُوبِهِ لِيُجِيبَ السَّارِعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ه

یہ ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی
حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے والد (محمد باقرؑ) کا قول نقل کیا ہے کہ الَّذِينَ مَعَهُ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی اور سختی میں خار میں اور بدر کے دن (جھونپڑی میں رسول اللہؐ کے ساتھ رہے اور....
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں اور رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں اور رُكَّعًا سَجْدًا
حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ ہیں وَيَلْبَثُونَ فِضْلًا میں اللہ دیر ضرورانا رسول اللہؐ کے دونوں گہرے دوست حضرت طلحہؓ اور
حضرت زبیرؓ ہیں اور سِيَمَاهُمْ فِي دُجُوهِهِمْ من آيَةُ السُّجُودِ سے مراد حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ اور
ابو عبیدہ بن الجراحؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ رسول حضرات ایسے ہیں جن کی صفت تورات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے
أَخْرَجَ شَطَاؤُهُ میں شطا رکھتی کی سب سے پہلی نکلنے والی کونیل یا گوا سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فَاسْتَوَىٰ
سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ نے اپنے رسول کو قوت عطا فرمائی اور نَاسْتَفْلِظَ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے ذریعے اس سوئی یعنی رسول اللہؐ کی موٹائی (یعنی طاقت) بڑھی، فَاسْتَوَىٰ عَلَى سُقُوبِهِ پھر حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ کے ذریعے وہ کھیتی اپنی دُندڑی پر گھڑی ہو گئی اور لِيُجِيبَ السَّارِعَ یعنی حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے وہ
اچھی معلوم ہونے لگی اور لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ سے مراد رسول اللہؐ اور آپ کے اصحابؓ ہیں (مطلب یہ ہے کہ آیات مذکورہ کے ہر
نکڑے کا مصداق اُن دس صحابہؓ میں سے کوئی نہ کوئی ہے جو عشر مبشرہ کہے جاتے ہیں)۔

اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ جن باتوں میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف ہے اُن سے زبان کو روکا جائے (اسی
میں بحث و گفتگو نہ کی جائے) صحابہؓ کی بدگوئی سے زبان کو بند رکھا جائے، ان کے فضائل و محاسن کو بیان کرنا اور ان کے (باہمی) خلافی
معاملے کو خدا کے سپرد کرنا واجب ہے جس طرح بھی ان کا وقوع ہوا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہؓ، حضرت
زبیرؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف واقع ہوا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (اس
اختلاف پر بحث نہ کرے اور زبان کو بند رکھے) ہر صحابی کی بزرگی اور فضیلت کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ه
اور وہ لوگ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخشدے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے
پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کی بابت ہمارے دلوں میں کوئی برائی پیدا
نہ ہو، اے ہمارے رب تو ہی شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔

ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ فَسَيَكُونَ أَعْيُنُكُمْ حَاغِبِينَ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ مِمَّا قَدَّمْتُمْ لَهَا

یہ امت وہ ہے جو گزر چکی، اس گروہ نے جو کچھ کیا اس کا جواب

كُنْتُمْ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا
اُنْہی کے ذمے ہے جو کچھ تم کو دئے اس کے تم ذمہ دار ہو گئے،
یَعْمَلُونَ ہ ان لوگوں کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو تم زبان رو کو (یعنی کسی کو برا نہ کہو) حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں، میرے صحابہ کے باہمی نزاعات سے اپنے کو بچائے رکھو (کسی کو برا نہ کہو) اگر تم میں سے کوئی شخص بھی احد پہاڑ کے برابر سونا راہ خدا میں صرف کرے گا جب بھی صحابہ کے ایک مدد بلکہ آدھے مد کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص گناہ خوش نصیب ہے جس نے مجھے دیکھا اور وہ شخص جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا ”اللہ نے مجھے چن لیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو چن لیا، ان کو میرے لئے انصار اور میرا رشتہ دار بنایا، آخر زمانہ میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو صحابہ کے مرتبے کو گھٹائے گا اور خود اہل ان کے ساتھ گھٹانا، نہ نکاح کا سلسلہ کرنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ایسے لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔
حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت آجیلہ کے پیچے جس نے مجھ سے بیعت کی وہ کبھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی حالت کو دیکھ کر ہی سزا یاب ہے کہ جو چاہو کر میں نے تم کو بخش دیا۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کسی کا بھی قول لے لو گے سیدھا راستہ پاؤ گے۔ حضرت بکرہ کی روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا ”جس زمین پر میرا کوئی صحابی فوت ہوگا اس کو اس زمین والوں کے لئے قیامت کے دن شیعہ بنایا جائے گا۔ حضرت سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب کے متعلق جو شخص ایک لفظ (بد) بھی کہے گا وہ گمراہ اور بد راہ ہوگا۔“

اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ائمہ مسلمین اور ان کی پیروی کرنے والوں کا حکم سننا اور ماننا واجب ائمہ کرام اور حاکم کی پیروی ہے اور ہر نیک و بد عادل و ظالم حاکم کی افتاء اور ان لوگوں کے پیچھے جو ایسے لوگوں کی طرف سے مامور ہوں نماز پڑھنا چاہیے۔ اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کے قطعی جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگانا چاہیے خواہ وہ مطیع ہو یا عاصی، نیک راہ ہو یا کج رویہ حکم نہ لگایا جائے صرف اس صورت میں جب کہ اس کی بدعت و گمراہی سے مطلع ہو جائے (تب یہ حکم لگایا جا سکتا ہے)۔

اہل سنت کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں ان کو تسلیم کرنا واجب ہے) اشیاء کی گرانی اور ارزانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسی ستارے کی تاثیر کے سبب ہے اور نہ بادشاہوں یا زمانے کے حاکموں کی درخواست یا برکت کی وجہ سے، فرقہ قدریہ اور مجوسی تاثیر کو اکاب کے قائل ہیں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ گرانی اور ارزانی اللہ کے دو لشکر ہیں ایک کا نام طمع (گمراہی) اور دوسرے کا

اللہ تعالیٰ کو جب گرانی منظور ہوئی ہے تو وہ تاجروں کے دلوں میں لالچ ڈال دیتا ہے اور وہ اشیاء روک لیتے ہیں اور جب وہ چاہتا ہے کہ ارزانی ہو تو سوداگروں کے دلوں میں خوف (الہی) پیدا کر دیتا ہے اور وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے باہر نکال دیتے ہیں ر جمع شدہ اجناس فروخت کر دیتے ہیں۔

سنت و جماعت کی پیروی

صاحب عقل و بینش مومن کے لئے بہتر ہے کہ وہ سنت و جماعت کی پیروی کرے، بدعت سے اجتناب کرے اور دین میں زیادہ غلو نہ کرے، نہ گہرائی میں جائے نہ تصنع سے کام لے تاکہ گمراہی سے بچے اور اس کے قدم کو لغزش نہ ہو جو ہلاکت کا باعث ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے: "اتباع کرو اور بدعت سے بچو یہ تمہیں کافی ہے" حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: "تم پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور یہ بات مت کہو کہ یہ بات کیوں ہے؟ جب مجاہدؒ کو حضرت معاذؓ کے اس قول کی اطلاع ملی تو انھوں نے کہا کہ پہلے ہم بعض چیزوں کے (احکام کے) متعلق کہا کرتے تھے یہ کیا ہے؟ مگر اب ایسا نہیں کہیں گے، لہذا ایماندار شخص پر لازم ہے کہ سنت کا اتباع اور جماعت کی پیروی کرے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا اور اس پر گامزن ہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام کی خلافت کے زمانے میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق کیا۔

اہل بدعت سے اجتناب

دانشمند مومن پر یہ بھی لازم ہے کہ اہل بدعت سے تعلق نہ رکھے اور نہ ان کی محبت و قربت اختیار کرے، نہ ان کو سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جس نے کسی اہل بدعت کو سلام کیا وہ گویا اس سے محبت رکھتا ہے (اس لئے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ ہا ہم سلام کی کثرت کرو تاکہ محبت بڑھے) یہ بھی لازم ہے کہ بدعتیوں کا ہم نشین نہ بنے نہ ان کے پاس جائے اور نہ ان کو عیدوں اور خوشی کے مواقع پر مبارک دے نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھے۔ جب ان کا ذکر آجائے تو ان کے لئے دعائے رحمت بھی نہ کرے بلکہ ان سے الگ رہے اور محض اللہ کے لئے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا یقین رکھے اور اس پر عظیم اجر و ثواب کا یقین رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اہل بدعت کو محض اللہ کے لئے اپنا دشمن جانا اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے اور جو شخص ان کو خدا کا دشمن جان کر طاعت کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آمن و آمان سے رکھے گا۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اس کو بہشت میں سودرجے ملیں گے اور جو بدعتی سے کشادہ روی اور خندہ پیشانی سے ملا اس نے اس دین کی توہین کی جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تھا۔

ابو مغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کرے اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فیض بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کر لو۔ حضرت فیض بن عیاضؒ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عیینہؒ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدے اور صانع کی معرفت کے سلسلے میں بقدر طاقت ہم نے اختصار کے ساتھ جو کچھ جمع کر دیا ہے یہ ہمارے بیان کا تتمہ تھا، اس کے بعد (اس سلسلہ میں) ہم دو تفصیلات اور بیان کرتے ہیں جن سے ناواقف (غافل) رہنا کسی صاحب خرد اور ذی فہم اور ایماندار شخص کے لئے جائز نہیں جب کہ وہ دلیل و برہان کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔ اول فصل میں ان صفات انسانی، انسانی اخلاق اور عیوب کا بیان ہے جن کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر صحیح نہیں اور دوسری فصل میں ان گمراہ فرقوں کا بیان ہے جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے، میں اور جن کی حجت قیامت اور محاسبہ کے دن باطل ہوگی۔

ساختہ ناروا اور ناجائز ہے

مندرجہ ذیل صفات سے اللہ تعالیٰ کو متصف قرار دینا جائز نہیں ہے۔

ممدربہ دیں صفات سے اللہ تعالیٰ کو مصطفیٰ فرما دیا جائز نہیں ہے۔

جہالت۔ شک۔ تردد۔ غلبہ ظن۔ سہو و نسیان۔ اونچہ۔ نیند۔ مرض۔ غفلت۔ عجز۔ موت۔ بہر این۔ گونگاہیں۔

نابینائی۔ شہوت۔ نفرت۔ خواہش۔ غصہ (ظاہری، غضب باطنی)۔ غم۔ افسوس۔ ملال۔ پشیمانی۔ تاسف۔ دکھ۔

لذت۔ نفع۔ نقصان۔ آذو۔ مقصد اور کذب۔

۱۔ استلال کیا ہے وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْآيَاتِ يَمْلِكِ فَقَدْ خِطَا بِعَمَلِهِ جُتَاً جَزَاءً لِمَا كَانَ يَفْعَلُ ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ عَمَلِهِ يُخْلَقْ لَئِهِ يَكْفُرْ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا آلَهُمُ الْغُوثَ ۖ أُولَٰئِكَ قُلُوبُهُمْ مَلَمَسَتْ لَهُمْ فِي الْعِزِّ نَأْوَةُ الْعُلَا ۚ لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ عَمَلِهِمْ قُلُوبُهُمْ يُخْلَقْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۚ

ہوئے، (ان کے خیال کے مطابق اس آیت میں اللہ کو ایمان کہا گیا ہے) اور ہمارے نزدیک ایمان سے وجوب ایمان مراد ہے یعنی جس نے وجوب ایمان کا انکار کیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے رسول اور رسول کے لئے ہوئے اور امر و نواہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کو فرمان بردار (مطيع) کہنا بھی جائز نہیں، نہ اس کو عورتوں کو حاملہ کرنے والا کہنا جائز ہے، اللہ کی حد انتہا نہیں گزرتی وہ آگے ہے نہ پیچھے نہ نیچے ہے نہ اوپر نہ پہلے ہے نہ بعد میں، جہات ستہ (چھ طرفوں) سے اس کے لئے کوئی طرف نہیں اس کی ذات میں سچوئی (کیسی اور کیونکر) کو دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں نہیں ہیں سوائے اس کے کہ وہ مستوی عرش ہے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، سب اطراف کا پیدا کرنے والا وہی ہے، وہ کیف (کیسا) اور کم (کیتنا) دونوں

صفات سے پاک ہے۔

اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ کو شخص کہنا جائز ہے یا نہیں علم کا اختلاف ہے جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ حضرت مہیر بن شعبہ سے مروی اس حدیث کو سند لاتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا لَا شَخْصَ أَغْنِيَنَّ مِنَ اللَّهِ وَلَا شَخْصَ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعَاذِ بِمِنْ اللَّهِ۔ اللہ کے زیادہ کوئی شخص غیرت والا نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی شخص کو معذرت پیش کرنا محبوب نہیں۔

عدم جواز کے حامی کہتے ہیں کہ حدیث میں خدا کے لئے شخص کی تصریح نہیں ہے احتمال ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں لَا أَخَذَ أَغْنِيَنَّ مِنَ اللَّهِ (کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے) بلاشبہ بعض حدیث میں "لا احدا" کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ اللہ سے زیادہ کوئی شخص جن، انس، فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق غیرت مند نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کو فاضل، آزاد (عقیق، فقیہ، ھنیم، فطین، زیرک، محقق، عاقل، موقر (دوسرے کی تعظیم کرنے والا)، طیب کہنا جائز نہیں، بعض کے نزدیک طیب کہنا جائز ہے۔ اللہ کو عادی (برائے زمانے کا) کہنا بھی جائز نہیں کیونکہ عادی عادی کی طرف منسوب ہے اور قوم عادی قدیم نہیں بلکہ حادث ہے، اللہ تعالیٰ کو مطیق (طاقت والا) بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ ہر طاقت محدود ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ طاقت والا نہیں بلکہ ہر طاقت کا خالق ہے، اس کو محفوظ بھی نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ حافظ ہے، اس کو کسی کا مرئکب (مباشرہ) بھی نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا وصف مکتیب ہو سکتا ہے اس لئے کہ مکتیب اس کو کہتے ہیں جو قدرت مجدثہ کے ذریعہ کسی دوسری چیز کو ایجاد کرے (یعنی کب پیدا کر دہ مخلوق کی قدرت سے حادث ہے) اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر عدم کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ وہ قدیم ہے اور اس کے وجود کے لئے ابتداء نہیں ہے۔

ابن کلاب نے اس کے برخلاف کہا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صفت قدم کے ساتھ اور وہ باقی ہے کبھی فنا نہیں ہوا، وہ عالم ہے تمام معلومات غیر متناہیہ کا اور وہ قادر ہے تمام غیر متناہیہ مقدرات کا۔ معتزلہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سب صفتیں انتہا پذیر ہیں (غیر متناہی نہیں ہیں)۔

وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کو متصف کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ان صفتوں سے متصف کرنا جائز ہے۔ صفت فرح، ضحک، غضب، سخط، رضا اور اس سلسلہ میں

ہم انفیصل سے پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ تعالیٰ کو موجود ہونے کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَوَجَدَ
اللہَ عِندَهُ (اور خدا کو اپنے پاس ہی موجود پایا) اس کو تھی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ
اِنِّیْ شَیْءٌ اَنْکَبِرُ شَہَادَۃً قَبْلِ اللہِ (لوچنے سے بڑھ کر شہادت دینے والی کون سی چیز ہے، خود ہی بتا دیجئے وہ اللہ ہے)
اللہ کے لئے نفس ذات، عین رائے کا ثبوت بھی جائز ہے بشرطیکہ انسانی اعضا سے تشبیہ نہ دی جائے، اللہ کی
صفت کا بن بغیر لعین حد کے بیان کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَکَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (دوسری جگہ فرمایا
وَکَانَ اللہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّحِیْمًا۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس کو قیوم، بانی اور مشیّع کہا جائے۔ اس کو عارف، مستبین،
ذائق، ذوقی، داری (درایت والا) کہا جائے اس لئے کہ یہ تمام صفات بمعنی عالم راجع ہیں اور اس کی مخالفت نہ شرع میں
دارد ہے اور لغت میں۔ بلکہ ایک شاعر کا قول ہے:

اَللّٰهُمَّ لَا اَذِیْرُیْ وَ اَنْتَ الدَّارِی (الہی میں نہیں جانتا اور تو جاننے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کو مرا فی ردیچنے والا بھی کہہ سکتے ہیں اس کے معنی بھی عالم کے ہیں اور جائز ہے کہ اس کو اپنی خلق اور اپنے
بندوں سے مطلق سے موصوف کہیں کیونکہ اس کے معنی بھی عالم کے ہیں بھی حکم و اجد رائے والا، کا ہے بمعنی عالم۔ (اللہ کو جلیل
(خوبصورت) کہنا بھی صحیح اور درست ہے اور جلیل سے متصف کرنا بھی صحیح ہے۔ اللہ کو دیان (بندوں کے اعمال کی جزا و سزا
دینے والا) کہنا بھی صحیح ہے۔ دین کے معنی ہیں حساب ایک مشہور مقولہ ہے کہ اس قدر نیت تہ ان (جیسا تم کرو گے ویسا بدلہ دیا
جائے گا) میلٹ یوزیر الدین حساب کے دن کا مالک۔ دیان (ان معنی میں آسکتا ہے یعنی اپنے بندوں کے لئے شریعت اور
عبادت مقرر کرنے والا اور اس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور اسے اپنے بندوں پر فرض کرتا ہے اس کے بعد حق تعالیٰ ان
بندوں کا بدلہ دے گا جو اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مقرر (اندازہ کرنے والا) اسے کریں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا کُلُّ شَیْءٍ خَلَقْنَا
یَتَدَرِ (ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا) وَقَدْ رَفَعْنٰی (اور خدا نے اندازہ کیا اور ہدایت دی) اور خبر دینے کے
معنی میں فرمایا اِلَّا اَمْرَاتُہٗ قَدْ رَفَعْنَا اَنْفُسَکَ الْعَا بَرِیْنِ (ہم نے گویا کو خبر دی کہ صرف اس کی عورت یعنی بیوی
اس کے اہل کے بیوا عذاب کے لئے بھیجے رہ جانے والوں میں سے ہے) بقدر کے معنی گمان غالب یا شک کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کی
ذات اس سے برتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ناظر کہنا درست ہے یعنی اشیا کا دیکھنے والا اور ان کا جاننے والا، ناظر کے معنی عود کرنے والا اور سوچنے
والا نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والا اس سے برتری اور منترہ ہے اس کو شفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رحم کرنے والا اور
لطف و کرم کرنے والا، اللہ کا شفیق ہونا ڈرنے اور ملین ہونے والے کے معنی میں نہیں ہے!

اللہ تعالیٰ کو رفیق کہنا درست ہے یعنی مخلوق پر رفیق و مہربانی کرنے والا، ان معنی میں نہیں یعنی امور میں جوا پیدا کرنے
والا، چیزوں کی اصلاح کی فکر کرنے والا اور قانع سے محفوظ رہنے والا، ان معنی کے اعتبار سے لفظ رفیق سے اس کو متصف
نہیں کیا جاسکتا۔

﴿ اللہ تعالیٰ کو سخی، کریم اور جواد کہنا بھی درست ہے، ان سب الفاظ کے معنی ہیں مخلوق پر فضل و احسان اور کرم کرنے والا، اور لعنت میں جو سخی و دت کے معنی نرمی کے آئے ہیں جس طرح کہتے ہیں اَرْضٌ سَخِيَّةٌ نرم زمین، قِرْطَاسٌ سَخِيٌّ نرم کاغذ ان معنی کا اللہ پر اطلاق درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اَكْرَمٌ حکم دینے والا نا بھی ممانعت کرنے والا، مُبِيحٌ جائز بنا دینے والا مُسَدِّدٌ بندش کرنے والا، مُحْكِلٌ حلال کرنے والا، مُحَرِّمٌ حرام کرنے والا، فَارِضٌ فرض کو دینے والا مُلِزِمٌ لازم کو دینے والا مُرْسِدٌ حکیدار راستہ دکھانے والا قَاضِيٌ اور حاکم کہنا جائز اور درست ہے۔

﴿ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دَاعِدٌ جزا کا وعدہ کرنے والا مُتَوَاعِدٌ سزا سے ڈرانے والا، مُحَوِّثٌ خوف دلانے والا، مُحَذِّرٌ عذاب سے ڈرانے والا، ذَا مِمٍّ مذمت کرنے والا، مَبْدِئٌ کسی کی تعریف کرنے والا، مُخَاطَبٌ خطاب کرنے والا، مُتَكَلِّمٌ بات کرنے والا یعنی صفت کلام سے متصف ہونا اور قَائِلٌ کہنے والا، سے متصف کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿ اس کو مُعْدَم سے متصف کرنا اس معنی میں جائز نہیں کہ اس نے موجود نہیں کیا اور اس نے معدوم نہیں کیا اور اس معنی میں کہ جس چیز کو اس نے موجود کیا اس سے وجود میں آنے کے بعد بقا کو جدا کرنے اور اسے ناپید کرنے درست اور صحیح ہے، اسی طرح جائز ہے کہ اس کو فاعِل کے ساتھ متصف کریں یا اس معنی کہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو عدم سے وجود میں لایا اور پیدا کر نیوالا اور اپنی قدرت سے اس کو بنا دینے والا ہے، فاعِل کے معنی کا سب کے نہیں ہیں کسب تو اجسام کے ملنے (فاعل و منفعل) اور باہمی تماس کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے۔

﴿ اللہ تعالیٰ کو جَاعِلٌ یعنی فاعِل کہنا درست ہے۔ یعنی اپنے فعل کو کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتٍ (ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا) جَعَلَ حکم کے معنی میں بھی آیا ہے ایک آیت میں ہے۔ وَجَعَلْنَا قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَجَعَلْنَا قُرْآنًا مَعْجَمِيًّا۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح فاعِل کہا جاتا ہے اسی طرح واقعی طور پر اس کو تارک بھی کہا جاسکتا ہے یعنی اپنی قدرت شاطرہ و عالمہ کے تحت فعل اول کے بجائے کوئی ایسا دوسرا فعل کرنے والا جو فعل اول کی ضد ہو۔ تارک کے معنی یہ نہیں کہ وہ اپنے نفس کو کسی فعل کے دعائی و اسباب سے روکنا اور باز رکھتا ہے۔ فعل کی طرح ترک بھی اللہ تعالیٰ کی مثبت صفت ہے منفی وصف نہیں ہے، انسان کے لئے ترک کی صفت عدمی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجودی۔

﴿ اللہ تعالیٰ کو مُوجِدٌ بمعنی خالق اور مُمَكِّنٌ بمعنی موجد کہنا بھی جائز ہے۔ اس کو مُثَبِّتٌ بمعنی برقرار رکھنے والا، چیزوں کو ثبات و بقا عطا کرنے والا کہنا بھی جائز ہے، ایک آیت میں ہے۔

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ۝ اٰلِ اِيْمَانٍ كُو اللہ تعالیٰ کی بات پر ثبات قدم رکھے گا۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ مَا يَشَاءُ ۝ اَمْ هُمْ اَلْيَسَارُ ۝ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے، اُمّ الكتاب اسی کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کو عَامِلٌ اور صَانِعٌ بمعنی خالق کہنا بھی درست ہے، اللہ تعالیٰ کو مُصَيِّبٌ کہنا درست ہے یعنی اس کے افعال اس کے ارادے اور مقصد کے مطابق ہوتے ہیں ان میں کوئی کمی و بیشی یا تفادیت نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام

افعال کی حقائق اور کیفیات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مُصِیْب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ کسی حاکم کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے، ہاں بندے پر اس لفظ کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے رب کا فرمانبردار اس کے حکم پر کاربند اور اس کی ممانعت کے باعث کسی کام سے باز رہنے والا ہے، کسی سردار یا حاکم بالا دست کا مطیع ہونے کے باعث بندہ کو مصیبت پہنچا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو صَوًّا بمعنی حق و صحیح کہنا درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مُثَنِّب (ثواب دینے والا) اور مُنْعِم (نعمت دینے والا) کہنا بھی درست ہے یعنی جس شخص کو وہ ثواب دیتا ہے اس کو انعام یافتہ بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو مُعَاقِب اور مُجَازِی (سزا اور جزا دینے والا) کہنا درست ہے یعنی وہ ناسرورانہ کو ذلیل کرتا ہے اور اس کی معصیت کے مطابق اس کو دکھ دیتا ہے اس کو قَدِیْمُ الْاِحْسَانِ کہنا بھی درست ہے یعنی تخلیق اور عطا و عطا اللہ کی قدیمی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ کو ذَلِیْل کہنا بھی درست ہے۔ حضرت امام احمد سے ایک شخص نے کہا کہ مجھے کچھ توشہ دعا مرحمت فرمائیے میں طرطوس جا رہا ہوں، امام نے فرمایا اس طرح کہو: اے خیرانوں کے رہنما (دلیل) مجھے اہل صدق کا راستہ دکھا دے اور اپنے صالح بندوں میں سے کر دے۔

اللہ تعالیٰ کو طَبِیْب کہنا بھی درست ہے۔ ابو رُمثہ تمیمی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں اپنے والد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے شانہ مبارک پر سکیب (صدف) کی طرح کوئی چیز دیکھی، میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں طبیب ہوں کیا اس کا علاج کر دوں، حضور نے ارشاد فرمایا اس کا طبیب ہی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

ابو السفر کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ طبل ہوئے، کچھ لوگ آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں آپ نے ارشاد فرمایا طَبِیْبُی جھے دیکھا تھا، لوگوں نے دریافت کیا پھر طبیب نے کیا کہا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس نے کہا جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی ایسی ہی ایک روایت آئی ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے اور پوچھا آپ کو کیا بیماری ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ گناہوں کی، لوگوں نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا جنت! لوگوں نے کہا کیا ہم آپ کے لئے طبیب کو بلا لیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔

اس فصل میں ہم نے ان اسماء کو بیان کیا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے، اس سے قبل ہم اللہ تعالیٰ کے تَنَافُؤِ اسماء حسنی بیان کر چکے ہیں، ان ناموں سے اللہ تعالیٰ کو دعا میں پکارنا زیادہ مناسب ہے، ان اسمائے وصفی کے ساتھ بھی جو اس فصل میں بیان کئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کو پکارنا جائز ہے مگر دعا میں یا سَاجِدُ یا مُتَحَفِّزُ یا مَکِیْنُ یا خَادِعُ یا مُغِیْضُ یا غَضَبَانُ یا مُنْتَقِمُ یا مُعَادِی یا مُعِدِّمُ یا مُفْلِکُ کہہ کر پکارنا منع ہے اگرچہ مجرموں کے جرم کی پاداش اور سزا دینے کے لحاظ سے اللہ کا ان اوصاف سے متصف ہونا صحیح اور درست ہے۔

لے یا دَلِیل حَاشِرِیْنِ دَلِّیْ عَلَی الطَّرِیْقِ الصَّامِدِ قَبِیْنِ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ۝

ہدایت کے راستے سے بھٹکے ہوئے فرقوں کا بیان

ان گمراہ فرقوں کے بیان میں جو راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہیں اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو کثیر بن عبد اللہ نے اپنے والد اور جدی سند کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے پر قدم بہ قدم ضرور چلو گے اور ان ہی چیزوں کو اختیار کر دو گے جن کو انھوں نے اختیار کیا تھا، ایک ایک بالشت ایک ایک ہاتھ اور ایک ایک گز (ان کی پیروی کر دو گے) یہاں تک کہ اگر وہ سو سارے گاوے کے بھٹ میں بھی گھسے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کے لئے سو سارے بھٹ میں داخل ہو گے۔ اچھی طرح سن لو کہ حضرت (موسیٰ علیہ السلام) کی ہدایت کے برعکس بنی اسرائیل اہل فرقوں میں بٹ گئے تھے جن میں ایک فرقہ کے سوا سب گمراہ تھے اور وہ ایک فرقہ مسلمانوں کی جماعت کا تھا۔ پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ہدایت کے خلاف عیسائی پھٹ کر بہتر (۷۲) فرقوں میں ہو گئے اور ان میں ایک فرقہ کے سوا تمام فرقے گمراہ اور بے دین تھے وہ ایک فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا تھا اس کے بعد تم ۳۷ (تہتر) فرقے ہو جاؤ گے۔ اور ان میں سوائے ایک فرقہ کے باقی سب گمراہ ہونگے اور وہ فرقہ اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کا ہو گا۔

حضرت عبدالرحمن بن جبیر سے مروی ہے کہ سرکار عالی نے ارشاد فرمایا، میری امت بھٹ کر ۳۷ فرقے بن جائے گی، امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے سب سے بڑا فتنہ وہ فرقہ ہو گا جو احکام (دینی) کا فیصلہ صرف اپنی رائے سے کرے گا، خود ہی حلال کو حرام بنائے گا اور خود ہی حرام کو حلال ٹھہرائے گا۔

عبداللہ بن زید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، بنی اسرائیل پھٹ کر اکثر فرقوں میں ہو گئے، ایک کے سوا سب دوزخی ہوئے اور میری امت بھٹ کر ۳۷ فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہونگے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کبسا ہو گا آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے سیدھے راستے پر چلے گا۔

جس تفرقہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ آپ کے زمانے میں ہوا نہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں ہوا۔ بلکہ یہ اختلاف صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات کی وفات کے کئی سو سال بعد طبعاً میں آیا یعنی اس وقت جب کہ مدینہ منورہ میں ساتوں فقیہ حضرات وفات پا چکے تھے، مختلف شہروں کے علماء اور فقیہ بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے انتقال سے علم بھی مر گیا اور ساہا سال بیت گئے اور صدیاں گزر گئیں تو عام طور پر دین میں افتراق و اختلاف پیدا ہو گیا اور صرف ایک چھوٹا گروہ اہل حق کا رہ گیا، سمجھتے ہوئے دلا گروہ یہی ہے اللہ نے اپنے دین کی حفاظت اسی کے ذریعہ سے فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم عطا فرمائے گا بعد ان کے سینوں سے نہیں نکالے گا بلکہ علماء وفات پا جائیں گے۔ جب کوئی عالم مرجائے گا تو اس کا علم بھی اسی کے ساتھ چلا جائے گا یہاں تک کہ جہلا باقی رہ جائیں گے جو خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں حدیث قرین کے الفاظ

اس طرح ہیں "حضور والا نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں فرمائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے کچھ نیک نکال لے بلکہ علماء کے وفات پا جانے سے علم بھی مرجائے گا۔ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ نہ جاننے کے باوجود فتویٰ (جواب) دینے کے نتیجہ یہ کہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دینگے۔ حضرت کثیر بن عبد اللہ بن عوف اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح سانپ سمٹ کر اپنے بل میں آجاتا ہے اسی طرح دین سمٹ کر حجاز میں آجائے گا۔ دین کی حفاظت حجاز سے ہوگی جس طرح ہرنوں کی حفاظت پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانے سے ہوتی ہے۔ دین کا ظہور غربت کی حالت میں ہوا تھا لوٹ کر دوبارہ دین غریب ہو جائے گا، غریبوں کے لئے یہ خوشخبری کا باعث ہے۔ عرض کیا گیا عزرا کون لوگ ہیں؟ حضور نے فرمایا وہ لوگ کہ جب لوگ میری سنت کو بگاڑ دیں گے تو وہ سنوار دینگے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ ہر زمانے میں لوگ ایک سنت کو مردہ اور ایک بدعت کو زندہ کریں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! فتنوں سے بچ نکلنے کا کیا راستہ ہوگا؟ فرمایا اللہ کی کتاب کہ یہی پر حکمت موعظت نامہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے یہی وہ کتاب ہے جس میں زبانوں کا اشتباہ پیدا نہیں ہوتا، اسی کو جب حیات نے سنا تو وہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا کہے بغیر نہ رہ سکے، جو اس کے موافق کہے گا وہ سچا ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا۔

حضرت عراف بن ساریہ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ کی اقتدا میں فجر کی نماز پڑھی حضور نے ایسا دل نشین وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، دلوں پر خوف طاری ہو گیا اور بدن گرما گئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کی یہ نصیحت تو ایسی ہے کہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور ہم کو چھوڑ رہے ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور حاکم کی اطاعت و فرماں پذیری کی نصیحت کرتا ہوں خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بڑے اختلافات دیکھے گا تمہارے لئے میری سنت اور میرے ان خلفاء کی سنت پر قائم رہنا لازم ہے جو میرے بعد ہوں گے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائیں گے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور دانتوں سے پکڑ لینا۔ دین میں نئی باتوں سے بچنا کہونکہ دین میں پیدا کی ہوئی ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو دعوت دینے والا سیدھے راستے کی طرف بلائے اور اس کی دعوت کی پیروی کی جائے تو پیروی کرنے والوں کی طرح اس رہنما کو بھی ثواب ملیگا مگر پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو ضلالت کی دعوت دے اور اس کی پیروی کی جائے تو اس کی پیروی کرنے والوں کے برابر اس پر وبال ہوگا جب کہ پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہ ہوگی۔

باب ۹

تہتر فرقے

ناجی - خارجی - شیعہ - رافضی - معتزلہ - قدریہ اور

دوسرے فرقے

یہ تمام تہتر فرقے دراصل دین گروہوں سے نکلے ہیں: (۱) اہل سنت (۲) خارجی (۳) شیعہ (۴) معتزلہ (۵) مرجیہ (۶) مشبہ (۷) جہمیہ (۸) ضراریہ (۹) بخاریہ (۱۰) کلابیہ۔

اہل سنت کا صرف ایک ہی طبقہ ہے، خوارج یا خارجیہ کے پندرہ، معتزلہ کے چھ، مرجیہ کے بارہ، شیعہ کے بتیس مشبہہ کے تین فرقے ہیں۔ ضراریہ، کلابیہ، بخاریہ اور جہمیہ کا ایک ایک فرقہ ہے اس طرح کل ۲۷ بہتر فرقے ہوئے۔ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت کا ہے، اس کا مسلک و عقیدہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ قدریہ اور معتزلہ فرقہ کے لوگ اس فرقہ ناجیہ کو جہمیہ کہتے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مشیت، قدرت، ارادہ اور تخلیق کی تابع ہے۔ مرجیہ اس فرقہ ناجیہ کو شکاکیت (شکیہ) کہتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے لوگ ایمان کو مشیت الہی کی شرط سے مشروط کرنے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں انشاء اللہ مومن ہوں تو اس طرح کہنا درست ہے (جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے)۔ رافضی اس ناجیہ فرقہ کو ناصبیہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے کہ اپنے امام کو جماعت کی لئے سے مقرر کرتے ہیں۔ جہمیہ بخاریہ دونوں اس فرقہ کو مشبہہ کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں علم، قدرت اور حیات وغیرہ صفات کا اثبات کرتے ہیں، باطنیہ اس کو خشویہ کہتے ہیں چونکہ یہ گروہ احادیث کا قائل اور آثار کے ساتھ تعلق رکھتا ہے حالانکہ ان کا کوئی اور نام نہیں ہے بجز اس کے کہ وہ اصحاب حدیث اور اہل سنت ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

خارجیوں کے نام اور القاب مختلف ہیں، اس گروہ کو خارجی کہنے کی اس وجہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خردج کیا تھا، ان کا نام حکمیت بھی ہے اس لئے کہ انھوں نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حکم ہونے کا انکار کیا تھا اور جب حضرت علیؑ نے ان دونوں کو حکم مان لیا تو خارجیوں نے کہا حکم دینا صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے (کسی کو خلیفہ کے تقرر کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا حق نہیں ہے) ان کو خردریہ بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ساتھ چھوڑ کر مقام خردرا میں جا کر ٹھہر گئے تھے۔ ان کو شراۃ (بیچنے والے) اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جانیں فروخت کر دی ہیں۔ ان کو مارقہ بھی کہا جاتا ہے۔ مارقہ کہنے کی وجہ یہ ہے

اللہ کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کے لئے۔

کہ یہ لوگ دین سے خارج ہو گئے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہی حالت بیان کی تھی اور فرمایا تھا یمسرقون من الدین کما یمسرق السهم من الرمية ثم لا یعودون فیہ (وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جسطرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے) چنانچہ یہ لوگ دین اسلام سے باہر ہو گئے، ملت اسلامیہ کو چھوڑ دیا اور جماعت سے الگ ہو گئے اور راہ راست سے بھٹک گئے، حکومت اسلامیہ سے خارج ہو گئے، خلفائے خلافت انہوں نے تلوار اٹھائی اور ان کے خون اور مال کو حلال قرار دیا، اپنے مخالفوں کو کافر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور انصار پر سب سے شتم کیا اور ان سے تبرا (بیزاری کا اظہار) کیا، ان حضرات کو کافر ہو جانے اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہونے کی نیت کی، ان کی مخالفت کو جائز قرار دیا، یہ لوگ عذابِ خبر اور عوض کو ثمر یا ایمان نہیں رکھتے، یہ رسول اللہ کی شفاعت پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ پھر خارج نہیں ہو گا اور کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا یا گناہ صغیر یا کبیرہ کا مرتکب ہوا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو وہ کافر ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یہ ایک جماعت سے نماز نہیں پڑھتے، صرف اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز کو اس کے وقت سے تاخیر میں ادا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بغیر چاند دیکھے روزے اور افطار کو جائز سمجھتے ہیں، نذر کرنے، بغیر ولی کے نکاح کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، دستِ بدست ایک درہم کے بدلے دو درہم لیکن جائز سمجھتے ہیں (سود نہیں جانتے) چمڑے کے موزے پہن کر نماز پڑھنا ان کے نزدیک درست نہیں، چمڑے کے موزوں پر مسح کو بھی درست نہیں مانتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بادشاہ کی اٹا درست نہیں، خلافت قریش کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس فرقہ کے لوگوں کی زیادہ تعداد جزیرہ عمان، موصل، شہر موت (حضرت الموت) اور اطرافِ عرب میں ہے۔ عبداللہ بن زید، محمد بن حرب، یحییٰ بن کامل اور سعید بن ہارون نے ان کے لئے مذہبی کتب تصنیف کیں۔ ان کے پیروہ فرقے ہیں۔ ایک فرقہ نجدات ہے جو نجد بن عامر حنفی ساکن یمامہ کی طرف منسوب ہے یہی گروہ عبداللہ بن ناصر کے ساتھیوں کا ہے۔ اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا یا کوئی صغیرہ گناہ کیا اور اس پر قائم رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مشرک ہے اور جس نے زنا کیا۔ چوری کی شراب پی مگر ان گناہوں پر قائم رہا (توبہ نہ کی) تو وہ مسلمان ہے، ان کی نظر میں امامِ وقت کی ضرورت نہیں صرف کتاب اللہ سے واقفیت ضروری ہے۔

ان میں سے ایک گروہ کا نام ازرقہ ہے یہ نافع بن اذرق کے ساتھیوں کا گروہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ یہ گناہ کبیرہ کفر ہے اور دنیا دار الکفر ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمر بن العاص کو اپنے اور امیر معاویہ کے درمیان استحقاقِ خلافت کا جھگڑا فیصلہ کرنے کے لئے بھیج اور حکم مانا تھا تو ان دونوں نے حکم بن کر کفر کیا۔ یہ مشرکوں کے بچوں کو (جہاد میں) قتل کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ زنا کی سزا سنگساری (رجم) کو حرام کہتے ہیں۔ پاک امن مرد پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد شرعی لگانا یہ جائز نہیں سمجھتے اور پاک امن شوہر والی عورت پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لگانا جائز خیال کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے لحاظ سے یہ تعین فرمایا ہے۔

﴿ خارجیوں کا ایک گروہ مذکور بھی ہے یہ گروہ ابن فذریک کی طرف منسوب ہے، ایک گروہ عطلویہ ہے یہ عطیہ ابن اسود کی طرف منسوب ہے، ایک عماروہ بھی ہے یہ عبد الرحمن بن عمر سے نسبت رکھتا ہے۔ عماروہ کے مختلف گروہ ہیں یہ سب متیمونہ کہلاتے ہیں یہ لوگ پوتی، نواسی، بھتیجی اور بھانجی سے نکاح جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ سورہ یوسف اہل قرآن میں نہیں ہے بلکہ الحاقی ہے۔ ان کا ایک فرقہ جائزید کہلاتا ہے۔ ان کے اہل اسلام سے الگ اور خارج ہونے کا باعث ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی دو صفیں ہیں، فرقہ جاریہ سے بھی ایک گروہ الگ ہو گیا اس کا نام معلوم ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں سے نہیں پہچانتا وہ جاہل ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے نہیں ہیں۔ کسی فعل کی قدرت..... وقوع فعل کے وقت ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں ہوتی۔

﴿ خارجیوں کے اہل پیادہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مجہولہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ اگر کوئی کسی ایک نام سے بھی اللہ کو پکارتا ہے وہ عالم ہے جاہل بالہ نہیں ہے۔ خارجیوں کا ایک فرقہ صلیتہ ہے یہ عثمان بن صلیت سے نسبت رکھتا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ جو شخص ہمارے نظریات مان لے اور مسلمان بھی ہو جائے تب بھی اس کی نابالغ اولاد کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک وہ (اولاد) بالغ ہونے کے بعد ہمارے نظریات اور عقائد کو نہ مان لے۔

﴿ خارجیوں کا ایک گروہ اہل غنیمہ ہے جو اہل غنیمہ کی طرف منسوب ہے یہ قائل ہے کہ آقا غلام کی اور غلام آقا کی زکوٰۃ لے سکتا ہے بشرطیکہ محتاج نہ ہو۔ خارجیوں کا ایک فرقہ طفیہ ہے جس کی ایک شاخ حفصیہ ہے اس کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچانتا ہو، اس کا اقرار کرتا ہو وہ شرک سے پاک ہو جاتا ہے، خواہ وہ رسول کا، جنت کا، دوزخ کا سب کا منکر ہو اور تمام جرائم کا مرتکب ہو، قائل ہو، زنا کو حلال جانتا ہو، مشرک صرف وہ ہے جو اللہ کو نہ پہچانے اور اس کا انکار کرے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت میں جو لفظ حیوان آیا ہے اس سے مراد حضرت علیؑ اور ان کا گروہ ہے اور اصحابہؓ یٰٰد عُوْنٰہُ اِلٰی الٰہِ دِیْ اِثْنَا سے مراد اہل بہردان ہیں (یعنی خارجی ہیں) خارجیوں کا ایک فرقہ اباضیہ ہے جس کا خیال ہے کہ تمام فرائض الہیہ ایمان ہیں، گناہ کبیرہ کفرانِ نعمت ہے کفر نہیں ہے۔

﴿ کھوارج کا فرقہ بہنسیہ الیٰٰ بعض سے منسوب ہے، یہ فرقہ اس امر کا مدعی ہے کہ جب تک آدمی اللہ کے ہر حلال اور حرام کے حکم سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا، اسی گروہ کے کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر کسی نے کوئی فعل حرام کیا تو اس کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جاسکتا جب تک اس کا معاملہ حاکم کے سامنے پیش نہ کر دیا جائے اور وہ اس پر حد شرعی جاری نہ کرے۔ شرعی سزا جاری ہونے کے بعد اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔

﴿ خارجیوں کا ایک اور گروہ شراخہ ہے یہ عبد اللہ بن شراخ سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ مانباہ کو قتل کر دینا حلال ہے۔ ابن شراخ نے جب دارالتقیہ (خوارج کا مرکزی مقام) میں اس عقیدہ کا دعویٰ کیا تو تمام خارجی اس سے الگ ہو گئے۔

﴿ خارجیوں کا ایک فرقہ بدعیہ بھی ہے جس کا عقیدہ ارازقہ جیسا ہے، یہ لوگ ارازقہ سے صرف اتنی بات میں الگ اور منفرد ہیں کہ ان کے عقیدے کی بنا پر دو وقت کی نماز فرض ہے یعنی دو رکعت صبح کی اور دو رکعت شام کی۔ وہ کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفًا فِي النِّمَازِ آرازہ کی طرح کافروں کی عورتوں کو قید کرنا اور ان کے بچوں کو قتل کرنا ان کے عقیدے میں جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا تَنْذِرُ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ الْكَافِرِينَ دَيَّاسًا فرقہ نجدات کے علاوہ تمام خارجی بالاتفاق گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمر ابن العاصؓ کی تحکیم پر

رضامندی کے باعث حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔
شیعہ فرقہ مختلف ناموں سے موسوم ہے، اس کو رافضی، غالبیہ، شیعہ، طیارہ بھی کہتے ہیں، اس فرقہ کو شیعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں اور آپ کو تمام صحابہ کرام سے افضل مانتے ہیں۔ رافضی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انھوں نے اکثر صحابہ (کرام) کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے رافضی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ جب زید بن علی (حضرت زین العابدین) نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے موت کا اظہار کیا اور دونوں بزرگوں کی دوستی کا اعتراف کیا تو ان لوگوں (رافضیوں) نے حضرت زید بن علی کو چھوڑ دیا۔ حضرت زید نے فرمایا ان لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اس لئے ان کو رافضی کہا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیعہ وہ ہوتا ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہ قرار دے یعنی رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل قرار دیا ہے۔
 شیعہ کا ایک فرقہ قطعیہ ہے اس نے موسیٰ بن جعفر کی موت پر قطعی اجماع کر لیا ہے، ایک فرقہ غالیہ ہے، یہ گروہ...
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت زیادہ غلو کرتا ہے، نازیبا باتیں کہتا ہے۔ حضرت علی کے اندر ربوبیت اور نبوت کی
 صفات کو تسلیم کرتا ہے۔ ہشام بن حکم، علی بن منصور، حسین بن سعید، فضل بن شاذان، ابو عیسیٰ وراق، ابن راوندی، یحییٰ
 اس فرقے کے مذہبی مصنفین ہیں (اس فرقے کے لئے مذہبی کتابیں لکھی ہیں) اس فرقے کی بیشتر آبادی قم، کاشان، بلاد ادریس
 اور کوفہ میں ہے۔

اور کوف میں ہے۔

رافضیوں کے اصل تین گروہ ہیں غالبیہ، زیدیہ اور رافضیہ، غالبیہ کے بارہ فرقے ہو گئے جو اس طرح ہیں۔

رافضیوں کے فرقے | بنائیتہ، طیاریہ، منصوریہ، مغیریہ، خطابیہ، نعمریہ، ابن زعلیہ، یفعلیہ، مناسخیہ، تشریعیہ، بختیہ، مفوضہ

فرقہ زیدیہ کی یہ چھ شاخیں ہو گئیں: جارویہ، سلیمانہ، بتریہ، نعمتیہ، یعقوبیہ، تناسخیہ، دوبارہ دنیا میں واپس آئے

کافائل، یعنی تناسخ کا۔

رافضیہ کے چودھا گروہ ہیں: قطعیہ، کیسانہ، کربلیہ، عمیریہ، محمدیہ، حسینیہ، ہادیہ، اسماعیلیہ، قرامضیہ، مبارکیہ، شعیطیہ، عمادیہ، مطوریہ، موسویہ، امامیہ۔

۱۰ دن کے دو ذریعہ اطراف (صبح و شام) میں نماز قائم کرو۔ ۱۱ روئے زمین پر کسی کا فسہ کو باقی نہ چھوڑو۔ ۱۲ حضرت مصنف پر ان پیر کے مبارک دور میں ان کی تعداد ان شہروں میں ایسی ہی تھی جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ ۱۳ یہ تعداد پندرہ ہوتی ہے۔ ۱۴ حضرت مصنف نے چودھوا بتائی ہے غالباً آپ نے آئیمہ کو پہلے بیان فرمایا ہے اور دوبارہ شمار نہیں فرمایا۔ اصل عبارت یہ ہے: ”واما الراضیہ“ فالایس بع عشرۃ فانتہ الی ثلثۃ عت عنہا“

رافضیوں کے تمام گروہ اور فرقے اس امر پر متفق ہیں کہ خلافت کا ثبوت عقلی ہے (اجماعی نہیں ہے بلکہ نص کا محتاج ہے) تمام امام ہر غلطی سبیاں اور خطا سے پاک ہیں۔ مفضلوں کی امامت افضل کی موجودگی میں جائز نہیں (صحیح قول وہی ہے جب ہم خلفائے کرام کے ذکر میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔)

حضرت علیؑ کو تمام صحابہ پر ترجیح دینے میں بھی یہ سب متفق ہیں انکا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت منصوص ہے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام سے تبرا کرتے ہیں (بیزاری کا اظہار) صرف زیدیہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (وہ اس بات کے مخالف ہیں)۔

تمام رافضی اس بات پر بھی متفق ہیں کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی خلافت نہ دینے کے باعث (ان سے بیعت خلافت نہ کرنے کے سبب سے) سوائے چھ آدمیوں کے تمام صحابی مرتد ہو گئے۔ وہ چھ افراد یہ ہیں۔ حضرت علیؑ، حضرت عمارؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور دو اور آدمی۔ اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خوف کی حالت میں امام یہ کہہ سکتا ہے کہ میں امام نہیں ہوں ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یوم حساب سے قبل مرنے دنیا میں دوبارہ لوٹ آئیں گے مگر رافضیوں کا فرقہ غالبہ اس کا قائل نہیں وہ حساب کتاب اور حشر کا بھی منکر ہے۔

رافضیوں کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا یا آئندہ ہو گا امام کو ان سب کا علم ہوتا ہے (خواہ وہ دینی چیز ہو یا دنیوی) یہاں تک کہ زمین پر جس قدر رخت ریزے ہیں اور بارش کے جتنے قطرے زمین پر گرتے ہیں ان کا بھی اسے علم ہوتا ہے اور ان کا شمار جانتا ہے اسی طرح امام درخت کی پٹیوں کی تعداد سے بھی واقف ہوتا ہے؛ انبیاء علیہم السلام کی طرح آئینہ کے ہاتھوں سے بھی معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ جن لوگوں نے حضرت علیؑ (کرم اللہ وجہہ) سے جنگ کی وہ کافر ہو گئے۔ اسی طرح کے ان کے اور بھی بہت سے عقائد و اقوال ہیں۔

غالبہ گروہ (جو رافضیوں سے الگ ہے) کو یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ تمام انبیاء سے افضل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ دوسرے صحابہ کی طرح زمین میں دفن نہیں ہوئے بلکہ وہ ابراہیم ہیں، وہ وہیں سے اللہ کے دشمنوں سے جنگ لے گئے اور آخر زمان میں پھر آئینے اور دشمنوں کو قتل کرینگے۔ حضرت علیؑ اور دوسرے تمام آئمہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے، ان کی طرف موت کو راستہ نہیں ملے گا (ان کو موت نہیں آئے گی) غالبہ فرقہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ علیؑ بنی ہیں، جبریل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ علیؑ اللہ تھے۔ اللہ اور اس کی مخلوق کی قیامت تک ان پر لعنت ہو۔ اللہ ان کی بستیوں کو اجاڑ اور دیران کرے، ان کی کھیتیاں برباد کرے اور زمین پر ان کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑے۔ انھوں نے غلو کی حد کر دی اور کفر بڑھ گئے، اسلام کو ترک کر دیا، ایمان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اللہ اس کے انبیاء اور مسلمان کے منکر ہو گئے ہم ایسے اقوال اختیار کرنے والوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

فرقہ غالبہ کی ایک شاخ بنانیہ ہے، یہ گروہ عثمان بن عفان سے منسوب ہے، ان کی تہمت تراشیوں اور لغو باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی طرح ہے۔ یہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ اس تشبیہ سے منفرہ اور پاک ہے۔ اس نے خود منکر پایا ہے کیسے تشبیہ لٹنی۔ (اس جیسی کوئی شے نہیں)۔

غالیہ فرقہ ہی کی ایک شاخ طیارہ ہے یہ فرقہ عبد اللہ بن معاذ بن عبد اللہ بن جعفر طیار سے منسوب ہے یہ تنازعہ طیار سے کے قاتل ہیں اور کہتے ہیں کہ آدم کی روح اللہ کی روح بھی جو آدم کے اندر حلول کر گئی تھی۔ اسی گروہ کے بعض لوگ

یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد آدمی کی روح جب دوبارہ دنیا میں آتی ہے تو سب سے پہلے بکری کے بچے کے جوں میں آتی ہے پھر اس کے بعد اس سے بھی زیادہ حقیر جوں میں آتی ہے اور پھر حقیر سے حقیر تر قالوں میں دورہ کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ گندگی اور نجاست کے کڑوں میں جنم لیتی ہے، جوں بدلنے کی یہ آخری حد ہے، اس گروہ کے بعض لوگ تو یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ گنہگاروں کی رو میں لوہے، کیچڑ اور کچے برتنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا اس طرح پاتی ہیں کہ آگ میں جلانی جاتی ہیں، کوٹا پٹیا جاتا ہے، گلایا جاتا ہے، اس طرح ذلیل و خوار ہونے کے لئے ان پر جسمانی عذاب ہونا رہتا ہے۔

یہ فرقہ مغیرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اس فرقہ کے سربراہ (مغیرہ) نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کا قول تھا کہ اللہ لڑے لیکن انسانی شکل میں، اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

فرقہ منصور یہ ابو منصور سے نسبت رکھتا ہے، ابو منصور کا دعویٰ تھا کہ مجھے آسمانی معراج ہوئی تھی اور پروردگار نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ اول ترین مخلوق تھے، پھر اس کے بعد حضرت علی کی پیدائش

ہوئی، اللہ کے پیغمبروں کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، جنت، دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ جو شخص ہمارے جالیس مخالفین کو قتل کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ لوگوں کا مال لوٹنا ان کے نزدیک مباح ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جبریل نے نبوت کے پہنچانے میں غلطی کر دی، اس فرقہ کا یہ کفر اتنا عظیم ہے کہ اس کے برابر کوئی اور کفر نہیں ہے۔

یہ فرقہ ابی خطاب سے منسوب ہے اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام نبی اور امین ہے۔ ہر زمانے میں دو پیغمبر ضرور ہوتے ہیں، ایک ناطق ہوتا ہے اور ایک خاموش رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ پیغمبر ناطق تھے اور حضرت علی خاموش پیغمبر تھے۔

معمرہ کا بھی عقیدہ وہی ہے جو خطاب کا ہے، خطاب سے یہ اس امر میں بڑھ کر ہیں کہ یہ نماز کے بھی تارک ہیں۔

بزرگیہ فرقہ بزیع سے منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت جعفر اللہ ہیں، اللہ اسی شکل و صورت میں دکھائی دیتا ہے، یہ گروہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس بھی وحی آتی ہے اور ہم کو عالم فرشتگان (عالم ملکوت)

کی طرف اٹھایا جاتا ہے، ان کی یہ افترا پردازی، دروغ بانی اور نہمت تراشی کتنی عظیم ہے۔ اللہ ان کو انفل السافلین میں ہادہ کے اندر پھینک دے۔

مفضلیہ فرقہ مفصل صیرفی سے منسوب ہے، یہ فرقہ بھی جھوٹی رسالت اور نبوت کے داعی ہیں اماموں کے متعلق ان کے اقوال بھی وہی ہیں جو مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے بارے میں عیسائیوں کی ہیں۔

شرعیہ فرقہ شریع (نامی شخص) سے منسوب ہے، اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ ہستیوں میں حلول کیا تھا۔ نبی علیہ السلام۔ علی۔ عیسا۔ جعفر اور عقیل (رضی اللہ عنہم)

فرقہ سبائیہ عبد اللہ بن سبا سے منسوب ہے، اس فرقہ کا دعویٰ ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے وفات نہیں پائی ہے، قیامت سے پہلے دنیا میں واپس آئیں گے مشہور شاعر سید حمیری اسی فرقہ میں سے تھا۔

مفوضیہ فرقہ مفوضیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا انتظام اماموں کے سپرد فرما دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا بلکہ ہر چیز تخلیق اور اس کے انتظام کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرمادی تھی۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بھی ان کا یہی خیال ہے ان میں سے بعض لوگ جب ابراہیم کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں علیؓ اس میں ہیں اور ان پر سلام بھیجتے ہیں۔

زیدیہ اس فرقہ کا نام زیدیہ اس مناسبت سے رکھا گیا کہ یہ لوگ زید بن علیؓ کے اس قول کی طرف راغب تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے تو لا درست ہے۔

بحارودیہ فرقہ بحارودیہ کی نسبت ابوالجاءرد سے ہے، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ کے وصی تھے اور وہی خلیفہ اول تھے ان کا قول تھا کہ رسول اللہ نے حضرت علیؓ کے صفات کی (اپنے خلیفہ کے سلسلہ میں) صحت کردی تھی لیکن نام کا تعین نہیں فرمایا تھا۔ یہ لوگ امامت منصوص کا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک چلاتے ہیں اس کے بعد خلافت کے شورائی ہونے کے قائل ہیں۔

سیلمانیہ یہ فرقہ سلیمان بن کثیر کی طرف منسوب ہے، زرفان کا قول ہے کہ اس فرقہ کا گمان ہے کہ امام حضرت علیؓ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت غلط ہوئی۔ یہ دونوں حضرت علیؓ سے سبقت کے مستحق تھے اور امت نے امر اصلح کو چھوڑ دیا۔

بتریہ یہ فرقہ ابتر نامی شخص کی طرف منسوب ہے، ابتر کا اصل نام نواز تھا لیکن ابتر کے نام سے مشہور تھا، اس گروہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی بیعت غلط نہیں ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ نے خلافت کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں یہ لوگ توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ان سے بیعت کی گئی تو حضرت علیؓ امام تھے۔

لغیمیہ فرقہ لغیمیہ لغیم بن بمان کی طرف منسوب ہے، اس فرقہ کا عقیدہ بھی ابتریہ کی طرح ہے لیکن منسوب یہ ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ سے تبرا کرتے ہیں اور آپ کو (معاذ اللہ) کانسر کہتے ہیں۔

یعقوبیہ یہ فرقہ یعقوب کی طرف منسوب ہے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی امامت کے قائل تھے اور رجعت کا انکار کرتے ہیں۔ اس گروہ کے بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما سے تبرا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قائل ہیں۔

← رافضیوں کے مختلف فرقے

← رافضیوں کے شاخ در شاخ چودہا فرقے ہو گئے۔

لہ رجعت سے مراد اول بیعت نہ کرنا اس کے بعد پھر انکار سے ہٹ کر بیعت کی طرف رجوع ہو جانا ہے۔
 نہ رافضیوں کے اہل تین گروہوں میں سے ایک گروہ خاتیکہ کے مختلف فرقے تفصیل سے ان کے عقائد کے ساتھ بیان کر دیئے گئے،
 اب دوسرے اہل فرقے کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

چونکہ قطعیہ فرقے کے پیروؤں کو حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کا قطعی یقین تھا اسی لئے اس کو قطعہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ امامت کا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک لیجاتے ہیں اور آپ ہی کو قائم منتظر مانتے ہیں۔

قطعیہ

اس فرقہ کی نسبت کیسان کی طرف ہے یہ محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل تھے کیونکہ مبصرہ میں علم آپ ہی کو دیا گیا تھا۔

کیسانیہ

کریبیہ :- یہ لوگ ابن کریب ضرر کے ساتھی تھے۔ (اس لئے ان کو کربہ کہا گیا ہے)۔

عمیرہ :- اس فرقہ کے لوگ عمر کے ساتھی تھے اور جب انھوں نے ہمدی پر خردج کیا تو عمر ہی ان کا امام تھا۔

عمیرہ

یہ گروہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن بن حسین امام قائم ہیں اور امام قائم نے تمام بنی ہاشم کو چھوڑ کر اپنا وصی ابو منصور کو بنایا تھا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کی

محمدیہ

اولاد کو چھوڑ کر یحییٰ بن زون کو اپنا وصی بنایا تھا۔

اس گروہ کا خیال ہے کہ ابو منصور نے اپنے بیٹے حسین کو اپنا وصی بنایا تھا، اس لئے ابو منصور کے

حسینیہ

بعد حسین ہی امام ہوئے۔

یہ فرقہ نادس بصری کی طرف منسوب ہے وہی اس گروہ کا سردار تھا۔ یہ لوگ جعفر رضی اللہ عنہ کی امامت کے اور ان

ناوسیہ

کے زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں وہی قائم اور ہمدی ہیں۔

اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ جعفر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ان کے بعد اسماعیل امام ہوئے۔ یہی بادشاہ ہنیکے

اسماعیلیہ

امام منتظر وہی ہیں۔

یہ فرقہ سلسلہ امامت کو جعفر تک چلاتے ہیں اور اس کے قائل ہیں کہ امام جعفر نے محمد بن اسماعیل کی امامت

قرامضیہ

کی صراحت کی تھی، محمد زندہ ہیں پس وہی امام ہمدی ہیں۔

مبارکیہ دو سوال فرقہ ہے یہ مبارک نامی شخص سے منسوب ہے جو ان لوگوں کا سردار تھا، ان کا عقیدہ ہے کہ

مبارکیہ

محمد بن اسماعیل زندہ نہیں، وفات پا چکے ہیں لیکن ان کے بعد ان کی اولاد میں امامت جاری ہے۔

یہ فرقہ یحییٰ بن شعیب سے منسوب ہے جو ان کا سردار تھا۔ ان کا عقیدہ ہے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ امام ہیں ان کے

شمیطیہ

بعد امامت ان کے بیٹے پوتوں میں جاری و ساری ہے۔

یہ فرقہ افطیہ بھی کہلاتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر رضی اللہ عنہ کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ امام ہیں، عبد اللہ کے پاؤں

مغمریہ

بہت لمبے اور موٹے تھے، اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ہوئی۔

اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یونس بن عبد الرحمن سے مناظرہ کیا (ان کا فرقہ قطعیہ سے تعلق تھا)

مطموکیہ

یونس نے ان کے باپے میں کہا کہ تم لوگ کلاب مطموکیہ سے بھی زیادہ گندے ہو۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام مطموکیہ

پڑ گیا۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر زندہ ہیں، نہ مرے ہیں نہ مرنے والے ہیں۔ اس فرقہ کو واقعہ بھی کہتے

لہ کلاب مطموکیہ، بارش میں بھیجے ہوئے کتے۔

ہیں کیونکہ یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر ٹھہرتے ہیں

یہ لوگ سلسلہ امامت میں موسیٰ بن جعفر پر رک جاتے ہیں اس وجہ سے موسویہ سے ملقب ہیں لیکن (مطہویہ) برعکس یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم نہیں کہ موسیٰ زندہ ہیں یا مر گئے اگر کسی دوسرے کی امامت صحیح در درست ہو تو لوگ اس کو نافذ کرتے۔

یہ فرقہ سلسلہ امامت کو محمد بن حسن کی طرف چلاتا ہے اور ان کو امام قائم منظر (مہدی) تسلیم کرتا ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام قائم ظاہر ہو کر زمین کو عدل سے بھر دینگے جس طرح اب وہ ظلم سے بھر پور ہے۔

یہ فرقہ زرارہ نامی شخص کے ساتھیوں کا ہے جو عقیدہ معمریہ کا تھا وہی ان کا ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زرارہ نے معمریہ کی مخالفت ترک کر دی تھی جس کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ بن جعفر سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے عبداللہ ان کا جواب دے سکے تو لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور موسیٰ بن جعفر کی طرف رجوع کیا۔

رافضیوں کے اقوال (باطلہ)

رافضیوں کے اقوال یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں، شعبی کہتے ہیں کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ امامت حضرت داؤد (علیہ السلام) کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے درست نہیں اسی طرح رافضی کہتے ہیں کہ امامت حضرت علیؑ کی اولاد کے علاوہ کسی اور کی صحیح نہیں ہے۔ یہودی اس بات کے قائل ہیں کہ جب مسیح و جال خروج کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر رسی پکڑ کر اترینگے اس وقت جہاد ہوگا اس سے پہلے جہاد نہیں ہو سکتا۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ جب تک مہدی برآمد نہیں ہوں گے اور ایک منادی آسمان کی طرف سے ندا کرے گا اس وقت تک جہاد نہیں ہو سکتا۔ یہودی مغرب کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ آسمان پر ستاروں کا اجتماع ایک جال کی شکل میں نظر آنے لگے (اکافی سیاہی نہ پھیل جائے) رافضی بھی مغرب کی نماز میں اسی قدر تاخیر کرتے ہیں۔ یہودی قبلہ کی طرف سے کچھ پھرے ہوئے نماز میں ہوتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی فجر کی نماز صبح کے خوب روشن ہو جانے کے بعد ادا کرتے ہیں۔ رافضی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہودی نماز میں کپڑے لٹکائے رہتے ہیں۔ رافضیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ یہودی ہر مسلمان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں۔ رافضی بھی یہی خیال کرتے ہیں۔ یہودی عورتوں کی عدت کے قائل نہیں ہیں، رافضی بھی اسکے قائل نہیں ہیں۔ یہودی تین طلاقیں کو بے معنی سمجھتے ہیں، رافضیوں کا بھی یہی حال ہے۔ یہودیوں نے تورات میں تحریف کی ہے۔ رافضیوں نے قرآن میں تحریف کی۔ رافضی کہتے ہیں قرآن پاک میں تغیر و تبدل کر دیا گیا ہے۔

لے موسویہ تک چودھا فرقے ہو گئے صاحب غنیہ نے آغاز میں فرمایا تھا ”وَأَمَّا الرَّافِضَةُ فَلَا رِبَاحَ عَشْرًا فَرَقَهُ الْبَنِي لَفَرَعَتْ عَنْهَا“ الخ لیکن چودھا فرقے موسویہ پر ختم ہو جاتے ہیں لیکن صاحب غنیہ نے اس کے بعد دو فرقے اور بیان فرمائے ہیں۔ ایک امامیہ دوسرا فرقہ زرارہ، اس طرح کل فرقے اس شاخ کے سولہ ہوئے کہ چودھا۔

ترکیب ترتیب میں آٹھ پھیر کر دیائیں ہے، نزول کی ترتیب باقی نہیں ہے اور قرآن میں کئی دہشتی کر دی گئی ہے، قرآن کی قرات ایسے طریقوں سے کی گئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

بہودی جبریل (علیہ السلام) سے بغض رکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں، رافضیوں کا ایک گروہ بھی اس کا قائل ہے کہ جبریل نے وحی پہنچانے میں غلطی کی۔ علیؑ کے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کو وحی پہنچادی، اللہ نے ان کو وحی پر علیؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اللہ کرے یہ ہمیشہ تباہ اور غارت رہیں۔

مرجئہ کے فرقے

مرجئہ کے ۱۲ فرقے یہ ہیں۔

جہمیہ۔ صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ یونانیہ۔ سنجاریہ۔ غیلانیہ۔ شبیتیہ۔ حنفیہ۔ معاویہ۔ مرثیہ اور کرامیہ۔

مرجئہ کی وجہ تسمیہ ہے کہ اس فرقہ کے خیال میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل خواہ کتنے ہی گناہ کرے مگر وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، ایمان قول کا نام ہے عمل کا نہیں، اعمال احکام ہیں، ایمان صرف قول ہے، لوگوں کے ایمانوں میں باہم کمی بیشی نہیں ہوتی۔ پس عام آدمیوں کا ایمان، انبیاء کا ایمان اور ملائکہ کا ایمان ایک ہی ہے اس میں نہ کوئی زیادہ ہے نہ کوئی کم۔

اٹھارہ ایمان کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہنا چاہیے۔ بلکہ یقین کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کیا جائے اور کہا جائے میں یقیناً مومن ہوں۔ اس طرح نہ کہے میں انشاء اللہ مومن ہوں، جو شخص زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے اور عمل نہ کرے جب بھی وہ مومن ہے۔

جہمیہ فرقہ جہم بن صفوان سے منسوب ہے۔ جہم کا قول ہے کہ اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور ان چیزوں کو جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں صرف جاننے اور ماننے کا نام ایمان ہے۔ اس فرقہ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام نہیں کیا، اللہ تو کلام کرتا ہی نہیں ہے نہ اس کو دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اس کی جگہ جانی جاسکتی ہے اس کے لئے نہ عرش ہے نہ کرسی اور نہ وہ عرش پر ہے۔ انھوں نے نامہ اعمال تولے جانے اور عذاب قبر اور جنت دوزخ کے پہلا ہو جانے کا انکار کیا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ جب وہ دلوں پیدا ہونگے تو فنا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کلام نہیں فرمائے گا اور نہ روز قیامت ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ اہل جنت اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھائیں گے اور نہ اس کا دیدار جنت میں ہوگا۔ ایمان صرف اعتراف قلب کا نام ہے نہ کہ زبان سے اقرار کرنے کا۔ اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کی ہمتام صفات سے انکار کیا ہے۔

اس فرقہ کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ یہ لوگ خود کو ابو الحسن صالحی کے مذہب کا پیرو کہتے ہیں، ان لوگوں کا صالحیہ عقیدہ ہے کہ معرفت کا نام ایمان اور جہالت کا نام کفر ہے اور یہ کہ جس نے ثالث ثلاثہ (یعنی تین میں سے ایک

کھا جائے گا بلکہ کہا جائے گا کہ اس شخص نے فسق کیا ہے، فاسق نہ اللہ کا دوست ہوتا ہے نہ دشمن۔

ترکیبہ: یہ فرقہ بشر فریسی کا ہے، اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان تصدیق کا نام ہے، اور تصدیق دل اور زبان دونوں سے ہوتی ہے، ابن راوندی کا بھی یہی مسلک تھا اس کا قول تھا کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے بلکہ ایک علامت کفر ہے۔

یہ فرقہ ابو عبد اللہ بن کرم سے منسوب ہے اس کا عقیدہ ہے کہ زبانی اقرار ہی ایمان ہے، قلب کی تصدیق اس کے لئے ضروری نہیں، منافق حقیقت میں مومن تھے۔ قدرت فعل کو یہ وجود فعل سے مقدم جانتے ہیں خواہ قدرت فعل وقوع فعل کے ساتھ مقصّل و معاون ہو۔ اس کے برخلاف اہل سنت کہتے ہیں قدرت فعل وقوع فعل کے ساتھ ہے اور بغیر شرط کے اس کو مقدم کہنا جائز نہیں۔ ان کی کتابیں ابو الحسن صاحبی، ابن راوندی، محمد بن بشیب اور حمین بن محمد بخاری نے تصنیف کی ہیں۔ اس فرقہ کے ماننے والے زیادہ تر مشرق میں اور خراسان میں آباد ہیں۔

معتزلہ یا قدریہ کے اقوال

معتزلہ کی وجہ تسمیہ

۱۔ معتزلہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ لوگ حق سے کنارہ کش ہو گئے تھے (اعتزال کنارہ کش ہو جانے کو کہتے ہیں) دوسرے یہ کہ یہ لوگ مسلمانوں کے اقوال سے الگ تھلک ہو گئے تھے یعنی مسلمانوں میں گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مرتکب گناہ کبیرہ مومن ہے۔ کیونکہ اس میں ایمان موجود ہے، بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔ واصل بن عطاء نے قیسا قول ایجاد کیا اور کہا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن ہے نہ کافر، اس قول کی بنا پر وہ سب مسلمانوں سے الگ ہو گیا اور اہل ایمان سے کنارہ کش ہو گیا اس وجہ سے ان کو معتزلہ کہا جانے لگا۔ ۷۷۷

۲۔ معتزلہ کہنے کی یہ وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ یہ لوگ حضرت حسن بصری کی مجلس سے الگ ہو گئے تھے جب حسن بصریؒ کا ان کی طرف گزر ہوا تو انھوں نے فرمایا یہ لوگ معتزلہ (الگ ہو جانے والے) ہیں۔ اس وقت یہ لوگ عمرو بن عبیدہ کی پیروی کرتے تھے۔ حسن بصریؒ نے جب عمرو بن عبیدہ پر عتاب کیا تو لوگوں نے حسن بصریؒ کے اس غصہ پر آب کو ٹوکا، آپ نے فرمایا کیا تم ایسے شخص کے سلسلہ میں مجھ سے بگڑتے ہو۔ جیل کو میں نے خود خواب میں سورج کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

۳۔ معتزلہ کو قدریہ بھی کہتے ہیں، قدریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ انسان کے گناہوں کو قضا و قدر کے تحت نہیں سمجھتے بلکہ خود انسان کو اس کے گناہوں کا خالق سمجھتے ہیں۔

معتزلہ، جہمہ اور قدریہ صفات خداوندی کے انکار میں یکساں مسلک رکھتے ہیں، ہم اس سلسلہ میں ان کے کچھ عقائد پہلے بیان کر آئے ہیں: اس مسلک کی کتابوں کے مصنف ابو الہذیل - جعفر بن حرب خیاط - عبی - ابو الہاشم - ابو عبد اللہ بصری - عبد الجبار بن احمد ہمدانی ہیں، ان کا مذہب ابواء، عسکر اور جہنم میں زیادہ پھیلا، معتزلہ کے مندرجہ ذیل چھ فرقے ہیں۔

عہ عمرو بن عبیدہ

عہ واصل بن عطاء۔

ہذلیہ نظامیہ معماریہ - جیاتیہ - کعبیہ اور ہشیمیہ وہ باتیں جن پر معتزلہ کے تمام فرقے متفق ہیں وہ ذلت باری کی نفی پر مشتمل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم قدرت حیات سمیع اور بصیر کی نفی کرتے ہیں اسی طرح وہ ان صفات کی نفی کرتے ہیں جو شریعت سے ثابت ہیں مثلاً استواء نزول وغیرہ وہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ کا کلام محدث (نوپیدا شدہ) ہے اور اس کا ارادہ بھی محدث ہے نیز یہ کہ اس نے اس کلام سے تکلم فرمایا جس کو اس نے اپنے غیر میں پیدا کیا (مثلاً درخت وغیرہ) اللہ ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ حادث ہے جو محل کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے معلوم کے خلاف ارادہ کرتا ہے (یعنی جاننا ہے کہ ایک فعل نہیں ہوگا اور پھر اس فعل کا ارادہ کرتا ہے)۔

بندوں کی طرف سے جو فعل ہونے والا نہیں ہے اللہ اس کا ارادہ کرتا ہے اور جو بات ہوگئی ہے وہ نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مقدرات پر قادر نہیں ہے بلکہ یہ محال ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے افعال کو پیدا نہیں کیا بلکہ بندے ہی ان افعال کے خالق ہیں۔ بکثرت ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان کھاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بندوں کا رزق نہیں بنایا ہے جب کہ وہ حرام ہوں۔ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ حلال ہی کو رزق بناتا ہے نہ کہ حرام کو۔ آدمی کبھی اجل معین سے پہلے قتل کر دیا جاتا ہے اور قاتل وقت سے پہلے اس کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔

مومن گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے اگرچہ کافر نہیں ہو جاتا لیکن ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اس کی تمام نیکیاں برباد جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ معتزلہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے رسول اللہ کی شفاعت کے بھی منکر ہیں۔ معتزلہ میں اکثر ایسے ہی ہیں جو عذاب قبر کو نہیں مانتے اور میزان کا انکار بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خلیفہ وقت کی اطاعت ترک کرنے اور اس کے خلاف خروج کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ زندہ کی دعایا خیرات سے مرنے کو فائدہ اور نفع نہیں پہنچتا، یہ لوگ حصول ثواب کو نہیں مانتے، ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے آدم سے کلام کیا اور نہ نوح سے اور نہ ابراہیم (علیہم السلام) سے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ جبریل، میکائیل اور اسرافیل سے، نہ ان ملائکہ سے کلام کیا جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی طرف بھی نہیں دیکھے گا نہ ابلیس، یہودیوں اور نصاریوں سے کلام فرمائے گا۔

ہذلیہ فرقہ ہذلیہ کا بانی اور سردار ابو الہذیل اس عقیدے میں معتزلہ کے دوسرے فرقوں سے منفرد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے علم بھی ہے اور قدرت بھی، سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ کلام مخلوق ہے اور کچھ غیر مخلوق۔ لفظ کن غیر مخلوق ہے، اللہ اپنی مخلوق کا دشمن نہیں ہے۔ اللہ کے مقدرات کی ایک خاص حد ہے۔ اہل جنت جنت میں رہیں گے لیکن وہ حرکت پر قادر نہ ہونگے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کو حرکت دینے پر قادر ہوگا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ مرنے، معدوم اور عاجز سے فعل کا صدور ہو سکتا ہے۔ ابو الہذیل کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے سمیع نہیں ہے۔

فرقہ نظامیہ کا بانی اور سردار نظام تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جمادات تخلیقی امر ربیہ کے موافق عمل کرتے ہیں۔ وہ نظامیہ سوائے حرکت اعتمادیہ کے تمام اغراض کی نفی کرتا ہے (یعنی کسی عرض کا وجود تسلیم نہیں کرتا سوائے حرکت اعتمادیہ کے) وہ کہتا ہے کہ انسان روح کا نام ہے اور کسی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا بلکہ انسان کے جسم کو دیکھا۔ علم الکلام کے یہ مسائل صرف خواص کے لئے قابل توجہ ہیں۔ عوام اور حضرت غوث اعظم کے پرستاروں سے گزارش ہے کہ وہ ان مسائل پر غور و خوض نہ فرمائیں۔

اجماع کے خلاف اس کا قول یہ بھی تھا جس نے قصداً نماز کو ترک کر دیا تو لوٹنا اس کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ نظامِ اجماع اُمت کا قائل نہیں تھا وہ کہتا تھا کہ ان کا اجماع باطل پر تھا۔ وہ اس کا بھی قائل تھا کہ ایمان کفر کی طرح ہے اور طاعت گناہ کے مانند اور حضور کا فعل ابلیس لعین کی طرح ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت حجاج کی سیرت کے مانند ہے، اس نے اس قول کو اس دلیل کے ساتھ اختیار کیا تھا کہ تمام جاندار ایک ہی جنسیت رکھتے ہیں (اس لئے ہر فعل اچھا ہے یا بُرا دوسرے فعل کی طرح ہے) نظام کا یہ بھی قول تھا کہ قرآن حکیم اپنی ترتیب عبارت کے اعتبار سے معجزہ نہیں ہے۔ اس کا قول ہے کہ بچہ اگر دوزخ کے کنائے پر ہو تب بھی اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہیں کہ اس کو جلا ڈالے یا دوزخ میں پھینک دے اہل قبلہ میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ اقوال کفر کیے ہیں۔ یہ کہتا تھا کہ جسم کی تقسیم کسی حد پر بھی جا کر ختم نہیں ہو سکتی (لا تقنا ہی ہے) اس کا قول تھا کہ سانپ، بچھو، گوبر کے کیرے، کتے اور سور بھی جنت میں ہیں۔

فرقہ معمریہ کا بانی معمر تھا، اس کے اقوال مادہ پرستوں کی طرح تھے بلکہ ان سے بھی کچھ بڑھ کر، یہ کہتا تھا کہ اللہ نے رنگ پیدا کیا ہے اور نہ ذائقہ، نہ بو، نہ زندگی نہ موت بلکہ یہ سب جسم کے طبعی خواص ہیں (پھر نے انہیں ایسا ہی پیدا کیا ہے) وہ کہتا تھا کہ قرآن بھی اللہ کا فعل نہیں ہے بلکہ جسم کے افعال ہیں، اس نے اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کا بھی انکار کیا ہے، اللہ اس کا ناس کرے اور اس اُمت سے اس کے خیالات کو دور رکھتے۔

جبائے فرقہ کا سردار جبائی تھا، چند امور میں اس نے اجماع کے خلاف کیا اور سب سے اگاہ ہو گیا، ان امور میں سے ایک ہے کہ وہ کہتا تھا ”بندے اپنے افعال کے خالق ہیں اور اس بات میں اس سے کوئی سبقت نہیں لے جاسکتا یعنی اس سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ عورتوں میں حمل کی تخلیق کرتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ بندے جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کا قول تھا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ انشاء اللہ میں کل کو اپنا قرض ادا کر دوں گا اور قرض ادا نہ کرے تو وہ حادث (قسم توڑنے والا) ہوگا اور انشاء اللہ کہنے سے اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ کہتا تھا کہ پانچ درہم کی چوری کرنے سے آدمی ناسق ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے ایک جتہ بھی کم ہے تو ناسق نہیں ہوگا۔

مہشمیہ فرقہ ابو الہاشم سے منسوب ہے، ابو الہاشم جبائی کا فرزند تھا اس کا قول تھا کہ مکلف قادر ہوتا ہے فاعل اور تارک نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے فعل پر عذاب دے گا، اگر گنہگار تمام گناہوں سے توبہ کر لے اور ایک گناہ سے نہ کرے تو جن گناہوں سے اس نے توبہ کی ہے وہ توبہ بھی صحیح نہ ہوگی۔

کعبیہ یہ فرقہ ابو القاسم کعبی بغدادی سے منسوب ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے سمیع و بصیر ہونے سے انکار کیا ہے اور اس کا بھی منکر تھا کہ اللہ حقیقت میں صاحب ارادہ ہے، وہ کہتا تھا کہ بندوں کے افعال کے متعلق اللہ کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں ان افعال کا حکم دینا اور اپنے فعل کے ارادہ کرنے کے معنی ہیں فعل کو جاننا اور مجبور نہ ہونا۔ ابو القاسم کہتا تھا کہ عالم میں خلا محال ہے اور جسم کی صرف بیرونی سطح حرکت کرتی ہے گویا کوئی شخص اگر جسم پر تیل لٹکا کر چلے (تو اس نظریہ کے مطابق) تو وہ خود متحرک نہ ہوگا بلکہ تیل متحرک ہوگا، یہ فرقہ ان کو حادثہ تو کہتا تھا مگر اس کے مخلوق ہونے کا قائل نہیں تھا۔

فرقہ مشبہ کے عقائد و اقوال

مشبہ کے تین فرقے ہیں ہشامیہ - مقاتلیہ - واسمیہ -

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ جسم ہے اس لئے کہ کسی موجود کا علم بغیر جسم کے نہیں ہو سکتا۔ رافضیوں اور کرامیہ فرقے پر مشبہ کے عقائد کا بہت غلبہ تھا، ہشام بن حکم نے مشبہ فرقے کی کتابیں تالیف کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جسمانیت کے اثبات میں خصوصیت سے ایک کتاب تالیف کی ہے۔

یہ فرقہ ہشام بن حکم کی طرف منسوب ہے، اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے جس میں طول، عرض اور عمق موجود ہے۔ ہشامیہ ہے وہ ایک چمکدار لوز ہے لیکن اس کی ایک مقدار مقرر ہے، وہ کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھتا ہے وہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی وہ سیال چاندی کی طرح ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ ہشام نے کہا کہ اللہ کے لئے سب سے اچھی مقدار (قامت) سات بالشت ہے، پوچھا کیا تیرا رب بڑا ہے یا کوہ احد؟ اس نے جواب دیا میرا رب بڑا ہے۔

یہ فرقہ مقاتل بن سلیمان کی طرف منسوب ہے، مقاتل کا عقیدہ تھا کہ اللہ انسان کی شکل میں جسم ہے، اس کے گوشت و ہڈیاں بھی ہیں اور خون بھی، سر، زبان، گردن اور دوسرے اعضاء و جوارح بھی ہیں لیکن اس کی کوئی چیز کسی چیز کے مشابہ نہیں ہے نہ کوئی شئی اس سے مشابہ ہے۔

جہمیہ کے اقوال

جہم بن صفوان اس قول میں سب سے منفرد اور الگ تھلک ہے کہ جو افعال انسان سے سرزد ہوتے ہیں ان کا حقیقی فاعل وہ نہیں ہے بلکہ مجازاً اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے جیسے مثلاً کہا جاتا ہے کہ درخت لمبا ہو گیا، کھجور پک گئی، یہ سب بطور مجاز ہے۔ یہ اللہ کو تشبیہ کرنے کا منکر اور اللہ کے علم کے حادث ہونے کا قائل تھا، اس کا عقیدہ تھا کہ چیزوں کی پیدائش سے پہلے ان کا علم اللہ کے لئے محال ہے، وہ جنت اور دوزخ دونوں کو فانی کہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے صفات کے وجود کی نفی کرتا ہے جہم کے مسلک کے لوگ (جہمی) شہر تزد کے ہیں۔ مرو میں بھی اس کے ہم خیال لوگ پائے جاتے ہیں، نفی صفات پر اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اس کو مسلم بن احمر ماروانی نے قتل کر دیا۔

ضراریہ کے اقوال

ضراریہ فرقے کو ضرار بن عمرو سے نسبت ہے، ضرار اس امر کا قائل تھا کہ اجسام مجموعہ اعراض کا نام ہے، اجسام کا اعراض بن جانا اس کے نزدیک جائز تھا، (اس طرح جو ہر عرض میں ان کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہوا) ضرار کا عقیدہ تھا کہ قدرت

لے واسمیہ کے عقائد وہی ہیں جو ہشامیہ اور مقاتلیہ کے ہیں، صاحب غنیہ نے واسمہ فرقہ کا کوئی قول بیان نہیں فرمایا ہے اس کتاب میں حاشیہ پر صرف اسی قدر ہے کہ واسمہ کے عقائد دونوں فرقوں سے مشابہ ہیں ان میں کوئی مندرجہ نہیں۔

قادر کا جز ہے اور یہ فعل کے صدور سے پہلے ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی قرائتوں کا منکر تھا۔

نحاریہ کے اقوال

نحاریہ فرقہ جہن بن محمد بنحاریؒ کی طرف منسوب ہے، بنحاریہ بندوں کے فعل کا حقیقی فاعل اللہ کو بھی قرار دیتا ہے اور بندہ کو بھی اور ارادہ الہی کے سوا معتزلہ کی طرح باقی تمام صفات الہیہ کی نفی کرتا ہے چنانچہ اس نے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے لئے قدیم ارادہ کرنے والا ہے، وہ خلق قرآن کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ کے صاحب ارادہ ہونے کے معنی ہیں اللہ کا مجبور و مغلوب نہ ہونا اسی طرح اللہ کے متکلم ہونے کے معنی ہیں کلام کرنے سے عاجز نہ ہونا، اسی طرح اللہ کے جواد اور سخا ہونے کے معنی ہیں بخیل نہ ہونا۔ بنحاریہ کا مسلک ابن عون اور ابو یوسف لازمی کے مسلک کے مطابق ہے، اس کے مسلک کے پیرو زیادہ تر کاشان میں آباد ہیں۔

کلابیہ کے اقوال

کلابیہ فرقہ ابو عبد اللہ بن کلاب کی طرف منسوب ہے اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی صفات نہ قدیم ہیں نہ حادث، نہ علین ذات ہیں نہ غیر ذات، آیت الرحمن علی العرش استویٰ میں استوی ہونے کے معنی ہیں کچ نہ ہونا، اللہ تعالیٰ جس حال پر پہلے تھا اسی پر ہمیشہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی مخصوص جگہ نہیں، اس کا قول تھا کہ شران کے حروف نہیں ہیں۔

سالمیہ فرقے کے اقوال

فرقہ سالمیہ ابن سالم کی طرف منسوب ہے، اس کے بہت سے اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ محمدی آدمی کی شکل میں دیکھا جائے گا، جن دانش، طائیکہ اور حیوان ہر ایک کے سامنے اسی کی حیثیت میں اللہ نمودار ہوگا، اللہ کی کتاب میں ان کی تکذیب موجود ہے لیکن کذبہ شئی ذہو التیمع البصیرہ (اللہ کی طرح کوئی چیز نہیں ہے، وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے) اس فرقہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ایک از سر بستہ ہے اگر وہ اس کو ظاہر کرے تو نظام عالم درہم و برہم ہو جائے اور انبیاء کا بھی ایک از سر بستہ ہے اگر اس کا اظہار ہو جائے تو نبوت تباہ ہو جائے اور علما کا بھی ایک راز ہے اگر وہ کھل جائے تو علم ضائع ہو جائے مگر یہ قول غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا انتظام ناقابل زوال ہے، تباہی اور بربادی اس کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتیں۔ اگر اس گروہ کے اس قول کو سچ مان لیا جائے تو حکمت الہی بے سود اور باطل قرار دینے تک پہنچا دیتی ہے اور حکمت الہی کو باطل قرار دینا کفر ہے، اس فرقہ کا یہ بھی قول ہے کہ قیامت کے دن کافر اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کا حساب کتاب لے گا۔

ان کا قول ہے کہ دوسری مرتبہ ابلیس نے آدم کو سجدہ کر لیا تھا، قرآن مجید میں ان کے اس قول کی تکذیب جو ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّ ابْلَیْسَ ابْنِ دَاسُتَکْبَرُوْکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ** (ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا)۔ دوسری آیت میں ہے **اِکْبَیْطْ لَکُمۡ نِکۡنَ مِنَ السَّاجِدِیْنَ** (سو اے ابلیس کے کوہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا)۔

اس فرقہ کا یہ قول بھی ہے کہ ابلیس جنت میں داخل نہیں ہوا، اس بات کی تکذیب بھی قرآن حکیم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے اُخْرِجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَاجِعٌ ۖ اٰ جنت سے نکل جاے شبہ تو مردود ہے :

اس فرق کا یہ قول بھی ہے، جبریل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تھے مگر اپنی اصل جگہ سے بیٹے بھی نہیں تھے یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تو حضرت موسیٰ میں کچھ غرور (خود بھی) پیدا ہو گیا۔ اللہ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ تم خود پسند ہو گئے ہو، آنکھیں اٹھا کر تو دیکھو، موسیٰ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے سو طور نظر آئے اور ہر طور پر ایک موسیٰ موجود تھا، اصحاب حدیث اور اہل روایت کے نزدیک ان کا یہ قول بالکل لغو۔ غلط اور باطل ہے، اللہ کے رسول پر دروغ بندی کرنے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید کے طور پر فرمایا تھا کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ لگایا اس کو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

ان کا یہ قول بھی تھا کہ اللہ بندوں سے طاعت کا ارادہ کرتا ہے معصیت و گناہ کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ان کی نافرمانیاں ان ہی کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔ یہ سب خرافات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يَرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا" (اللہ جس کے فتنہ یعنی کفر کا ارادہ کرے تو اللہ سے تم اس کو بالکل نہیں بچا سکتے) اور "وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَنُوكُمْ" (اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے)۔

ان کا ایک خیال یہ بھی ہے کہ نبوت سے قبل اور حضرت جبریل کے آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک یاد تھا، اس قول کی تکذیب بھی قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

مَا كُنْتُ سَمْعِي مَا الْكِتَابُ وَلَا إِلَاسَانٌ ۚ (اے رسول تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیسے اور نہ اہل ان سے افق تھے) مَا كُنْتُ تَسْمَعُ مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُ بِمِيزَانٍ ۚ (اس سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے)۔

یہ فرقہ اس بات کا بھی قائل ہے کہ اللہ ہر قاری کی زبان سے پڑھتا ہے جب یہ لوگ کسی قاری کی زبان سے قرآن سنتے تھے یہ قول حلول کے عقیدہ تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ کبھی تسمان غلط پڑھتا اور غلط تلفظ کرتا ہے کیونکہ کبھی کبھی قاری سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ ہر جگہ ہے عرش وغیرہ کی تخصیص نہیں۔ تسمان پاک میں ان کے اس قول کی بھی تکذیب موجود ہے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ اَللّٰهُمَّ عَلَيَّ الْعَرْشِ اسْتَوِ ۚ (خدا نے عرش پر قرار پکڑا)

اللہ تعالیٰ نے عرش پر مستوی ہونا فرمایا ہے، زمین پر پہاڑوں پر یا حاملہ عورتوں کے پیٹوں پر مستوی ہونا نہیں فرمایا عقاید اور اصول کے بارے میں یہ آخری بیان ہے جو اشارہ و اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا درحقیقت ہم نے گمراہ فرقوں کے مذاہب مختلف کے ہر مذہب کے ابطال کی طرف اشارہ ہمیں کیا محض اس خوف سے کہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے۔

بس میں نے ان کے چند اقوال کا ذکر ہی کر دیا تاکہ ان کی شناخت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم سب کو ان مذاہب (باطلہ) اور ان کے معتقدین کے شر سے بچائے اور ہمیں اسلام اور سنت پر اور فرقہ ناجیہ میں اپنی رضا سے موت عطا

فرمائے۔ (آمین)

باب ۱۰

مواعظ قرآن و حدیث

کے بیان میں

چند مجالس

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝
 پہلی مجلس: (تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ چاہو مردود شیطان سے) — کی تشریح
 یہ سورہ نحل کی ایک آیت ہے، سورہ نحل مکی ہے، سورہ نحل کی طرف تین آخری تہوں کا نزول مدینہ میں اس کی کل آیات ۱۲۸ ہیں
 شیطان اور کل الفاظ ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس اور کل حروف ۷۰۹، (سات ہزار سات سو نو) ہیں، اس سورہ کی شان نزول۔
 اہل تفسیر نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار مکہ معظمہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں سورت النجم اور واللیل اذانی
 تلاوت فرمائی اور دونوں سورتوں کی قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ سورہ النجم میں جب آپ آیت اَنْزَلْنَاهُ الْوَلَدَ وَالْعَنَى د
 مَنَآةَ النَّالِثَةِ اَذْخَرَى (بھلا آپ نے لات وغری اور تیسرے منات کو دیکھا...) پڑھیں تو آپ کو اونگھ آگئی اور شیطان
 نے آپ کی قرأت میں ہم آواز ہو کر یہ الفاظ ملا دیئے۔ تِلْكَ الْغُرَاثُ نِقْيُ الْعَلَى دَعْنَدَهَا الشَّفَاعَةُ تُزْجَى۔ (یہ عالی قدر
 بت میں جن کی شفاعت کی امید ہے) مشرک یہ سن کر بہت خوش ہوئے وہ لوہوں کی شفاعت ثابت ہی کرتے تھے اور کہتے تھے یہ
 اللہ کے پاس ہمارے شفیع ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو نقل فرمایا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ۝ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کے قریب پہنچادیں۔
 مشرکین کہا کرتے تھے کہ بت ایک پاک اجسام ہیں ان کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے پس یہ بادشاہوں اور ملائکہ کے
 مقابلہ میں عبادت کے لئے زیادہ موزوں اور بہترین ہیں اس لئے کہ ان کے لئے گناہوں کا امکان ہے اور وہ ذی روح ہیں۔ انھوں نے
 بتوں کو غرائق سے تشبیہ دی ہے، غریق یا غرق کی جمع ہے غرقون نر بندے کو کہتے ہیں، بلندی مرتبہ کے باعث کفار بتوں کو
 غرائق کہا کرتے تھے اس وجہ سے بھی کہ نر پرندہ زیادہ اونچا اڑتا ہے، بعض کا قول ہے کہ غرقون ایک سفید آبی رنگ کا پرندہ
 ہوتا ہے بعض لوگ اس کو نر کس یا کلنگ کہتے ہیں، گداز بدن والے جو ان آدمی کو بھی غرقون کہا جاتا ہے۔ حضرت علی

سے مروی حدیث اس مفہوم کو واضح کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش کے ایک غرقون (گداز جسم کے نوجوان) کو دیکھ رہا ہوں
 کہ وہ قریش کو اپنے خون میں لتھیر رہا ہے۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ غرقون سے مراد فرشتے ہیں۔ کافروں کا یہ گدہ ملائکہ
 کی پرستش کرنا اور وہ ملائکہ کو اپنا شفیع سمجھتا تھا۔ غرض حضور نے جب سورت النجم ختم فرمائی تو سجدہ اس وقت وہاں جو
 مسلمان یا مشرک موجود تھے سب نے سجدہ کیا صرف ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہیں کیا۔ ولید ایک بوڑھا شخص تھا اس نے ایک گھٹھی

مٹی اٹھائی اور اپنی پیشانی سے لگا کر سجدہ کر لیا اور کہنے لگا کیا ہم اس طرح جھک جائیں جس طرح اُمّ ایمن اور اس کے ساتھ اہل عورتیں جھکتی ہیں۔ ایمن رسول اللہ کے خادم تھے جو یوم حنین میں شہید ہو گئے۔

مذکورہ بالا دونوں جملے ہر کاسر کے دل میں گھر کر گئے، حالانکہ یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی اور اسی کا اٹھایا ہوا فتنہ تھا۔ اسی نے ان جملوں کو رسول اللہ کی قسرات میں شامل کر دیا تھا، سب لوگوں کے سجدہ کرنے پر منسرفین (مسلمانوں اور مشرکوں) کو تعجب ہوا مسلمانوں کو تو اس دہرے سے کہ بغیر ایمان و ایقان کے مشرکوں نے سجدہ کیا اور رسول اللہ کی پیروی کی اور مشرکین کو اس دہرے سے خوشی ہوئی کہ محمدؐ اپنے اور اپنی قوم کے اول مذہب کی طرف واپس آ گئے، انھوں نے اپنے معبودوں کی تعظیم کے لئے سجدہ کیا تھا۔ شیطان کی شیطنت سے یہ دونوں جملے لوگوں میں خوب پھیل گئے یہاں تک کہ حبش میں بھی ان کی خبر جا پہنچی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات بڑی شاق گزری۔ شام کو جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے میں ان دونوں جملوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میرے رب نے یہ دونوں کلمے نہیں آئے گئے تھے ان کے پہچانے کا حکم دیا۔ حضورؐ پر جب یہ بات واضح ہوئی تو آپ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کیا میں نے شیطان کا کہا مانا اور اس کا کلام اپنی زبان سے ادا کیا اور شیطان کے کلام کو اللہ کے کلام کے ساتھ ملا دیا! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان شیطانی الفاظ کردہ جملوں کو (سورہ النجم) سے الگ کر دیا اور رسول اللہ پر (آپ کی طہانیت خاطر کے لئے) یہ آیت اُناری۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْفِى الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ أَيْتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ہم نے آپ سے پہلے جو رسول اور نبی بھی بھیجا تو جب اس نے اللہ کا کلام پڑھا تو شیطان نے اس کی قرأت میں ضرور ہی دخل اندازی کی۔ پس جو کچھ شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے اور وہ اپنی آیات کو مستحکم کرتا ہے، خدا دانا اور حکیم ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کی منجوع عبارت اور اس کے فتنے سے اپنے نبی کو بری کر دیا تو مشرک پھر اسی گمراہی اور عداوت پر لوٹ آئے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے پناہ طلب کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝

جب قرآن پڑھو تو بھٹکارے ہوئے شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو تعوذ پڑھو۔ (آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)۔ رجیم کے معنی ماندہ، بھٹکارا ہوا اور مردود کے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین کے لئے آعوذ باللہ پڑھنے سے زیادہ سخت چیز اور کوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّهُ كَيْسٌ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَكَّلُونَ لَهُمْ فَيُضِلُّهُمْ عَنْ دِينِهِمْ

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر کھبر دہہ کہتے ہیں شیطان کا ان پر قابو نہیں چل سکتا (کہ وہ ان کو سیرھے راستے سے بھٹکا سکے) شیطان کا قابو تو صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس سے دستبردار نہیں ہیں (اکی پیروی کرتے ہیں) پس وہ ان کو اپنے دین سے بہکا دیتا ہے اور شیطان

رَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۝
 کا تسلط ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک مانتے ہیں
 اعوذ کے معنی ہیں "میں پناہ پاتا ہوں" "پناہ لیتا ہوں" "رجوع کرتا ہوں" معاذ پناہ کی جگہ عوذ اور عیاذ
 اعوذ کی تشریح مصابیح، عاذرہ (صیفہ مانی) بمعنی اُس نے اُس کی پناہ لی "یعوذ بہ (صیفہ مضاعف) وہ اس کی پناہ لیتا ہے
 معاذ اللہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ ہذا عوذ لئلیٰ مبتدا اخاف کے معنی ہیں "جس چیز کا مجھے خوف ہے اس سے میرے لئے
 یہ پناہ ہے۔ یا مجھے پناہ دینے والا ہے" اس طرح گویا بندہ اللہ کی پناہ لیتا ہے تاکہ وہ اللہ کی پناہ میں شیطان کے شر سے محفوظ رہے
 وَالْعَوْدُ بِالْقُرْآنِ کے معنی ہیں قرآن کے ذریعے شفا حاصل کرنا۔ استعاذہ کے معنی بعض لوگوں نے سچاؤ اختیار کرنا "لے
 ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی والدہ کے قول کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔

إِنِّي أَعِيزُ خَابِكِ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝
 میں اس کو معنی مریم کو اور اس کی نسل کو شیطان مردود
 سے تیری حفاظت میں دیتی ہوں۔
 شیطان شیطن سے بنا ہے، شیطن کے معنی ہیں رس منحرک دراز، اور دور ہونا، شیطان چونکہ خیر سے دور ہے
 اور شر کے اندر طویل و متحرک۔ انسان کو شیطان کہنے سے مراد ہے کہ اس سے شیطان کی طرح افعال کا صدور
 ہر بری چیز شیطان سے مشابہہ ہے، عربی کا ایک محاورہ ہے "كَانَ دُجْهًا دُجْهَ الشَّيْطَانِ"
 (اس کا چہرہ شیطان کے چہرے کی طرح ہے)۔ وَكَانَ رَأْسُهُ مِثْلَ الشَّيْطَانِ، اور اس کا سر شیطان کے سر کی مانند
 تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۱. طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رَءُوسُ الشَّيْطَانِ ۝ (اس درخت کی شاخیں شیطانوں کے سروں کی مانند ہیں)
 اس آیت میں شیطاں کے یہی عرفی معنی ہیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ شیطاں بڑے بد صورت سانپ ہوتے ہیں شیطاں
 ایل یعنی گھوڑے کی گردن کے بالوں کو بھی کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان ایک مشہور گھاس کا نام ہے۔ رجیم بمعنی مرجوم
 (پھٹکارا ہوا) جس پر اللہ کی لعنت کی مار ہے۔ اللہ نے اس کو نافرمانی اور حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اپنی بارگاہ سے
 لعنت کے ساتھ دور کر دیا، اسے فرشتوں نے نیزوں سے مارا اور آسمان سے زمین کی طرف پھینکا پھر اس پر ستاروں کے ٹکڑوں
 کی بھی مار پڑتی رہے گی اور اسی کے ساتھ ساتھ پھٹکارا بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۲. وَجَعَلْنَا هَارُوتَ وَمَارُوتَ لِلشَّيْطَانِ ۝
 شیطان اللہ تعالیٰ سے دور ہے اور ہر بھلائی سے دور ہے وہ جنت سے دور اور دوزخ سے بہت قریب ہے۔
 شیطان کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مکرمہ کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تاکہ دوزخ
 سے دور اور جنت سے نزدیک ہو جائیں اور جزا و سزا کے مالک کے چہرے کی طرف دیکھ سکیں، گویا کہ اللہ عزوجل
 ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! شیطان مجھ سے دور رہے اور تو مجھ سے قریب رہے لہذا ہر حال میں حسن ادب کو ملحوظ رکھ
 یہاں تک کہ تجھ پر شیطان کا داؤں نہ چلے اور کسی بہانے وہ تجھ پر قابو نہ پاسکے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں حتی المقدور
 خداوند تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھنا ہے۔ اگر بندہ ان چیزوں پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہو اور ان پر ہمیشہ گامزن رہے تو اس
 کو نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ شیطاں کے فتنوں اور وسوسوں، نفس کے خطروں اور دغدغوں، قبر کے فشار و عذاب، قیامت

کی شدت اور ہول، دوزخ کے عذاب اور اس کے قرب سے نجات حاصل ہوگی، ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں جنت المادی کے اندر پیغمبروں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوگا جو نہایت عمدہ رفیق اور ساتھی ہیں۔ ایسا بندہ ہر حال میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ** میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا۔

جب بندے پر اللہ کی بندگی اور عبودیت کا نشان ہو ضعیف اور زہیل، کمتر شیطان کو اس پر غلبہ کا موقع نہیں ملے گا، نہ جلوت میں نہ خلوت میں، نہ خیالات پر نہ عمل پر نہ خواہشات پر نہ اعصاب پر شیطان کا اثر قائم ہو سکے گا۔ بلکہ بندہ اس دلت اس قسم آواز سننے کا کہ "اسی طرح ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کیا جنہوں نے خواہشات کو چھوڑا اور حق کی پیروی کی اور ہدایت پائی" ایسے شخص کے حق میں فرشتے باہم جھگڑتے ہیں اور عالم ملکوت میں اس کو عزت کے نام کے ساتھ پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ مستوی عرش ہونے کی صورت میں اپنے کلام قدیم کے ساتھ جو شیطان کی ملاوٹ اور باطل کی آمیزش سے قاری کی قرأت کے وقت محفوظ کر دیا گیا ہے، اپنے اس بندہ پر غر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

لَئِنْ لَمْ يَنْصُرِكُ عَنْهُ الشَّوْءُ وَالْفَحْشَاءُ إِنَّهُ
مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ

ایسا اس لئے ہے کہ ہم اس (بندہ سے) برائی اور بے حیائی کو
رفع فرمادیں بلاشبہ وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے ہے۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بندہ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرا اور شیطان مردود سے بھاگا اور اس کی پکار سے

بچا۔ چنانچہ یہ ڈر تو اللہ کی طرف سے آچکا ہے۔
إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوا لَهُ عَدُوًّا ۚ وَلَقَدْ
خَلَّ بَيْنَكُمْ بَيْنًا كَثِيرًا ۖ فَلَمْ تُكُونُوا تَعْقِلُونَ

بیشک، شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔
شیطان نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، کیا تم نہیں سمجھتے۔

غرض شیطان کی پیروی ہر بد بختی اور مصیبت کی اصل ہے اور شیطان کی مخالفت میں خوش نصیبی، آرام، راحت،

ہدایت اور لازوال جنت (کا حصول) ہے۔

اعوذ باللہ پڑھنے سے پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول دین و ہدایت پر استقامت، دوم،
معوذ کے فائدے شیطان مردود کے شر اور فساد سے بچاؤ، سوم، اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعہ اور قرب کے مقام پر داخلہ۔
ہدایہ، پیغمبروں، صدیقیوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقام امن تک رسائی، پنجم، ممالک زمین و آسمان کی آمد کا حصول۔

بعض کتب سابقہ میں آیا ہے کہ جب شیطان کہیں و مردود نے اللہ سے کہا کہ میں تیرے بندوں کے آگے پہنچے اور
ابنیں بائیں سے آؤں گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و عظمت کی قسم ان کو میں حکم دوں گا کہ وہ تیرے آگے سے بچنے
کے لئے میری پناہ میں آنے کی درخواست کریں، جب وہ مجھ سے یہ درخواست کریں گے تو میں اپنی ہدایت کے ذریعہ دائیں جانب سے

در اپنی عنایت کے ذریعہ بائیں طرف سے، اپنی نگہداشت کے ذریعہ ان کی پشت سے اور اپنی اعانت کے ذریعہ ان کے سامنے
سے ان کی حفاظت کروں گا۔ اے ملعون تیرا ہر کان ان کو نقصان نہ پہنچا سکیگا۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
سلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ دن بھر اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ حضور کا

یہ بھی ارشاد ہے کہ سداً پناہ طلب کر کے گناہوں کے دروازوں کو مقفل کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر طاعت و بندگی کے دروازوں کو کھول دو، روایت ہے کہ مومن کو گمراہ کرنے کے لئے ابلیس (لعین) روزانہ ۳۴۰ شکر بھجوتا ہے، جب مومن اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کی طرف بین سوساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر مرتبہ نظر فرمانے سے شیطان کا ایک شکر تباہ ہو جاتا ہے وہ چیز جس سے شیطان ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ یا تو استعاذہ (اللہ کی پناہ طلب کرنا) ہے یا عارفوں کے دلوں کی نور معرفت کی شعاع ہے، اگر تم عارفوں میں سے نہیں ہو تو تم پر متغیوں کا استعاذہ لازم ہے یہاں تک کہ تم عارفوں کے درجہ تک پہنچو، جب تم عارفوں میں سے ہو جاؤ گے تو تمہارے دل کی نورانی شعاع شیطان کی شوکت کو توڑ ڈالے گی اور اس کے شر کو نیست کر دے گی اور اس کے اثرات فنا ہو جائیں گے اور تمہاری ذات کے اندر اس کا جو لشکر کا فرمائی کے لئے موجود ہے اس کے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور پھر بسا اوقات ایسا ہوگا کہ تم اپنے بھائیوں اور اپنے پیروؤں کے لئے نگہبان بن جاؤ گے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! شیطان تمہارے سایہ سے بھاگتا ہے! آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس وادی سے عمرؓ گزرتے ہیں شیطان اس وادی کو چھوڑ کر دوسری وادی میں چلتا ہے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ عمرؓ کو دیکھ کر شیطان بدحواس ہو جاتا ہے۔

شیطان جب کسی بندے میں اپنی عداوت اور مخالفت کی تصدیق کر لیتا ہے اور بندے کی سچائی اس پر ظاہر ہو جاتی ہے تو وہ اس سے مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن پوشیدہ طور پر چھپتا چھپتا آتا رہتا ہے لہذا بندے کو چاہیے کہ صدق پر سختی سے قائم اور شیطان کے وار سے ہوشیار رہے اس لئے کہ اس کا سوراخ باریک ہے اور اس کی دہن پانی اور حقیقی ہے، وہ گوشت پوست میں خون کی طرح رواں دواں دہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کبر سنی میں دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے الہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں زنا کروں یا کسی کو قتل کروں!! کسی نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو یہ خوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہ خوف کروں جب کہ شیطان زندہ ہے!!

جن کلمات کے ساتھ شیطان سے جنگ کرنے اور اس کو دور کرنے پر استقامت حاصل ہوتی ہے وہ کلہ اخلاص اور رب الغزت کا ذکر کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ربانی کو نقل کرتے ہوئے فرمایا لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو شخص یہ لکھ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا جو میرے اس قلعہ میں داخل ہو جائے گا وہ میرے ہر عذاب سے محفوظ ہو جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے پورے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ شیطان عذاب کا وسیلہ ہے۔ بندہ جب کلمہ توحید پڑھتا ہے اور کلمہ توحید کے تقاضے یعنی واجبات کے ادا کرنے اور منوعات کے ترک کا لباس پہن لیتا ہے اور شیطان یہ لباس اس کو پہنے دیکھتا ہے تو اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور اس کے پاس آنے کی جرأت نہیں کرتا۔ جس طرح جنگ میں سپاہی سپر کے ذریعے دشمن کے اہل سے محفوظ ہو جاتے ہیں اسی طرح بندہ

شیطان کے فتنے سے بچ جاتا ہے (گویا یہ چیزیں اس کے لئے سپرین جاتی ہیں)۔

بِسْمِ اللّٰهِ کا ذکر بھی بکثرت کرنا چاہیئے، روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے سنا کہ ایک کہہ رہا تھا کہ شیطان ہلاک ہو، آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ اس طرح شیطان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اور کہتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم! میں نے تجھ پر غلبہ پالیا! بلکہ اس کے بجائے تم بِسْمِ اللّٰهِ کہو کیونکہ اس سے شیطان چھوٹا بنتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک چیز نبی کے برابر بن جاتا ہے۔

شیطان سے مقابلہ کرنے کی ایک اہم صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کے فضل کے علاوہ دنیا والوں سے کسی قسم کی طبع رکھے نہ دنیا والوں کی مدد کی نہ ان کے مال کی نہ ان کی تعریف کی نہ ان کے جتنے اور گروہ کی نہ ان کے تحفے ہدایا کی، کیونکہ دنیا اور دنیا والے سب شیطان کی فوج اور اس کا جتھا ہیں۔ دنیا میں آدمی اپنے مال کے ساتھ اور بادشاہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا بندے پر لازم ہے کہ ہر ایک سے امید منقطع کرے، اللہ پر توکل اور بھروسہ کر کے ہر ایک سے بے نیاز ہو جائے۔ اپنے تمام معاملات اور تمام حالات میں صرف اللہ کی طرف رجوع کرے، حرام اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کرے، مخلوق کا احسان نہ لے، مباح اور حلال چیزوں کے استعمال میں بھی کمی کرے۔ خواہش نفس اور حرص کے ساتھ کھانا نہ کھائے اور اس کو ہمارے کی طرح کمائی نہ کرے جو بغیر دیکھے اور تیز کے رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کیا کرتا تھا (تو خشک کچھ تیز نہ تھا) جو شخص اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے (حلال ذریعہ سے یا حرام سے) تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کو دوزخ کے کون سے دروازے سے داخل کرے، لہذا بندے کو چاہیئے کہ ان تمام باتوں کا خیال رکھے اور اس طرح کار بند ہو کہ شیطان اس سے ناامید ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم سے وہ محفوظ ہو جائے اگر بندے نے ان باتوں پر عمل نہیں کیا تو شیطان اس کے دل اور سینے پر سوار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَغْتِرْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نَقِیْضٌ لِّهٖ شَیْطٰنًا فَهُوَ وَكَهٗ قَبْرِیْنٌ

جو شخص رحمن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔

پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے، کبھی نماز میں دوسو ڈالتا ہے کبھی ایسی باطل نفسانی خواہشوں میں مبتلا کر دیتا ہے جو حرام یا مباح ہوتی ہیں اور کبھی وہ بندے کو فرائض کی بجا آوری، نیک اعمال، سنن و واجبات، عبادات اور طاعات کے بجالانے میں رخنہ ڈالتا ہے جس کے نتیجے میں بندے کو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑتا ہے اور اس کا حشر شیطان کے ساتھ ہوتا ہے، بسا اوقات آخر عمر میں اس کا ایمان بھی چھین لیتا ہے جس کے باعث وہ قیامت کے دن جہنم کے اندر فرعون، ایمان اور فادون کی معیت میں ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان کے چھین جانے سے اور ظاہر و باطن میں شیطان کی پیروی کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کے احوال

مقامی نے بروایت زہری بواسطہ عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ایک ات حضور کی تلاش میں آئے، ان صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت سلمان، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

ان اصحاب کے پہنچنے پر رسول اللہ باہر تشریف لائے اور حالت یہ تھی کہ بخار کی وجہ سے آپ کی مبارک پیشانی پر پسینے کے قطرات
 موتیوں کی طرح چمک رہے تھے پھر حضورؐ نے اپنی مبارک پیشانی پر ہاتھ پھیر کر فرمایا "اللہ تعالیٰ ملعونوں پر لعنت کرے" آپ نے
 تین مرتبہ فرمایا اس کے بعد سراقہؓ جس کا لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس
 دقت آپ نے کس پر لعنت فرمائی؟ حضورؐ نے فرمایا: خدا کے دشمن ابلیس خبیث پر!! اس نے اپنی دم اپنی ذہن میں ڈال کر
 سات اندھے نکالے اور ان سے اس کی اولاد ہونی پھر ان کو بنی آدم کے ہر کانے پر اس نے ٹکا کر کیا ان سات میں سے ایک کا نام
 جوش ہے جس کو علماء رکے درغلانے پر مقرر کیا گیا چنانچہ وہ علماء کو مختلف خواہشات کی طرف لے جاتا ہے دوسرے کا نام حدبث ہے
 جو نماز پر مقرر ہے نمازیوں کو ذکر الہی سے ہٹا کر ادھر ادھر لہو و لعب میں لگا دیتا ہے اور ان کو جاہی اور انکھ میں مبتلا کر دیتا ہے پس
 اس طرح نمازیوں میں سے کوئی سو جاتا ہے اور جب کوئی کہتا ہے کہ سو گئے؟ تو وہ کہتا ہے نہیں میں تو نہیں سویا! اس طرح وہ نماز
 میں بغیر وضو کے رہ جاتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ ان میں سے کوئی نمازی اس حال میں نکلتا ہے کہ
 اس کو آدمی نماز کیا بلکہ جو تھائی نماز کے دسویں حصہ کا بھی ثواب نہیں ملتا بلکہ ایسی نماز کا گناہ ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔
 شیطان کی تیسری اولاد کا نام زلیخون ہے۔ بازاروں میں مقرر ہے وہ لوگوں کو کم کرنے اور چھوٹ بولنے پر اکساتا ہے
 مال بیچتے وقت دوکانداروں کو مال کی جھوٹی تعریف پر ابھارتا ہے۔ تاکہ اپنا مال فروخت کر کے روزی کمائے۔ چوتھے کا نام ہنتر
 ہے وہ لوگوں کو گریبان جاک کرنے، منہ لوچنے اور مصیبت کے دقت وادبلا کرنے پر مقرر ہے (لوگ مصیبت پڑنے پر ہائے وادبلا کرتے
 ہیں) تاکہ مصیبت کے اجرو ثواب کو (زیادہ فضاں کر کے) منافع کرائے۔ پانچویں کا نام منشوط ہے یہ درد غلوئی، جفا خوری، طعن، تشنیع
 کرنے پر مقرر ہے۔ چھٹے کا نام واسم ہے یہ شرمگاہوں پر مقرر ہے۔ چنانچہ یہ مرد اور عورت کی شرمگاہوں پر معمول کرتا ہے تاکہ
 وہ ایک دوسرے کے ساتھ زمانا میں مبتلا ہوں۔ ساتویں کا نام اعور ہے یہ چوری پر مقرر ہے یہ چور سے کہتا ہے کہ مال چوری کر، کہ
 چوری تیرے فائدہ کو دور کر دے گی، تیرا فرض ادا ہو جائے گا اور تیری تن پوشی بھی ہو جائے گی بعد کو تو بہ کر لینا، لہذا ہر مسلمان کا
 فرض ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی شیطان سے غافل نہ رہے اور اپنے کاموں میں اس سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان مقرر ہے جس کا نام دلہان ہے تم
 اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔ نماز کی صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کی بھی آپ نے ہدایت فرمائی ہے۔ تاکہ شیطان بکری کے بچہ (حذت)

کی طرح صفوں میں نہ گھس آئے۔

حضرت عثمانؓ بن حاف نے فرمایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "میری نماز اور میری قرأت میں
 شیطان خلل ڈالتا ہے" حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس کا نام خنزب ہے جب تم کو اس کا احساس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو اور آؤ باللہ
 پڑھو اور بائیں طرف کو تین بار دھکا دو۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور
 کر دیا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح آیا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شیطان ہے
 صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضورؐ کے لئے بھی ہے؟ فرمایا میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں

لے حذت حجاز کی ان چھوٹی چھوٹی بکریوں کو کہتے ہیں جن کے دُوم ہوتی ہے اور نہ کان ایسی بکریاں تین کے مقام جرش میں پایا ہوتی ہیں

میری مدد فرمائی ہے اور مجھے اس سے محفوظ و مامون کر دیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر ایک پر اس کا ایک جن ساتھی مقرر ہے، عرض کیا گیا کہ کیا حضور بھی اس کے بغیر نہیں ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہاں میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرا تابع ہو گیا ہے اب مجھے وہ نیکی کے سوا کچھ اور مشورہ نہیں دیتا۔

منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے ابلیس کو نکال دیا تو اس کی شیطان بیونی کو اسی کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ جس طرح حوا کو حضرت آدم سے پیدا کیا گیا تھا۔ پھر اس عورت سے شیطان نے جماع کیا وہ حاملہ ہو گئی اور اس نے اکتیس اندے دے دیے اس کی ساری نسل کی اصل یہی اس اندے میں پھر اس سے شیطان کی تمام ذریعات پھیلی جس سے خشکی اور سمندر پٹ گئے یہاں تک کہ ہر اندے کے دس ہزار نر و مادہ پیدا ہوئے جنہوں نے پہاڑوں، جزیروں، ویرانوں، جنگلوں، دریاؤں، ریگستانوں، بیابانوں، چمنوں، چوراہوں، حماموں، پانخانوں، فرجوں، جنگل جبل کے میدانوں، قرنا پھونکنے کے میدانوں، قبرستانوں، گھروں، کوٹھیوں، بدوؤں کے خیموں، غرض کہ جملہ جگہوں کو بھردیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”تو کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے اور

ظالموں کے لئے کتنا بڑا بدلہ ہے۔“

ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو شیطان اور اس کی ذریت کی اطاعت، اللہ کی عبادت کے بجائے اختیار کرتے ہیں۔ بلاشبہ انہی کے ساتھ یہ بھی دوزخ میں رہیں گے بشرطیکہ انہوں نے توبہ نہ کی نصیحت کو قبول نہیں کیا اپنے نفس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش نہ کی۔ برے اعمال، برے رفقاء، اور شیطانی لشکر کو نہ چھوڑا، پس لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اطاعت الہی کی پابندی کرے، اُن علماء اور اہل معرفت کی صحبت اختیار کرے جو اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے اس کی رضا کی طرف راغب کرنے والے، اس کے فضل کے امیدوار اور اس کے قہر سے ڈرنے والے ہیں اور جن کو اللہ کی پکڑ کا خوف رہتا ہے، دنیا سے رغبت نہیں رکھتے، آخرت کے طالب ہتے ہیں۔ جو راتوں کو نمازوں میں گھڑے رہنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور گزشتہ بیکار زندگی پر توبہ کرنے والے، آئندہ کے لئے توبہ النصوح کرنے والے، تمام گناہوں اور خطاؤں سے کوبہ کرنیوالے خالق کائنات پر توکل کرنے والے، شب و روز کے اوقات میں عبادت کرنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو طوق و سلاسل دنیوی مصائب و جہنم کی آگ کے خوف سے محفوظ و مامون ہیں اس لئے کہ انہوں نے شیطان کی پیروی سے منہ موڑا اور ظاہر و باطن میں اللہ کے احکام کی پیروی کی، پس جزا فیئہ والا ان کے اعمال کے مطابق ان کو جزا اور احسان فرمانے والا اللہ ان کو ثواب عطا فرمائے گا ویسا ہی ثواب جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچالیا خوشحال نازگی اور سرور ان کے سامنے لایا اور صبر رکھنے کے عوض ان کو جنت اور حرم گیر کا لباس عطا فرمایا۔

بلاشبہ پرہیزگار لوگ جنت میں اپنے قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کے مقام میں ہوں گے۔

فَوْقَهُمُ اللَّهُ شَرُّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْمُ نَضْرَكًا
وَسُورًا وَجَزَا هُمْ بِمَا صَبَرُوا
جَنَّتْ وَحَيْرَانًا

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّتٍ وَنَهْرٍ فِي مَقْعَدِ
صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ

ذَلِّينَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۝ (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، خصوصیت کے ساتھ اس کو دو جنتیں ملیں گی۔)

اللہ کے جو بندے متقی ہونے کے بعد آزمائش میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ۝
جب کبھی شیطان پرہیزگاروں کے دلوں میں سو سے ڈالتا ہو تو اُس وقت وہ خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور ان کو حق و باطل کا فرق فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ کی یاد سے دلوں کو جیسا حاصل ہوتی ہے اور دل سے پردہ غفلت دور ہو جاتا ہے اور بے چینیوں کا تدارک ہو جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی یاد پر ہیزگاری کی کبھی ہے اور تقویٰ آخرت کا دروازہ ہے اسی طرح جیسے ہوا (خواہشات) دنیا کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْ كُودَا مَرَيْنَا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ اور جو کچھ قرآن میں ہے اُسے یاد کرو تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ یاد الہی سے انسان متقی بن جاتا ہے۔

انسان کے موکل

انسان کے موکلین | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت دو مشورہ دینے والے موجود رہتے ہیں ایک وہ فرشتہ ہے جو نیکی اور حق پر ابھارتا ہے دوسرا دشمن شیطان ہے جو بُرے کاموں پر بھجاتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا اور نیکی سے باز رکھتا ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں حقیقت میں یہ دو طرح کے خیالات ہوتے ہیں ایک اللہ کی طرف سے (ارادہ حیر) اور دوسرا شیطان کی طرف سے (تکذیب حق)۔ اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے جو ارادے کے وقت توقف کرے اگر وہ اللہ کی طرف سے ہو تو اس کو عمل میں لائے اور شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے جہاد کرے، آیت مِّنْ شَرِّ النَّفْسِ الَّتِي لَهَا الْخَنَاسُ کی تشریح کرتے ہوئے مقاتلؒ نے بیان کیا ہے کہ دوسرا آدمی کے دل پر پھیلتا ہے اگر انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ دوسرا ڈالنے والا خناس بھی بھٹ جاتا ہے اور اگر انسان غفلت برتتا ہے تو یہ دل پر چھا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی کے دل کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اور جب انسان ذکر الہی کرتا ہے تو وہ اس کے دل سے جدا ہو کر اس سے دور ہو جاتا ہے بلکہ اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عکرمہؒ کا ارشاد ہے کہ دوسو سوں کے مقام مرد کا دل اور آنکھیں ہیں اور عورت کی صرف آنکھیں ہیں جب وہ سامنے ہو اور اگر عورت پشت پھیر کر جائے تو اس کے سر نیوں میں اس کا مقام ہے۔

انسان کے قلب | دل میں چھ طرح کے القا ہوتے ہیں اول القاے نفس دوم القاے شیطان سوم القاے روح چہارم القاے ملک پنجم القاے عقل ششم القاے یقین القاے نفس خواہشات کی تحصیل جائز و ناجائز رجحانات میلان

کے درپے ہو جانے کا حکم دیتا ہے القاے شیطان عقیدہ کے اعتبار سے کفر و شرک کا حکم دیتا ہے نیز وعدہ خداوندی پر چھوٹے ہونے کا بہتان اور اس کے پورا نہ ہونے کی شکایت پرا بھارتا ہے اعمال میں گناہ کرنے تو ہمیں تاخیر اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے امور کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ دونوں القا، القاے بد ہیں ان کے برا ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ دونوں خطرے یا القاع عام سماں کو لاحق ہوتے ہیں۔

﴿ اِقَاءِ رُوحِ اور اِلْقَاءِ مُلْكِ دونوں حق تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا حکم بجالانے کا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی صورت میں ہوتا ہے، حکم دیتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کو لاتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہوتی ہے یہ دونوں اِلْقَاءِ مَعْمُودِ قابلِ ستائش ہیں اور یہ خواص المسلمین میں پائے جاتے ہیں (عام میں نہیں) اِلْقَاءِ عَقْلِ کبھی اس بات کا حکم دیتا ہے جو نفس اور شیطان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اِلْقَاءِ رُوحِ و مُلْكِ کے موافق ہوتی ہے یہ اِلْقَاءِ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور اس سے تخلیق کائنات کا استحکام و ابستہ ہے تاکہ عقل صحت مشاہدہ اور نیک بُد کی تمیز کے ساتھ خیر یا شر کا اختیار کرے اور نتیجہ میں عذاب یا ثواب اس کے لئے موجب زیاں یا باعث سود مند ہی ہوں۔ چونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو اپنے احکام کے نزول کا محل اور لامتناہی وارداتوں کا مرکز بنایا اسی طرح عقل کو نیک و بد کی کسوٹی (معیار) بنایا ہے، عقل بھلائی برائی کو لیکر جسم کے اندر داخل ہوتی ہے، عقل اور جسم دونوں مکلف ہونے کے محل ہیں احوال کی تبدیلی کا مقام ہیں اور راحت کی لذت یا عذاب الیم کی کربت کی تعیین کے ذرائع ہیں (عذاب کی تکلیف اور ثواب کی لذت اس کے ذریعہ سے پہچانی جاتی ہے) اِلْقَاءِ یَقِینِ رُوحِ اِیْمَانِ ہے، منزلِ علم ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا نزول اور صدور ہوتا ہے، یہ اِلْقَاءِ صرف ان سینوں میں پیدا ہوتا ہے جو مرتبہ اِیْقَانِ پر پہنچ جاتے ہیں۔ جیسے صدیقین، شہداء، ابدال اور مخصوص اولیاء کرام! یہ اِلْقَاءِ مخفی طور پر نازل ہوتا ہے اور اس کی آمد بہت ادق ہوتی ہے مگر برحق ضرور ہوتی ہے۔ اس کا صدور علم لُذُنِی، اخبار بالغیب و اسرار الامور کے ساتھ ہوتا ہے، یہ مقام ان بندوں کو ملتا ہے جو اللہ کو محبوب مرغوب ہوں، اس کے منتخب ہوں، ذیانی اللہ ہوں اور اپنے ظواہر سے بھی غافل ہو گئے ہوں، فرض اور سنت ہائے موکدہ کی ادائیگی کے علاوہ ان کی ظاہری عبادات کا رُخ باطن کی طرف ہو گیا ہو (ہر وقت بلنی عبادات میں غرق ہوں سوائے خسرانوں اور موکدہ سنتوں کی ادائیگی کے) یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی کیفیات کی ... نگہداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی ظاہری تربیت کا خود ہی کیفی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (کہ وہ اس طرح کہتے ہیں) ﴿ اِنَّ دِیْنِیْ لَیْسَ اِلَّا دِیْنُ الَّذِیْ سَزَلْ اَنْبِیَاۡہُ وَ هُوَ یَتَوَلّٰی الصّٰلِحِیْنَ ۝

میرا کار ساز تو اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہی ان نیکوں کا کار ساز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کا ذمہ دار ہوتا ہے، وہی ان کے کام پورے کرتا ہے وہی اسرارِ غیب کے مطالعہ میں ان کے قلوب کو مشغول رکھتا ہے وہی اپنے قرب کے جلووں سے ان کے دلوں کو روشن رکھتا ہے، اس نے ان حضرات کو اپنے ساتھ مکالمے کے لئے انتخاب کر لیا ہے اپنی ذات پاک کو خاص طور سے ان کے سکون و طمانیت کا مرجع بنا دیا ہے۔ پس ہر روز ان کے علم میں افز وئی، معرفت میں زیادتی، لورائیت میں کثرت اور قرب الہی میں اضافہ ہوتا ہے یہ حضرات ہمیشہ باقی رہنے والی اور کبھی ختم نہ ہونے والی راحت غیر منقطع لغت اور لامتناہی مسرت میں غرق رہتے ہیں پھر جب ربی ازلی تحریرِ امداد اپنی آخری مدت پر پہنچ جاتی ہے اور اس دار فنا میں ان کے قیام کی مدت اختتام کو جا پہنچتی ہے تو ان کا انتقال بڑا پر شکوہ ہوتا ہے جیسے ایک دلہن حجابِ عروسی سے نکل کر صحن میں آجائے اور ایک دفی حالت سے اعلیٰ حالت میں پہنچ جائے۔ دنیا ان کے لئے جنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیف میسر ہوگا۔ یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا میسر آئے گا۔ نہ دربان ہوگا، نہ ڈر، نہ حاجب ہوگا نہ دربان

کے لئے کوئی روکنے والا ہو گا نہ ٹوکنے والا نہ کوئی احسان رکھنے والا ہو گا نہ احسان اٹھایا جائے گا نہ دیکھ ہو گا نہ تکلیف اور نہ اس لذت کا اختتام ہو گا اور نہ انقطاع! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

بیشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں صدقہ کے مقام میں قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہوں گے۔

جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کئے اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کی تو آخرت میں اس کے عوض وہ ان کو جنت، عزت کی نعمت اور سلامتی عطا فرمائی گئی۔ اور چونکہ دنیا میں محض نے اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی و صفائی میں زیادتی کی اور اس کے برخلاف عمل سے اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بقا و عطا کے گھر میں زیادہ عطا فرمایا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رب کریم کی طرف نظر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارباب بصیرت اور اہل دانش کو اس کی خبر دی ہے۔

نفس اور روح نفس اور روح القاشیطان و ملک کے دو مقامات ہیں، ملک دل میں تقویٰ کا القاء کرتا ہے اور شیطان نفس میں بدکاری کی تحریک کرتا ہے، نفس بدکاری میں اعضاء کو استعمال کرنے کی دل سے خواستگاری کرتا ہے۔ عقل اور خواہش جسم کے اندر نفس کے لئے مقام ہیں اور دونوں اپنے حاکم کی رضا کے مطابق جسم میں اپنا عمل کرتے ہیں تو فی خیر یا تو فی شر! دل میں دو روشن نور ہیں علم اور ایمان یہ سب دل کے کارندے، اس کے آلات ہیں، ان آلات اسباب کے درمیان دل بادشاہ کی طرح ہے یہ سب اس کے لشکر ہیں جو اس کے پاس آکر آرتے ہیں۔ دل ایک روشن آئینہ کی مانند ہے اور یہ آلات اس آئینہ کے گرد آکر وہیں جب دل ان کی طرف دیکھتا ہے، یہ سب اس میں جلوہ فگن ہوتے ہیں یعنی آئینہ قلب ان سب کا ادراک کر لیتا ہے۔

خدا کی پناہ مانگنا میں کجرو شیطان سے، بُرے خیالات سے، نفس کے خطرات سے ہر جن دانش کے فتنہ سے، ریا اور نفاق سے، خود پسندی اور تکبر سے، شرک سے، دل میں پیدا ہونے والی بری خصلتوں سے، ہلاکت کی منزل تک پہنچانے والی نفس کی شہوت و ہر لذت سے، بدعت و گمراہی سے، اُن خواہشوں سے جو آتش دوزخ کو جسم پر مسلط کر دینے والی ہیں اور اس قول و فعل اور فکر سے جو عرش سے نازل ہونے والے عیبی حکوم کے لئے دل کی رکاوٹ بن جائیں، گمراہ کی رغبتوں کے اتباع سے، نفسانی جذبات اور خراب خلاق سے، عیش و سرسی کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر میں طاعت و بندگی سے غافل ہو جاؤں تو رت و دود کی پناہ مانگتا ہوں اور اس کے عذاب سے جو میری رگت جاں سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہے۔

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں اس کے اس وقت کے قہر سے جب وہ گناہگاروں پر غضبناک ہوتا ہے، میں اس کی پناہ مانگتا ہوں اپنے گناہوں کی پردہ دری سے اور خشکی و تری میں اس کی معصیت کرنے سے، کجروی اور حماقت سے، شیخی اور تکبر سے اطاعت و عبادت نہ کرنے سے اور اس کے نہ کرنے پر قسم کھانے سے، جھوٹی قسم کھانے اور قسموں کے توڑنے کے گناہ سے، نیز بڑے خاتمے، ہر نیکی کی دولت سے تہی داماں ہونے سے، مرتے وقت بری موت سے۔

شیطان سے جہاد کرنا جہاد کر دے تو حق تعالیٰ کی مدد و تمغاے شامل حال ہوگی اور اللہ تعالیٰ بخیر و کامیابی ہوگا، کافروں سے

جہاد ظاہری طور پر نیز سے اور تلوار سے ہوتا ہے اور بادشاہ دو جہاں اس جہاد میں متبادر اندہ دگار ہوتا ہے اور اس جہاد میں مختار مرکز
 امید حصول جنت ہے اگر کافروں سے جہاد کے دوران تم شہید ہو گئے تو مختار یعنی جزا دار البقا ہے (بہشت جہاد داں ہے) اگر تم شیطان سے
 جہاد کرتے ہوئے فنا ہو گئے اور مختاری تمام عمر اس کی مخالفت میں صرف ہو جائے تو مختاری جزا یہ ہوگی کہ تم رب العالمین کے بندہ
 سے کفر فرما ہو گئے، اگر کافر تم کو مار ڈالے تو تم شہید ہو گئے اور اگر شیطان کی پیروی و اطاعت کی حالت میں شیطان نے تم کو مارا تو زندہ
 درگاہ حق ہو جاؤ گے، کافروں سے جہاد کی تو ایک حد و نہایت ہے لیکن شیطان اور نفس سے جہاد کی کوئی حد و غایت نہیں اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے: **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ**۔ اپنے رب کی عبادت یقین یعنی موت آنے تک کرو شیطان اور خواہش
 نفس کی مخالفت کا نام عبادت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَكُنْ بِكَبُورٍ فِيهَا هُمْ وَأَنفَاؤُنَ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ
 أَجْمَعُونَ** (وہ اور سب گمراہ اور شیطان کا لشکر سب کے سب اس جہنم) میں سر کے بل ڈالے جائیں گے)۔
 غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس
 ہوئے، یہاں جہاد اکبر سے حضور والا کی مراد شیطان اور نفس سے جہاد کرنا تھا کیونکہ یہ جہاد دائمی ہے اور اس کی مدت طویل ہے
 پر خطر ہے اور اس میں نتیجہ کی خرابی کا خطرہ رہتا ہے (کہ کامیابی ہو یا نہ ہو)۔

دوسری مجلس

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تشریح میں

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(بیشک یہ سلیمان کی جانب سے ہے اور مہربان اور رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع ہے)

یہ سورہ نمل کی ایک آیت ہے، سورہ نمل مکی ہے اس کی آیات کی تعداد ۹۳ ہے اس سورت کے الفاظ ۱۱۴۹ اور اس
 کے حروف کی تعداد ۴۹۹۹ ہے اس آیت میں جس واقع کی طرف اشارہ ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت سلیمان بن داود ان
 پر اور ہمارے نبی رسول اللہ اور تمام انبیاء مومنین، اللہ کے نیک بندوں اور مقربین ملائکہ پر اللہ کی رحمت ہو بیت المقدس
 سے یمن جمانے ہوئے وادی غل (جیونٹوں کی وادی) سے گزرے لوگوں کو پیاس محسوس ہوئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہڈی
 کو طلب فرمایا، اس وقت آپ کے ساتھ صرف ایک بچی ہڈی تھا، کھنک کو بلوا کر آپ نے اس سے ہڈی کے بارے میں دریافت کیا
 کھنک تمام یزمدوں کا سردار تھا اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے تو اس کو کوئی حکم نہیں دیا ہے (کیسی گام برباد)
 کہ نہیں کیا ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہڈی کی تلاش اس لئے تھی کہ وہ اپنی منقار زمین پر لگا کر (زمین کھود کر) یہ بتا دے کہ
 پانی زمین کے اندر کتنی دور ہے اور کتنے فاصلہ پر ہے، ہڈی اسی کام کے لئے مخصوص تھا۔ جب اس کو پانی کی تلاش کا حکم دیا جاتا
 تو اول وہ ہوا میں اڑتا پھر کچھ دیکھ کر اسی خطہ زمین پر ٹوٹ کر گرتا جہاں پانی موجود ہوتا اور پھر وہ اپنی منقار پانی کے
 مقام پر رکھ دیتا (اس طرح وہ پانی کے مقام کی نشاندہی کیا کرتا تھا) جنات جلدی جلدی اس جگہ کو کھودتے اور پانی نکل آتا

جنت حوض تلاب اور باولیاں تیار کر دیتے یہ سب بھرنے جاتے علاوہ ازیں پکھالیں، مٹکیزے اور بانی کے تمام برتن بھرنے جاتے اس طرح تمام جانور، جنات اور انسان پانی سے خوب سیراب ہوتے اور بھر کچ ہو جاتا، (منزل کی طرف روانہ ہو جاتے) غرض ہدہ کا اس وقت کچھ بتہ نہ چلا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ میں اس کو اس نافرمانی کی سخت سزا دوں گا اس کے پر نوچ ڈالوں گا تا کہ سال بھر تک پرندوں کے ساتھ نہ اڑ سکے یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے سامنے اپنی غیر حاضری کی کوئی واضح دلیل (معقول وجہ) پیش کرے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستور تھا کہ جب کسی پرندے کو سخت سزا دی جاتی تو اس کے پر اکھاڑ دیتے تھے اور اس کو لٹکرا کر کے چھوڑ دیتے تھے۔

ابھی آپ کو وادی نخل میں ٹھہرے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ سامنے سے ہدہ آگیا لہذا زیادہ دیر غیر حاضر نہیں رہا کسی نے اس کو بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیرے لئے سزا کا حکم سنایا ہے۔ کہنے لگا کہ کوئی استغنا بھی اس سزا میں کیا ہے، کہنے والے نے کہا ہاں!!

ہدہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جا کر گھڑا ہو گیا اور (تعظیماً) سجدہ کیا اور بولا کہ آپ کی سلطنت دائم و قائم رہے اور اللہ آپ کو عمر ابدی عطا فرمائے اس کے بعد چونچ سے زمین کریدنے لگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں ایسی چیز معلوم کر کے آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں ہے (وہ آپ کے احاطہ علم سے باہر ہے) اور وہ یہ کہ سرزمین سبا سے میں ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا وہ کیا خبر ہے؟ ہدہ نے عرض کیا کہ میں نے وہاں ایک عورت کو حکمران پایا جس کا نام بلقیس بنت ابی سرج حمیری ہے۔ اس کو قدرت نے ہر چیز عطا کی ہے۔ اس کے پاس علم ہے، مال ہے، لشکر ہے اور قسم قسم کے گھوڑے ہیں۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے وہ سخت بہت ہی خوبصورت ہے اس کی بلندی تیس گز (ایک روایت میں آشتی گز بھی آیا ہے) اور چوڑائی آشتی گز ہے۔ طرح طرح کے جواہر اور موتی اس تخت میں جڑے ہیں لیکن بلقیس اور اس کی قوم کو اللہ کے ہوا سورج کو سجدہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ یہ دین مجوسیوں اور آتش پرستوں کا ہے، شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور راہ راست سے ان کو ہٹا دیا ہے وہ اسلام سے نا آشنا ہیں۔

کیا دجہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرنا ہے اور لوگ جس چیز کو چھپاتے ہیں وہ سب سے واقف ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کا مالک ہے۔ یہ حال سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہ سے فرمایا کہ پہلے تم پانی تلاش کرو اس کے بعد ہم تمھاری بات پر غور کریں گے (کہ تم سچ کہتے ہو یا غلط) یہ حکم ملتے ہی ہدہ نے پانی تلاش کر کے جگہ بتادی، سارے لشکر نے سیراب ہو کر پانی چا اور سب کی ضرورت پوری ہو گئی۔ تب حضرت سلیمان نے ہدہ کو طلب کیا اور خط لکھ کر اسے سزا بھر کیا اور ہدہ کو دیکر فرمایا اس خط کو لے جا اور اہل سبا (ملکہ سے مراد ہے) کے پاس پہنچا دے اور ان کے جواب کا انتظار کرنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط میں لکھا تھا: بسم الله الرحمن الرحيم! میں تم کو جتنا دینا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر برتری اور بڑائی کے

خواستگار بنو (میری اطاعت کرنے میں اپنی بڑائی کو رکاوٹ نہ بناؤ) اور تم سب
فرما بندگان کر یعنی مصالحت کے رنگ میں میرے پاس آؤ، اگر تم جنات سے ہو تو تم
میرے خدمت گار ہو (کہ قوم جنات میری تابع ہے) اور اگر تم انسانوں سے ہو تو تم پر
میرے حکم کا سنا اور اسے ماننا لازم ہے۔

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ رَاٰنَهٗ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَا تَقْلُوْا
عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ مُسْلِمِيْنَ هٗ
یہ نامہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک اس اللہ کے نام سے شروع ہے
جو مہربان اور رحیم ہے کہ تم مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر (مسلمان
ہو کر) میرے پاس چلی آؤ!!

بدھ۔ یہ خط لیکر دوپہر کو بلقیس کے محل میں پہنچا، بلقیس اپنے محل میں سو رہی تھی، محل کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔
کوئی اس کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پہرے والے محل کے گرد پہرہ دے رہے تھے اور اس کی قوم کے بارہ ہزار جنگجو سوار نگرانی کے لئے
اس کی فوج میں موجود تھے، ان بارہ ہزار جنگجو سواروں میں سے ہر ایک سوار (جوان) ایک لاکھ جوانوں پر حاکم تھا، عورتوں اور
بچوں کا ان میں شمار نہیں تھا، ہفتہ میں ایک دن قوم کے معاملات اور ملکی جہات کا فیصلہ کرنے کے لئے بلقیس باہر نکلتی تھی، اس
کا تخت سونے کے چار پایوں پر قائم تھا، وہ اس تخت پر اس طرح آکر بیٹھی تھی کہ خود تو لوگوں کو دیکھتی تھی لیکن اس کو کوئی نہیں
دیکھ سکتا تھا، جب کوئی شخص عرض مطلب کے لئے اس کے حضور میں پہنچتا تو سامنے پہنچ کر کچھ دیر سر جھکائے کھڑا رہتا اور پھر سجدہ
کرنا وہ سجدے سے اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکتا تھا جب تک ملکہ بلقیس اس کو سر اٹھانے کی اجازت نہیں دے دیتی تھی۔
جب تمام معاملات اور جہات کا فیصلہ ہو جاتا تو وہ پھر اپنے محل میں واپس چلی جاتی اور پھر ہفتہ بھر تک اسے کوئی نہیں دیکھ
سکتا تھا پھر دوسرے ہفتہ کو اسی صورت میں دیکھ سکتا تھا، بلقیس کا ملک (یمن) بہت ہی بڑا ملک تھا۔
بدھ جب خط لیکر پہنچا تو اس نے محل کے دروازے بند پائے اور چاروں طرف پہرے والے پہرے پر موجود تھے، بدھ
نے بلقیس کے پاس پہنچنے کے لئے محل کے گرد چکر لگائے آخر کار وہ ایک کمرے سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے کمرے میں ہوتا
ہوا ایک روشن دان کے ذریعے بلقیس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ بلقیس تیس گز اونچے تخت پر چٹ لٹیٹی سو رہی تھی اور اس کے جسم پر
ایک چادر کے سوا کوئی اور لباس نہیں تھا اور وہ بھی اس کے زیر ناف پڑی تھی اور کا جسم بالکل برہنہ تھا چادر صرف شہوات کے
لئے تھی اور بلقیس ہمیشہ اسی ڈھنگ سے سوتی تھی، بدھ نے وہ خط اس کے پہلو میں رکھ دیا خود اڑ کر روشن دان میں جا بیٹھا اور
بلقیس کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ جب وہ بیدار ہو تو خط پڑھے۔ لیکن بلقیس دیر تک سوتی رہی جب اس کو سوتے
ہوئے بہت دیر ہو گئی تو بدھ نے روشن دان سے اتر کر اپنی جو بیچ سے بلقیس کو ٹھونگ ماری، بلقیس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے
اپنے پہلو میں خط رکھا ہوا پایا، اس نے خط کو اٹھایا اور آنکھیں مل کر اچھی طرح بیدار ہو کر، اس خط کو دیکھا اور سوچنے لگی کہ محل کے
تمام دروازے بند تھے یہ خط یہاں کیسے آگیا، کمرے سے نکل کر محل کے پہرے والوں سے دریافت کیا کہ کیا تم نے کسی کو میرے کمرے
میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، چونکہ انہوں نے کہا کہ دروازے ہی طرح بند ہیں جیسے بند کئے گئے تھے اور ہم محل کے اندر گروہ
نہیں ہیں کسی کے اندر داخل ہونے کا امکان ہی نہیں، ملکہ سب پر ہی لکھی عورت تھی اس نے خط کھول کر پڑھا اس میں سب سے

پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تحریر تھا، خط پڑھ کر اس نے (عمادین) قوم کو طلب کیا، جب وہ سب جمع ہو گئے تو اس نے کہا "ایک عزت والا خط مجھے پہنچایا گیا ہے یعنی (ایک شاہی مکتوب سز مہر مجھے ملا ہے) یَاٰیہَا الْمَلُؤُاِیَ الْقٰیِ اِنِّیْ کِتَابٌ کَرِیْمٌ۔ اس خط میں تحریر ہے :-

اِنَّ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِسْمٰہُ بَنِیْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَا تَقْلُوْا عَلٰی وَاِیْ تُوْفِیْ مُسْلِمِیْنَ
یہ خط سلیمان کی طرف ہے اور اس اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان
نہایت رحم والا ہے کہ تم مجھ سے اونچے نہ بنو اور میری اس فرمانبرداری کو نہ کرو
ملکہ نے خط کا مضمون سنا کر سرداروں سے کہا : اے سردارو ! مجھے میرے (اس) معاملہ میں مشورہ دو۔

قَالَتْ یَاٰیہَا الْمَلُؤُاِیَ اَفْتُوْنِیْ فِیْ اَمْرِیْ
پس اس نے کہا کہ اے سردارو ! مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو کہ میں کیا کروں
میرا تو یہ ہمیشہ سے معمول رہا ہے کہ جب تک تم موجود نہ ہو اور مشورہ میں حاضر نہ ہو تو میں کسی بات کا فیصلہ نہیں کیا کرتی ہوں۔

سرداروں نے جواب دیا کہ ہم بڑے طاقتور، جنگجو اور بہادر ہیں، جنگ، قوت اور کثرت افراد میں کوئی ہم پر غالب نہیں رہے گا
کسی سے شکست نہیں کھاتی ہے، اے بلقیس ! تو ہم سب سرداروں کی سردار ہے، تو اپنے معاملہ کو خوب سمجھتی ہے، سرداروں کو
نصیحت نہیں کی جاتی بلکہ حکم کیا جاتا ہے ! تو ہم کو حکم دے، ہم تیرے حکم پر چلیں گے ! ملکہ نے سرداروں کا یہ جواب سن کر کہا کہ دستور
عام یہ ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور معززین کو رسوا کرتے ہیں۔ لوگوں کا مال ...

چھین لیتے ہیں اور قتل و غارت گری کرتے ہیں، قیدی بناتے ہیں، غرض کہ ہر طرح برباد کر کے چھوڑتے ہیں، اس کے بعد ملکہ سببانے
کہا کہ میں سلیمان کی خواب میں ایک ہدیہ بھیجی ہوں اور آزمائی ہوں کہ تیرے میرے پاس کیا جواب لاتے ہیں اور وہاں کے کیا حالات
ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بلقیس نے بارہ ایسے علام انتخاب کئے جن میں زناہ بن نمایاں تھا، ان کے ہاتھوں پر ہندی لگوئی اور بالوں
میں کنگھی کرائی گئی رہناؤ سنگھار کیا گیا، اور لڑکیوں کا لباس پہنا دیا گیا، ملکہ نے ان کو نصیحت کر دی کہ جب ان سے کچھ پوچھا جائے
اور سلیمان ان سے کچھ گفتگو کریں تو وہ اس طرح جواب دیں جس طرح عورتیں جواب دیتی ہیں، پھر ملکہ نے ایسی بارہ لڑکیاں منتخب کیں۔

جن میں مردانہ علامتیں نمایاں تھیں، مردوں کی طرح ان کے اعضا سخت تھے۔ ان کے سروں کے بال مردوں کی طرح بنوا کر ان کو مردانہ
کپڑے پہنا دیئے گئے اور جو تیاں بھی پہنا دیں۔ ان کو اچھی طرح سمجھا دیا گیا کہ تم سے جب گفتگو ہو تو تم مردوں کے لہجہ میں بے حجابانہ
جواب دینا۔ ان باندیوں و غلاموں کے ساتھ یلنجوج کی لکڑی، مشک، عنبر اور لیشم یہ تمام چیزیں طباقوں میں سجادی گئیں، بہت
زیادہ دودھ والی عربی نسل کی اونٹنیاں، دو خر مہرے (بڑی کڑیاں)، جن میں ایک بل دار سوراخ والا تھا اور دوسرا بغیر سوراخ
کے، ایک خالی پیالہ ان تمام تحفہ و ہدایا کے ساتھ ایک عورت کو بھی حضرت سلیمان کی خدمت میں بھیجا اور اس کو تاکید کر دی کہ حضرت سلیمان

جبات کہیں اسے یاد رکھے اور جو واقعات وہاں گذریں ان کو لفظ بہ لفظ یہاں آکر بیان کرے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہدایت کی کہ دربار
میں سب کھڑے رہیں جب تک بیٹھنے کی اجازت نہ ملے نہ بیٹھیں، اگر وہ جبار بادشاہ ہونگے تو تم کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیں گے
اور پھر میں ان کو مال دے کر راضی کر لوں گی تاکہ وہ ہماری طرف سے خائف نہ ہو جائیں (حملہ نہ کریں) اور اگر وہ بر دبار صاحب ظم
اور فہیم ہوں گے تو وہ تم کو بیٹھنے کا حکم دیں گے۔

ملکہ سببانے اس عورت کو تاکید کی کہ وہ حضرت سلیمان سے کہے کہ سوراخ والا خر مہرہ (بڑی کڑی) میں کسی جن یا

انسان کی مدد کے بغیر دھاگا پرو دیں اور بغیر سوراخ کے خرہرے میں لوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر سوراخ کر دیں دوسرے یہ کہ غلام اور باندیوں کو الگ الگ کر دیں (عورتوں کو الگ اور مردوں کو الگ کر دیں) پیالہ کو ایسے پانی سے بھر دیں جو جھاگے الا میٹھا ہو اور پانی نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کے ساتھ ہی اور ہزاروں علمی سوالات پر مشتمل خط لکھ دیا الغرض یہ سب لوگ تحفے اور ہارے لیکر روانہ ہو گئے۔ جب یہ سب لوگ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں پہنچے اور بلقیس کے ارسال کردہ تمام تحائف پیش کئے، حضرت سلیمانؑ نے جب ان پر دیا کو دیکھا تو رونہ ان کی طرف قدم بڑھایا اور نہ ان کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا نہ ان کو حقیر و کمر بتایا یعنی نہ کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ ناگواری کا! قاصدوں نے آپ کی طرف سے کسی ایسی بات کا مشاہدہ نہیں کیا جس نے ان کو تحفوں کی قبولیت یا عدم قبول کا اندازہ ہوتا، البتہ آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور قاصدوں کی طرف دیکھ کر فرمایا "زمین بھی اللہ کی ہے اور آسمان بھی" اس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو بچھایا لہذا جو چاہے کھڑا رہے اور جو چاہے بیٹھ جائے، اور سب کے بیٹھنے کی اجازت دے دی! ۷۷۷

ملکہ بلقیس کی نمائندہ اور گیر کارواں خاتون نے دونوں خرہرے حضرت سلیمانؑ کے حضور میں پیش کر کے کہا کہ ملکہ بلقیس نے استدعا کی ہے کہ جن و انس کی تدبیر کے بغیر سوراخ والے خرہرے میں دھاگا آریا پرو دیں، اور دوسرے خرہرے میں کوہے اور جن و انس کی مدد کے بغیر آریا سوراخ کر دیں۔ اس کے بعد اس نے پیالہ پیش کیا اور کہا کہ ملکہ نے درخواست کی ہے کہ اس کو ایسے جھاگ والے میٹھے پانی سے بھر دیں جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا!! اس کے بعد غلاموں اور باندیوں کو پیش کر کے درخواست کی کہ عورتوں کو الگ اور مردوں کو ان میں سے الگ الگ فرمادیں۔

حضرت سلیمانؑ نے اعیان مملکت اور اُمراء سلطنت کو جمع کیا اور دونوں خرہروں میں سے سوراخ والا خرہرے کو فرمایا کہ اس خرہرے میں کون اس بارے دھاگا ڈال کر اُدھر بچال سکتا ہے لیکن جن و انس میں سے کوئی اس کو مس نہ کرے) یہ حکم سن کر گھجور میں رہنے والے تخرخ رنگ کے ایک کیرے نے عرض کیا کہ اے سلطان! میں آپ کی یہ خدمت بجالاتا ہوں بشرطیکہ آپ میری روزی رطب (جھوارا۔ گھجور) سے مقرر فرمادیں آپ نے اس کی عرضداشت منظور کر لی، راوی کا بیان ہے کہ کیرے نے سر سے دھاگا لپیٹ لیا اور خرہرے میں داخل ہو گیا اور دوسری جانب دھاگا لیکر نکل گیا چنانچہ اس خدمت کے عوض آپ نے اس کو روزی رطب سے مقرر فرمادی۔ پھر آپ نے دوسرا خرہرہ لیا اور فرمایا کہ نہ ہے! جو اس میں سوراخ کرے لیکن لوہے کی مدد کے بغیر یہ سن کر لکڑی کے کیرے نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں یہ خدمت بجالاؤں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ میری روزی لکڑی میں مقرر کر دی جائے اس کی بھی درخواست منظور ہوئی۔ بس لکڑی کے کیرے نے خرہرے میں سوراخ کرنا شروع کیا۔ اور اس میں آریا سوراخ کر دیا اور اس خدمت کے عوض اس کی روزی لکڑی میں مقرر کر دی گئی۔ اس کے بعد پیالہ آپ کے سامنے رکھا گیا۔ تاکہ میٹھے اور جھاگ والے پانی سے جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا اس کو پر کر دیا جائے، آپ نے اپنے عربی گھجوروں کو طلب کیا اور ان کو دوڑا دیا جب دوڑتے دوڑتے ان کے پسینے بہنے لگے اس وقت ان کے پسینے سے اس پیالے کو بھر لیا گیا یہی وہ جھاگ الا میٹھا پانی تھا جو نہ زمین کا تھا اور نہ آسمان کا! اس کے بعد آپ نے پانی منگوایا تو ان خدمتگزاروں کو (جس میں عورتیں اور مرد شامل تھے) وضو کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ لاکوں اور لاکھوں میں امتیاز ہو جائے اول لڑکیوں نے (جو لڑکوں کی شکل میں تھیں) ہاتھوں پر پانی اس طرح بہانا شروع کیا کہ ایک لڑکی نے بائیں ہاتھ میں پانی لیکر دائیں ہاتھ کی پھیلی پر پانی لیکر اپنا پایاں بازو دھویا پھر اسی طرح دائیں ہاتھ میں

پانی کا برتن لیکر دایاں بازو دھویا اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ لوٹیاں (لڑکیاں) ہیں) ان کو آپ نے ایک طرف کر دیا پھر اس کے بعد ان غلاموں کو پانی دیا گیا جو لڑکیوں کی شکل میں تھے انھوں نے پہلے دایاں ہاتھ دھویا اس کے بعد دایاں جس سے پتہ چل گیا کہ یہ مرد غلام ہیں ان کو بھی الگ کر دیا یہ تعداد میں بارہ تھے (اس طرح لڑکوں کو اور لڑکیوں کو آپ نے الگ الگ کر دیا) پھر سوالات پر غور فرما کر آپ نے بلقیس کے ایک ہزار سوالات کے جوابات دیدیئے! پھر آپ نے بلقیس کے ہدیوں کو واپس کر دیا اور پیغام رساں عورت سے فرمایا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو حکومت اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے وہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جو اللہ نے تم کو دیا ہے، مجھے اس مال سے کیا خوشی ہو سکتی ہے، تمھارے ہدیے تمھارے لئے ہی باعث مسرت ہو سکتے پھر بلقیس کے نام ایک خط لکھ کر مژدہ کو دیا کہ یہ خط بلقیس تک پہنچا دے۔ ہم ان پر ضرور ایسی فوجوں سے حملہ کرینگے جس کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہیں ہے اور ان کو ذلیل و خوار کر کے سب سے نکال دیں گے اور زیادہ ذلیل و خوار ہونگے!!

پھر حضرت سلیمان کا خط لیکر دوبارہ بلقیس کے پاس پہنچا، بلقیس نے خط پڑھا، اس اثنا میں قاصد بھی لوٹ آئے انھوں نے حضرت سلیمان کا واقعہ اور خوف دایاں کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ فرمایا تھا اور لوٹا کر جو جواب دیا تھا وہ سب بلقیس کو سنایا اس وقت بلقیس نے اپنے قوم سے کہا کہ یہ حکم ہم پر آسمان سے نازل ہوا ہے اس کی مخالفت مناسب نہیں ہے اور نہ اس کی مخالفت کی ہم میں طاقت ہے۔ پھر ملکہ سبا اپنے تخت کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کو سات گردوں میں بند کر کے اس پر پہرے والے مقرر کر دیئے اور سلیمان کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ ہدیہ نے فوراً حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دیدی کہ بلقیس آپ کی خدمت آرہی ہے۔ حضرت سلیمان نے عمائد سلطنت کو جمع کر کے فرمایا کہ سردارو! اس سے قبل کہ بلقیس ایک فرمان پذیر کی حیثیت سے میرے پاس پہنچیں ان کا تخت میرے پاس کون لا سکتا ہے کیونکہ صلح ہو جانے کے بعد ان کے تخت کو لینا جائز نہیں ہوگا، عمرہ نامی ایک تند خو اور غضناک جن نے عرض کیا کہ آپ اپنے اجلاس عدالت نہ اٹھنے پائیں گے کہ اتنے عرصہ میں بلقیس کا تخت میں یہاں لا کر حاضر کر دوں گا (حضرت سلیمان کی مجلس عدالت صبح سے دوپہر تک ہوتی تھی)۔ مجھ میں اس تخت کو اٹھانے کی طاقت ہے، میں طاقت ور بھی ہوں اور امانت دار بھی! جو سونا چاندی اور جواہرات اس تخت میں لگے ہیں میں ان میں خیانت نہیں کروں گا! آپ آگاہ ہیں کہ حد نظر میرا ایک قدم ہے! اس لحاظ سے میں اتنے وقت میں یقیناً تخت آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا) حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی کم وقت میں تخت یہاں چاہتا ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص نے جس کو کتاب اللہ کا کچھ علم تھا اور اللہ کے اسم اعظم یا حی یا قیوم سے وہ آگاہ تھا عرض کیا کہ میں اپنے رب سے دعا کروں گا اور اس کی طرف رجوع ہوں گا، اپنے رب کی کتاب پر غور کروں گا تو امید ہے کہ آپ کی نظر کی دلچسپی رپاک چھپکتے میں) سے پہلے تخت کو حاضر کر دوں گا۔ اس شخص کا نام آصف بن برخیا بن شعبا تھا۔ اس کی والدہ کا نام باطورا تھا۔ یہ ہی اسرائیلی تھا، چونکہ وہ اسم اعظم سے واقف تھا اس لئے حضرت سلیمان نے کہا کہ اگر تم نے یہ کام انجام دے لیا تو تم غلبہ اور بلندی و مرتبت پاؤ گے اور اگر تم اس کام کو انجام نہ دے سکتے تو تم مجھے ان درباریوں کے سامنے شرمندہ کرنا کیونکہ میں جن دانش و دلوں کا سردار ہوں (یعنی ناکامی کی صورت میں میرے حضور میں مت آنا)

Jump

تختِ بلقیس

سیلمان کے حضور میں

چنانچہ حضرت آصف برخیا اٹھے اور دھوکہ کر کے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدہ کیا اور اسم اعظم پڑھ کر دعا کرنے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسم اعظم کے ساتھ جس نے بھی دعا کی اس کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسم اعظم کے وسیلے سے جس نے کچھ مانگا اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا وہ

ذوالجلال والاکرام ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ (آصف برخیا کے دعا مانگتے ہی) ملکہ بلقیس کا تخت زمین کے نیچے غائب ہو کر حضرت سلیمان کی کرسی کے پاس نمودار ہو گیا، ایک لے دیت یہ بھی ہے کہ اس کرسی کے نیچے نمودار ہوا جس پر حضرت سلیمان تخت نشینی کے وقت اپنے پاؤں رکھتے تھے۔ جب تخت حاضر ہو گیا تو جنات نے کہا کہ واقعی آپ کے صحابی آصف برخیا تخت کو لانے کی تو قدرت رکھتے ہیں لیکن وہ ملکہ سبا بلقیس کو نہیں لاسکتے! حضرت آصف نے حضرت سلیمان سے عرض کیا کہ (حکم ہو تو) میں ملکہ سبا کو بھی لاسکتا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ایک شیش محل تیار کیا گیا اور اس کے نیچے پانی جاری کیا گیا اور اس میں مچھلیاں چھوڑ دی گئیں۔ شیشہ کی صفائی کی وجہ سے فرش کے اوپر سے پانی اور مچھلیاں صاف نظر آتی تھیں پھر حکم کے بموجب حضرت کی کرسی محل کے وسط میں رکھ دی گئی اور مصاحبین کی کرسیاں بھی بچھا دی گئیں خود آپ بھی تشریف فرما ہو گئے ترتیب یہ تھی کہ حضرت کی کرسی کے قریب آدمیوں کی، اس کے بعد جنات کی، اس کے بعد شیاطین کی نشست تھی۔ حضرت سلیمان کی نشست کا یہی طریقہ ہوتا تھا! جب آپ کہیں سفر میں تشریف لے جانا چاہتے تو آپ اپنی کرسی پر اور مصاحبین اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ جاتے تھے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے تھے وہ سب کو اٹھا کر فضا میں لے جاتی تھیں اور جب زمین پر چلنے کا قصد ہوتا تو حسب الحکم ہوا سب کو زمین پر لے آتی اور آپ زمین پر چلتے، حضرت سلیمان کی مجلس ایسی ہی ہوتی تھی جیسی اُس زمانے میں بادشاہوں کی ہوتی تھی۔

الغرض جب مجلس کی نشست درست ہو گئی تو حضرت سلیمان نے آصف برخیا کو بلقیس کے لانے کا حکم دیا۔ آصف نے دوبارہ سجدے میں گر کر دوبارہ اسم اعظم یا حتی یا قیوم پڑھ کر اللہ سے دعا مانگی، دعا کرتے ہی بلقیس سامنے آ موجود ہوئیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسم اعظم کا علم رکھنے والا حضرت سلیمان کے اصطل کا داروغہ خبہ بن اوحٹھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت خضر ہیں۔

حضرت سلیمان اور

ملکہ بلقیس کی ملاقات

حضرت سلیمان نے بلقیس کو اپنے سامنے دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہے وہ مجھے اس امر میں آزمانا چاہتا ہے کہ مجھے جو حکومت دی گئی ہے اس کا شکر ادا کرنا ہوں یا اپنے اس مانت کے ظلم کو دیکھ کر جو علم میں مجھ سے افضل ہے اس نعمت کی ناشکری کرنا ہوں (علم میں افضل کے اشارہ آصف برخیا کی طرف ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شکر کرے گا تو ای کو فائدہ ہوگا اور ناشکری کرے گا تو اس میں خدا کو کچھ نقصان نہیں ہے۔ وہ تو بے نیاز اور کریم ہے وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ جب جنات کو یہ خبر ہوئی کہ بلقیس آگئی ہیں۔ تو ان کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ہمیں حضرت سلیمان بلقیس سے نکاح نہ کر لیں اگر ایسا ہو گیا تو بلقیس دوزخ جنات کے تمام واقعات حضرت سلیمان کو بتا دیے گی، چونکہ بلقیس کی ماں ایک بری تھی اس لئے اس کو جنات کے بارے میں تمام باتوں کا علم تھا، بلقیس کی ماں کا نام بئیر بنت عمر یا راحہ بنت یمن تھا اور وہ جنات کی ملکہ تھی۔ اس لئے جنات اس کی عیب جوئی کرنے لگے تاکہ حضرت سلیمان اس سے نفور ہو جائیں پس وہ کہنے لگے! حضرت والا! بلقیس کو تاہ عقل ہے اور اس کے پاؤں گدھے کے سموں کی مانند ہیں

اور حقیقت بھی یہ تھی کہ بلقیس کے پاؤں کچھ تھے اور ان کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے عقل و فہم کا امتحان لینا چاہا اور ان کے پاؤں بھی دیکھنا چاہے اور اس کا انتظام یہ کیا تھا کہ شیش محل کے نیچے آپ نے پانی بھرا دیا تھا اور اس میں مینڈکیاں اور مچھلیاں چھوڑوا دی تھیں، بلقیس کی دانش کے امتحان کے لئے آپ نے ان کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد نکر دالہا عرشہا (بلقیس کے تخت میں کچھ تبدیلیاں کر دو) کے بھی معنی ہیں۔

جب بلقیس محل تک پہنچ گئیں تو ان سے کہا گیا کہ محل کے اندر داخل ہوں۔ جب بلقیس نے محل کے اندر نظر ڈالی تو ان کو وہاں پانی کا گمان ہوا، ان کو ڈر ہوا کہ شاید مجھے ڈبوئے کا انتظام کیا گیا ہے، اگر موت کا اور کوئی طریقہ ہوتا تو اچھا تھا یعنی سلیمان مجھے اور کسی طرح مار ڈالتے، بالآخر آگے بڑھنے کے لئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تو ان کی دونوں پنڈلیوں پر بال نظر آئے باقی بدن کے لحاظ سے بلقیس بہت ہی حسین اور خوبصورت تھیں اور جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا تھا وہ ان عیوب سے بہت دور تھیں۔ کسی نے کہا کہ یہ شیش محل ہے اس میں غبار کا کوئی نشان نہیں ہے۔ یہ ایسا چمکنا ہے جیسے امرود جس کے رخسار پر بال نہ ہوں۔ اس محل کی چھت، زمین اور دیواریں سب شیش کی ہیں، بلقیس حضرت سلیمانؑ کی طرف روانہ ہوئیں حضرت سلیمانؑ ان کی پنڈلیوں پر بال دیکھ چکے تھے اور آپ کو وہ بھی بھلے لگے تھے۔ جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کے سامنے پہنچیں تو بار بار اپنے تخت کو دیکھتی تھیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے انہوں نے تخت کو دیکھ کر کچھ ہچکا کچھ نہیں ہچکا، وہ دل میں کہنے لگیں کہ وہ تخت یہاں کیسے پہنچ سکتا ہے وہ تو سات کمرؤں کے اندر بند ہے اور اس کی نگرانی پر چوکیدار بھی مقرر ہیں غرض کچھ ہچکا کچھ نہیں ہچکا کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکیں اور کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہی ہے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا ہم کو اس سے پہلے ہی خبر ہے دیکھی ہے اور ہم اس سے پہلے اللہ کے فرما بردار بن گئے تھے (بلقیس اسلام لانے سے قبل مجوسی مذہب کی پیرو تھیں) بلقیس کہنے لگیں میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا (یعنی میں نے خواہ مخواہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں بدگمانی کی کہ وہ مجھے ڈبو چاہتے ہیں) یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ میں نے آفتاب پرستی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں سلیمانؑ کے ساتھ اللہ کی مٹا کر بن رہی ہوں، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں سلیمانؑ کے ساتھ رب العالمین کی خالص عبادت کروں گی۔ اس لئے میں مسلمان ہوتی ہوں۔ (یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پہلے بلقیس کافرہ تھیں) حضرت سلیمانؑ نے اس کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت سے روکا، پھر حضرت سلیمانؑ نے ان سے نکاح کر لیا، ان کے (پنڈلیوں کے) بالی صاف کرنے کے لئے نوراً تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب نوراً (چونے کا پوڈر) تیار ہو گیا تو حضرت سلیمانؑ اور بلقیس نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت سلیمانؑ ہی نوراً کے موجد تھے۔

حضرت سلیمانؑ کی اولاد

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بہت سی باتیں بلقیس سے دریافت کیں اور اس طرح بہت سی باتیں بلقیس نے حضرت سلیمانؑ سے معلوم کیں (یعنی بہت دیر تک دونوں باہم گفتگو کرتے رہے) پھر حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے مباشرت کی اور ان کے بطن سے حضرت سلیمانؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا

نام داؤد رکھا گیا لیکن وہ آپ کی حیات ہی میں مر گیا اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت سلیمانؑ کی وفات ہو گئی اس کے ایک ماہ بعد بلقیس کا بھی انتقال ہو گیا، ایک روایت بھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے شام کے ملک میں ایک گاؤں بلقیس کو دے دیا تھا۔ مرنے دم تک بلقیس اس کا مکان لیتی رہیں اور اسی سے اپنا گذارہ کرتی رہیں، ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ مباشرت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو ان کے

ملک سبا واپس کر دیا تھا اور وہ خود ہمینے میں ایک بادشہیت المقدس سے سوار ہو کر یمن پہنچ جاتے تھے۔

بصائر

حضرت سلیمان اور بلقیس
کے قصہ سے عبرتیں
حاصل ہوتی ہیں !

ہم نے اس مجلس میں حضرت سلیمان کا پورا قصہ تفصیل کے ساتھ اس لئے پیش کر دیا ہے کہ اس میں
عاقبت ہیں، دانشمند مومن کے لئے بڑا سرمایہ نصیحت پنہاں ہے جو گزشتہ نیکوں اور بدوں
کی سیرت سے عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سابقہ امتوں میں اللہ تعالیٰ کا اقتدار نافذ تھا، جو
فرمان پذیر بندے تھے ان کو اس نے غرت عطا فرمائی اور نافرمانوں کو اپنے فرمانبرداروں کا مطیع

بنادیا۔ نافرمانوں کو خوار و ذلیل کیا اور ان کے اختیار کی باگ ڈور اپنے اطاعت کیشوں کے ہاتھ میں دے دی اور اپنے دوستوں اور
بھتیوں کو مخلوق کا مالک بنادیا تو دانشمند مومن ان تمام باتوں سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت سلیمان نے

لہذا کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بلقیس اور اس کے ملک (سبا) کا مالک بنادیا جب کہ بلقیس کی سلطنت میں بارہ ہزار فوج
سوار ایسے موجود تھے جن میں سے ہر ایک کی کمان میں ایک لاکھ فوج تھی اور حضرت سلیمان کی فوج کی کل تعداد ۴۰ لاکھ تھی، جس میں دو

لاکھ جنات تھے اور دو لاکھ انسان، دیکھو دونوں فوجوں کی تعداد میں عظیم الشان فرق تھا۔ کہاں بارہ کروڑ فوج اور کہاں
چار لاکھ؛ لیکن سلیمان کو ان کی اطاعت گزاری کے باعث غالب ملک و کفر و عصیان کی وجہ سے بلقیس کو مغلوب مملوک بنادیا

اس آدمی کو کچھ لینا چاہیے کہ اسلام ہمیشہ سر بلند رہتا ہے سرنگوں نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر کبھی کافروں کو مسلط نہیں
کرتا، اے مرد مومن! اللہ تعالیٰ تجھے حضرت سلیمان کی طرح توفیق دے، اگر تو سلیمان کی طرح صاحب ایمان ہوگا تو دنیا میں

عموں سے محفوظ رہے گا اور آخرت میں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچے گا، دوزخ تیرا خدمت گزار ہوگا۔ اور خادموں کی طرح
رے آگے آگے چل کر تجھے (جنت کا) راستہ بتائے گا اور اپنے مولا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دوزخ تجھ سے بہت ہی

نرم الفاظ میں کہے گا: اے مرد مومن میرے اوپر سے گزر جا، تیرے (ایمان) کے نور نے میرے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے غرض
کہ تیری بڑی توقیر ہوگی اور تیرا چہرہ پر نور ہوگا، حلقہ شاہی تیرے جسم پر ہوگا اور عظمت و بزرگی کی نشانیاں تجھ سے نمایاں

ہوں گی۔ اس بنا پر خادموں اور غلاموں پر تمھاری توقیر و تعظیم اور خدمت فرض ہے اس کے برعکس کافروں اور نافرمانوں پر وہ
آگ اپنا غیظ و غضب کھائے گی جیسے کوئی غالب آنے والا دشمن اپنی کامیابی کے بعد مغلوب سے انتقام لیتا ہے، اسی طرح وہ

تم سے بدلہ لے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

اِذَا رَاَ تَہْمُ مِنْ مَّکَاٍ بَعِیْدٍ رَّجَبَ وَہِ اَسَ (آتش جہنم) دور سے دیکھیں گے تو اس کے غیظ و غضب کی آواز سنیں گے۔
لہذا اگر تم دنیا و آخرت میں عزت کے خواہاں ہو تو تم پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی اور نافرمانی سے اجتناب

لے یہی رذائیت صحت سے زیادہ قریب ہے ورنہ ایک ملک کی ملکہ اور گزارہ کے لئے صرف ایک گاؤں! کیسے ممکن ہے۔
تہ صاحب غنیہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے یمن کیا پورے جزیرۃ العرب کی آبادی اتنی نہ تھی کہ اس سے بارہ کروڑ فوج

تیار ہوتی، آج بھی ملک عرب کی آبادی اتنی نہیں ہے۔

نہ درج ب، اللہ کی رحمت تم کو اسی وقت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ الْغَنَةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۖ
يُزَارُّهُ دَفْرًا ۖ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ ۚ
لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

پس اے ایمان کا دعویٰ کرنے والے! تیرا اتفاق اور اے اخلاص کے مدعی تیرا (عملی) شرک تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی عزت

اور اس کے برگزیدہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مومنین اختیار کی عزت کو دیکھنے میں مانع ہے اور ایک حجاب و پردہ ہے ہاں اگر تو

ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل پیر ہوگا اور اخلاص کی شرائط کے مطابق یقین رکھے گا تو دنیا میں ہر دکہ اور ہرجئی و انسی شیطان

سے اور آخرت میں (دوزخ کی) آگ کے عذاب سے محفوظ رہے گا، تجھے کامیابی اور تیرے دشمنوں کو خواری نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے :- اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۚ اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم

رکھے گا۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ سُبْحَتٌ وَمَكْرُوهٌ يُؤْخَرُ اُولٰٓئِكَ اُذْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لُحُوفٌ وَّ اُولٰٓئِكَ اُذْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لُحُوفٌ ۚ

بہوئے اللہ تمہارے ساتھ ہے لیکن غفلت تمہارے دلوں پر چھا گئی ہے اور زنگ کی تہیں چڑھ گئی ہیں اس کے گرد مسیحا ہی اور ظلمت

پھیل گئی ہے۔ ہائے افسوس! ہائے ندامت! ایسے دل والوں کے لئے جس دن قیامت میں مجید کھل جائیں گے، وہ دن واقع

ہونا حق ہے، بڑی مصیبت کا دن ہوگا، تمہاری کوئی چھپی بات چھپی نہیں رہے گی اس روز لوگ پراگندہ و پریشان ہو کر قبروں سے

نکلیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بدی کی

ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔ کہا گیا ہے کہ چار ذرے مل کر رائی کے دانے کے برابر ہوتے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ ایک ذرہ اس سُرُخ

چوٹی کے برابر ہوتا ہے جو پیشک عوذ کرنے پر نظر آتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ جب تم اپنا ہاتھ

زمین پر رکھو کہ اٹھاؤ تو ہتھیلی میں جو مٹی لگ جائے وہی ذرہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذرہ جو کے ہزاروں حصہ کا نام ہے بعض

کہتے ہیں کہ ذرہ غبار کے اس حصے کو کہتے ہیں جو شعاع خورشید سے سوئی کے ناکہ کی طرح چمکتا ہے۔ پس کتنا ہیبت ناک ہوگا وہ

دن جس میں ایسے ہلکے دن والے اعمال (یعنی ذروں کے برابر اعمال بھی) تو لے جائیں گے، اسی دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِس رَازِہِم پَر ہِز گاروں کو مہمان کے طور پر رحمن کی طرف لے جانے کا حکم دیں گے

اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہنکائیں گے۔

اس وقت پردہ ہٹ جائے گا، پوشیدہ باتیں عیاں ہو جائیں گی، مومن اور کافر، صدیق و منافق، موحد و مشرک، درست

دشمن، واقعی حقدار اور جھوٹے دعویدار میں امتیاز ہوگا (الگ الگ کر دیا جائے گا)

لے نا تو اِن انسان! اس دن کی ہیبت سے ڈر اور غور کر کہ تو ان دو گرد ہوں میں سے کس گردہ میں شامل ہوگا! اگر تو نے

بزرگ و برتر معبود کے لئے اعمال کئے ہیں اور اپنے عمل میں خدائے عظیم و خیر سے خوف کھا رہا ہے اور عمل کو ان تمام چیزوں سے

پاک رکھا ہے جو پرکھنے والے بصیرت رکھنے والے رب کی نظر میں بُری اور ناپسند ہیں۔ تو تو اس گردہ میں شامل ہوگا جو قیامت کے دن ار

کا مہمان ہوگا۔ تجھے عزت اور سلامتی حاصل ہوگی اور بشارت تیرے لئے موجود ہوگی اور اگر تیرا عمل اس کے برعکس ہے تو پھر یقیناً تو

گروہ کے ساتھ ہوگا۔ اور ان ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہوگا جو دوزخ میں فرعون و ہامان اور قارون کے ساتھ ہلاک کئے جائیں گے
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا**
 جو شخص یہ امید رکھتا ہو کہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے پس
 (اس سے کہہ دو کہ) نیک عمل کرے اور اللہ کی عبادت میں
 کسی کو شریک نہ کرے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کی فضیلت!

فضائل حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو بادل اور مشرق کی طرف بجائتی
 ہوئی ہوائیں ٹھہر گئیں، سمندروں میں توجہ ہوا، جانوروں نے گھسنے کے لئے کان لگا دیئے اور شیطانوں پر آسمان سے انگاروں
 کی مار پڑی، اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جس بیمار پر اس کا نام لیا جائے گا وہ اس کو ضرور شفا پائے گا اور
 جس چیز پر اس کو پڑھا جائے گا اس میں برکت عطا فرمائے گا اور جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا
 وہ جنت میں جائے گا۔

ابو دآل کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے انیس فرشتوں
 سے بچائے تو وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے اس کے ۷ دن ۱۹ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر حرف کو عذاب کے ایک فرشتے کے لئے پیر
 بنائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بقول طاؤسؓ فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ ابن عفانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ
 الرحمن الرحیم کے متعلق دریافت فرمایا، حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اللہ کے اسم اعظم اور
 اس اسم میں ایسا ہی تعلق و اتصال ہے جیسے آنکھ کی سفیدی اور سیاہی میں۔

حضرت ابن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے زمین سے ایسا کاغذ
 جس پر بسم اللہ تحریر معنی اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کرتے ہوئے اس دُسرے اٹھا لیا کہ پامال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس
 کا نام صدیقین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے والدین کا خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں عذاب ہلاک کر دیا جاتا ہے
 روایت ہے کہ تین مرتبہ شیطان اس طرح چیخ چیخ کر رویا کہ ایسا کبھی نہیں رویا۔ ایک تو اس وقت جب اس کو مردود

و طعون بنا کر عالم طائفہ سے خارج کر دیا گیا، دوسرے سرد کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے موقع پر، تیسرے اس وقت
 جب سورۃ فاتحہ نازل کی گئی جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم موجود ہے۔ سالم بن الجعد کے قول کے مطابق حضرت علی مرتضیٰ

کم اللہ وجہ نے فرمایا کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 کہ سب پہلے جب یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری نسل جب تک اس کی تلاوت

کرتی رہے گی عذاب سے محفوظ رہے گی، اس کے بعد اسے اٹھایا گیا پھر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئی تو انھوں نے

اس کو اس وقت پڑھا جب وہ (آگ میں پھینکے جاتے وقت) منجیق کے پلڑے میں تھے اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آگ کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دیا، پھر اسے اٹھایا گیا، پھر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام تک کسی پر نازل نہ ہوئی، جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ اے سلیمان! بخدا آپ کی حکومت تمام ہوگئی پھر وہ اٹھالی گئی اب اللہ تعالیٰ نے اُسے مجھ پر نازل فرمایا ہے، میری امت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے اور جب ان کے اعمال میزان میں تولے جائیں گے تو ان کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس (بسم اللہ) کو اپنی کتابوں اور خطوں میں لکھو اور جب تحریر کرو تو اس کو زبان سے بھی پڑھو۔

بسم اللہ کی فضیلت کے بارے میں مزید وضاحت و تصریح

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لوح و قلم کو پیدا کیا تو سب سے پہلے قلم کو حکم دیا کہ لکھ، قلم لوح پر چلا اور اس پر وہ سب کچھ لکھ دیا جو قیامت تک ہونے والا ہے، قلم نے لوح پر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر کیا جب تک لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے امان مقرر فرمادی ہے۔

ساتوں آسمان والے، بلند مرتبہ رکھنے والے، بزرگی والے، پردوں والے، اور صف بستہ مقرب فرشتے (سب) بسم اللہ کا نزول سب اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے والے (کرو بیان) اس کو پڑھتے ہیں۔ یہ سب سے پہلی آیت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، انھوں نے ارشاد فرمایا تھا کہ (اس کی برکت سے) میری اولاد عذاب سے محفوظ رہے گی جب تک وہ اس کا ورد کرتی رہے گی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ سورت نازل ہوئی اور انھوں نے اس کی تلاوت اس وقت فرمائی جب وہ منجیق کے پلڑے میں بیٹھے تھے (آگ میں پھینکے جا رہے تھے) اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو سلامتی کے ساتھ سرد فرمادیا، اس کے بعد اس کو اٹھایا گیا پھر موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کی برکت سے وہ فرعون اور اس کے جادو گردوں پر مہمان اور اس کے لشکر، قارون اور اس کے پیروؤں پر غالب آئے اس کے بعد اس کو پھر اٹھایا گیا پھر وہ چوتھی بار حضرت سلیمان پر نازل ہوئی اس وقت ملائکہ نے کہا: بخدا آج آپ کی سلطنت کامل ہوگئی چنانچہ جس چیز پر حضرت سلیمان بسم اللہ پڑھتے وہ ان کی تابع

فرمان بن جاتی تھی۔

جس روز حضرت سلیمان پر بسم اللہ اتاری گئی تھی اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام لوگوں میں منادی کرادو کہ جو شخص اللہ کی امان کی آیت سننا چاہتا ہو وہ حضرت داؤد کے ہیکل (محراب داؤد) میں سلیمان کے پاس آجائے وہ وعظ کہنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ شخص جو اللہ کی عبادت کا شوق رکھتا تھا ان کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا۔ چنانچہ تمام احبار بنی اسرائیل اور زہاد و عباد بنی اسرائیل کے تمام قبائل اور گروہ محراب داؤد میں حاضر ہو گئے (کوئی عابد و زاہد باقی نہ رہا) اس وقت حضرت سلیمان اٹھے اور منبر ابراہیم علیہ السلام پر تشریف لے گئے اور ان کے سامنے آیت امان "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تلاوت کی جس نے بھی اس کو سنا وہ خوشی سے جھوم اٹھا، سب نے یکتہ بان ہو کر کہا کہ ہم کو ابھی دیتے ہیں کہ آپ

اللہ کے رسول برحق ہیں غرضیکہ اس آیت کریمہ کے ذریعہ حضرت سلیمانؑ رد سے زمین کے سلاطین پر غلبہ آئے اور انہی کے ذریعے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ فتح کروادیا !!

حضرت سلیمان کے بعد اس آیت کو پھر اٹھایا گیا، اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر نازل کی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنے حواریوں کو اس کی خوش خبری سنائی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی: اے کنواری مریم (بتول) کے فرزند! تم جانتے ہو کہ کونسی آیت تم پر نازل کی گئی ہے؟ یہ آیت امان ہے یعنی یہ فرمان باری بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اس کو تم کھڑے بیٹھے، لیٹے، اُتے جاتے، چڑھتے اترتے ہر حال میں کثرت سے پڑھا کرو کیوں کہ جو شخص اس کا ورد رکھے گا وہ قیامت کے دن اس مال میں اٹھے گا کہ اس کے نامہ اعمال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اٹھ درجہ درج ہوگا اور وہ شخص مجھ پر ایمان لانے والا اور میری بلوبیت کا اقرار کرنے والا ہوگا میں اس کو دوزخ سے آزاد کر کے جنت میں داخل کر دوں گا۔ لہذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اپنی قرأت اور اپنی نماز کے شروع میں پڑھنا چاہیے کیونکہ جس نے اپنی قرأت اور اپنی نماز کے شروع میں اس کو پڑھا تو جب وہ مرے گا تو اس کو منکر نیکر کا کچھ خوف نہ ہوگا۔ اس پر موت کی سختی اور فشارِ قبر آسان ہو جائے گا اور میری رحمت اس کے شامل حال ہوگی میں اس کے لئے قبر کو کشتہ دہ اور تا حد نظر روشن کر دوں گا، میں اس کو قبر سے اس حال میں نکالوں گا کہ اس کا بدن گورا اور تہرہ ایسا نورانی ہوگا کہ وہ چمکتا ہوگا، میں اس سے بہت نرم حساب لوں گا، اس کی نیکیوں کو وزنی کر دوں گا اور ضراط پر اس کو نور کامل عطا کر دوں گا۔ یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور میدانِ حشر میں گنہگاری سے نڈا گراؤں گا کہ وہ سعید اور مغفور ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! میرے رب! کیا یہ (الغمام) میرے لئے خاص ہے، ارشاد ہوا تمہارے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو تمہارے پیرو ہیں اور تمہارے طریقہ پر چلیں گے، تمہارے بعد احمد (مصلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کے لئے بھی (یہ لغمام) خاص ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی اطلاع اپنے پیروؤں کو دی اور ان کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ”میرے بعد ایک پیغمبر آئیں گے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ان کے اوصاف اور کمالات ایسے ایسے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے تابعین اور پیروؤں سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا پختہ عہد لیا اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی طرف اٹھانے لگا تو آپ نے اپنے اصحاب (حواریں) سے اس عہد کو تازہ کیا (اس عہد کی تجدید کی) چنانچہ جب تمام حواریں اور آپ کے متبعین گزر گئے اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا اور دین کبڈ کر دنیا کو لے لیا، اس وقت یہ آیت امان نصاریٰ کے سینوں سے اٹھالی گئی۔ صرف اُن چند لوگوں کے دلوں میں باقی رہ گئی جو انجیل کے پیروؤں میں صاحبِ سلام تھے جیسے بکرا ابٹ غیرہ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اتاری مئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قرآن کریم کی سورتوں، خطوط اور کتابوں کے شروع میں لکھی جائے اس آیت کا نزول رسول خدا کے لئے عظیم فتح و کامرانی کا باعث ہوا، رب العزت نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا کہ جو مسلمان، صاحبِ یقین اپنے کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کو پڑھ لے گا میں اس میں ضرور برکت پیدا کروں گا اور جب بھی کوئی مسلمان اس کو پڑھتا ہے تو جنت اس سے کہتی ہے ”لبیک وسعدیک“ الہی اپنے اس بندے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے صدقہ میں جنت میں داخل فرمائے اور جنت کسی بندے کے حق میں دعا کرے تو اس کا

جنت میں جانا ضروری ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسی کوئی دعا نہ ہو جس کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہو، اپنے فرمایا قیامت کے دن بلاشبہ میری امت بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتی ہوئی آگے بڑھے گی اور میزان میں اس کی نیکیاں وزنی ہو جائیں گی اس وقت دوسری امتیں کہیں گی کہ امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ترازوں میں کس قدر وزنی اعمال ہیں، انبیاء ان کے جواب میں کہیں گے کہ امت محمدیہ کے کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ کے تین ایسے ناموں سے ہے کہ اگر ان کو ترازو کے ایک پتے میں رکھ دیا جائے اور تمام مخلوق کی برائیاں دگنا (دوسرے پتے میں رکھ دیے جائیں تب بھی یقیناً نیکیاں ہی بھاری ہوں گی۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو ہر مرض کی شفا، ہر دوا کا مددگار (شفا) ہر فقیہ کے لئے توانگری آتش دوزخ سے، پردہ زمین میں دھلتے سے امان، صورت نسخ ہونے اور سختی میں پڑنے سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بتایا ہے جب تک لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں گے۔

بسم اللہ کی تفسیر | عظیمی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ ماجدہ (حضرت مریم) نے استاد کے پاس تحصیل علم کے لئے بھیجا تو استاد نے ان سے کہا پڑھئے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" حضرت عیسیٰ نے فرمایا آپ کو معلوم ہے کیا ہے؟ استاد نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم، آپ نے فرمایا کہ ب تو اللہ کی روشنی، اس کی بلندی اور اس کی مملکت ہے۔

حضرت ابوبکر دراق نے فرمایا کہ بسم اللہ، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کے ہر پھول کی تفسیر الگ الگ ہے چنانچہ بنا کے چھ معنی ہیں۔ ایک باری کے معنی، یعنی عرش سے تخت الثریٰ تک اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ اور اس کا ثبوت اللہ کا یہ ارشاد ہے: **هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ** (۱) بصیر کے معنی میں اللہ عرش سے زمین تک تمام مخلوق کا دیکھنے والا ہے۔ **وَاللَّهُ بَصِيرٌ** (۲) بسم اللہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی اللہ عرش سے فرش تک مخلوق کے رزق میں کشادگی کرنے والا ہے ارشاد ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ** (۳) باقی کے معنی میں مستعمل ہے یعنی عرش سے زمین تک تمام مخلوق فنا ہو جائے گی اور صرف اللہ باقی رہنے والا ہے۔ **كُلُّ مَنْ عَلَفًا فَإِنِّي ذِي بَاطِنٍ** (۴) اللہ کے لئے اٹھانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ** (۵) بزرگ کے معنی ہیں یعنی وہ عرش سے فرش تک تمام مومنوں کے ساتھ

احسان کرنے والا ہے: **هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ**۔ پانچ صورتیں (یعنی سین سے اللہ تعالیٰ کے پانچ اسماء کی طرف مثل بات کے اشارہ ہے) (۱) **بَسْمِ** کی طرف یعنی عرش سے فرش تک اپنی تمام مخلوق کی آواز سننے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: **أَمْ يَحْسُبُونَ أَنَّا لَنَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ** (کیا وہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ ہم ان کی آہستہ اور پوشیدہ بات کو نہیں سنتے) دوسرے سید کے معنی میں یعنی عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کی ضروری ہے اس کا ثبوت اللہ الصمد میں موجود ہے۔ تیسرے معنی میں سید اللہ کے معنی عرش سے تخت الثریٰ تک تمام مخلوق کا محاسبہ اللہ تعالیٰ جلد کرنے والا ہے جس کا ثبوت **وَاللَّهُ مُوَفِّعُ الْحِسَابِ** ہے۔ چوتھے معنی ہیں **سَلَامٌ** کے معنی عرش سے

فرش تک اس نے اپنی تمام مخلوق کو سلامتی عطا فرمائی ہے اور اس کا ثبوت السَّلَامَةُ الْمُؤْمِنِينَ بھی ہے۔ پانچویں معنی سائن کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے غَايِبُ الذَّنْبِ دَقَائِلُ التَّوْبَةِ اس میں لفظ غایب کے معنی ہیں سائن یعنی پردہ ڈالنے والا۔

”ہم“ کی بارہ صورتیں ہیں۔ یسیم سے اللہ تعالیٰ کے بارہ اسماء حسنی کی جانب اشارہ ہے، اَوَّلُ مَلِكُ الْخَلْقِ مخلوق کا بادشاہ یا حاکم جس کی وضاحت اَلْمَلِكُ الْقَدِيسُ میں موجود ہے۔ دُومُ مَلِكِ الْخَلْقِ مخلوق کا مالک جس کی وضاحت مَالِكُ الْمَلَائِكَةِ میں کی گئی ہے۔ سُوْمُ مَلِكِ الْخَلْقِ مخلوق پر احسان کرنے والا، اس کی تشریح بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ میں موجود ہے۔ پہارم عجیب یعنی اللہ بزرگی اور محظوظی والا ہے اس کی وضاحت ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ سے فرمائی گئی۔ پنجم مُؤْمِنٌ کا اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کو اَمْنٌ وَاَمَانٌ دینے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا اَمْنِهِمْ مِنْ نَحْوِ اللَّهِ مُمْهِمٌ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق سے آگاہی رکھنے والا۔ ارشاد ہوا ہے اَلْمُؤْمِنُ الْمُتَمَيِّنُ مَقْتَدِرٌ یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر قدرت رکھنے والا جیسا کہ ارشاد فرمایا فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ مَشْتَمٌ مَقِيَّتٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق کی نگہبانی کرنے والا، ارشاد ربانی اس کی وضاحت میں موجود ہے۔ دَكَانَ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيَّتًا۔ ہشتم مُكْرَمٌ یعنی سارے عالم میں اپنے دوستوں کو عزت دینے والا، جس کی وضاحت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ وَهَمَّ الشَّيْطٰنُ یعنی کُلِّ جَنَّا کو نعمت دینے والا ارشاد فرماتا ہے وَ اَسْبَغْنَا عَلَيْكُمْ نِعْمَتَنَا ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً۔ یازدہم مُفَضَّلٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی عرش سے فرش تک اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ۔ دوازدہم مُصَوِّرٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی مخلوق کا صورت گر۔ اس آیت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ۔

اہل معرفت حقیقت کا ارشاد ہے کہ شران مجید کو بسم اللہ سے شروع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال و اعمال کی ابتدا اللہ کے نام سے کرے اور اس نام پاک سے برکت حاصل کرے۔ اور اسی کی ترغیب اس کا مقصود اعلیٰ ہے۔

لفظ اللہ کے معنی اسم اللہ کے معانی اور اس کی تنقیح و تصریح میں علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حلیل بن احمد اور علمائے عرب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اللہ خدائے بزرگ برتر کا ایسا نام ہے جس میں اس کوئی شریک نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے هَلْ نَعْلَمُ مَلَكًا سَمِيًّا (کیا اس کا کوئی ہم نام تم کو معلوم ہے) اس سے حلیل کا مطلب ہے کہ اسم اللہ کے علاوہ اللہ کے دوسرے نام مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ان ناموں کا اطلاق حقیقی ہوتا ہے اور دوسروں پر بطور مجاز مگر لفظ اللہ مشترک ہی نہیں ہے بطور مجاز بھی اس کا اطلاق کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے اندر ہمہ گیر مالکیت کا مفہوم پنہاں ہے باقی تمام معانی اس کے تحت ہیں۔

اگر اللہ کا الف حذف کر دیں تو لہ رہ جاتا ہے اب اگر پہلے لام کو بھی حذف کر دیں تو لہ رہ جاتا ہے پھر دوسرا لام بھی گرا دیا جائے تو ”ہو“ رہ جاتا ہے بعض علماء لفظ اللہ کو علم نہیں کہتے بلکہ اس کو علم مشتق کہتے ہیں۔ اللہ کو اسم مشتق تسلیم

لے صدق کی نشست میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ لہ اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ لہ اور تحقیق ہم نے انسان کو مشن بننا لہ اور اس نے ظاہری و باطنی نعمتوں کو تم پر کامل کر دیا۔ لہ بیشک اللہ لوگوں پر مہربان ہے۔

اپنے اندر سمائے ہوئے ہے اور رحیم کا درجہ رحمن سے (معنا) کم ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ الرحمن کے معنی اپنی تمام مخلوق پر مہربانی کرنے والے کے ہیں خواہ وہ مخلوق مومن ہو یا کافر، خواہ نیک ہو یا بدکار، رحمت مہربانی یہ ہے کہ وہ سب ہی کو روزی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ (میری رحمت ہر شے کو اپنے اندر سموائے ہوئے ہے) اور الرحیم کے معنی ہیں کہ وہ خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے (چنانچہ دنیا میں ہدایت و توفیق اور آخرت میں جنت اور دیدار کے انعامات مومنوں کے لئے مخصوص ہیں) اس لحاظ سے رحمن کا لفظ خاص ہے اور معنی عام اور رحیم کا لفظ عام ہے اور معنی خاص۔ لفظ رحمن کا اطلاق اللہ کے سوا کسی اور پر نہیں ہو سکتا اس لئے یہ لفظ خاص ہے اور چونکہ تمام مخلوق کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کو رزق دیتا ہے، وہی ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہے اور اس کی رحمت تمام موجودات کے شامل حال ہے پس معنی کی اس ہمہ گیری کے باعث اس کو رحمن کہتے ہیں لیکن لفظ رحیم مشترک ہے یعنی دوسروں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے یہ لفظ عام ہے لیکن اس کے معنی مخصوص ہیں یعنی خاص مہربانی اور ہدایت کی توفیق پس معنی کے لحاظ سے یہ خاص ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں اسماء (رحمن و رحیم) دقیق ہیں اور ایک دوسرے سے دقیق تر! مجاہد فرماتے ہیں کہ دنیا والوں پر مہربانی فرمانے کے لحاظ سے وہ رحمن ہے اور آخرت والوں پر (کریم و راحت فرمانے کے باعث) رحیم ہے۔ دعائیں یا رحمن الدنیا اور یا رحیم الآخرۃ کہا گیا ہے۔ ضحاکؓ کہتے ہیں: اللہ آسمان والوں پر رحمن ہے ان کو آسمانوں میں رکھا اور اطاعت کو ان کی گردن کا طوق بنا دیا گناہوں سے ان کو محفوظ رکھا اور تمام دنیاوی لذتوں اور کھانے پینے سے ان کو دور رکھا، وہ الرحیم زمین والوں پر ہے کہ ان کے پاس (ہدایت کے لئے) پیغمبروں کو بھیجا اور کتابیں اتاریں۔ عکرمہؓ کا قول ہے کہ اللہ الرحمن ہے ایک ہی ہمہ گیر رحمت کے ساتھ اور رحیم سو متفرق رحمتوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عز و جل کی سورتحتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت (بلاشبہ) اس نے زمین پر بھیجی اور اسے اپنی تمام مخلوق میں تقسیم فرمایا اسی ایک رحمت کے باعث وہ ایک دوسرے پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں اور رحمت کے باقی ننانوے حصے اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمائے جس سے وہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس ایک رحمت کو اپنی باقی ننانوے حصے (رحمتوں کے ساتھ ملانے والا ہے اور اس طرح اپنی سورتحتیں پوری کر کے قیامت کے دن ان کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ رحمن وہ ہے کہ جب اس سے کوئی مانگے وہ عطا فرمائے اور رحیم وہ ہے جب اس سے نہ مانگا جائے تو غضب فرمائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا وہ اس پر غضب فرماتا ہے، کسی شاعر کا قول ہے: اللَّهُ يَغْضَبُ إِنْ تَرَكْتُ سَأْلَهُ وَبْنِيَّ آدَمَ حِينَ يُسْأَلُ لِيَغْضَبُ۔ (اللہ رحمن وہ ہے جو نعمتوں کے ساتھ مہربانی فرماتا ہے، اللہ رحیم ہے جس نے تکالیف کو روکا اور دفع فرمایا، اللہ رحمن ہے اس نے دوزخ سے بچایا۔ اللہ کا ارشاد ہے وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (اور تم آتش جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات بخشی) اسی نعمت کی طعن اشارہ ہے اور الرحیم وہ ہے جو جنت میں داخل فرمائیگا۔

جیسا کہ خود فرمایا اَدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ (تم جنت میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ)۔ اللہ تعالیٰ رحمن ہے اس کی رحمت

جانوں پر ہے اور رحیم ہے کہ اس کی رحمت دلوں پر ہے۔
 اللہ رحمن ہے وہ مصیبتوں کو دور کرتا ہے رحیم ہے کہ گناہوں کو معاف فرماتا ہے اللہ رحمن ہے کہ بھیج اور غلط راستہ واضح کر دیتا ہے اور اس اعتبار سے رحیم ہے کہ (غلط راستہ سے) بچاتا ہے اور (راہ راست پر چلنے کی) توفیق عطا فرماتا ہے اللہ رحمن ہے گناہ معاف فرماتا ہے خواہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں طاعتوں کو قبول فرماتا ہے خواہ خالص نہ ہوں اس لئے اہل اعتبار سے رحیم ہے۔ اللہ رحمن ہے کہ وہ معاش کی دستی کے اسباب فراہم کرتا ہے اور رحیم ہے کہ آخرت کو درست کرنے کے ذرائع عنایت کرتا ہے۔ رحمن وہ ہے جو رحیم فرماتا ہے اور دکھ، درد اور شر کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے رحیم وہ ہے جو رزق دیتا ہے اور دوسروں کو کھانا کھاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا اور مضبوط قوت کا مالک ہے۔ وہ اس پر بھی رحمن ہے جو اس کا منکر ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کو نہ مانے، وہ اس پر بھی رحمن ہے جو اس کی ناشکری کرے اور وہ اس پر بھی رحیم ہے جو اس کا شکر بجالائے، وہ اس پر بھی رحمن ہے جو دوسرے کو اس کا شریک ٹھہرائے (اشترک) یہی رحیم فرماتا ہے اور اس پر بھی رحیم ہے جو اس کے مالک ہونے کا فک کرے۔

بسم اللہ کے فائدے

تم بسم اللہ پڑھا کرو تاکہ اللہ کی طرف سے گناہوں کی معافی پاؤ، یہ فائدہ تو لوگوں کی زبانی (نویہ مغفرت و معافی) سننے پر ہے جب حق تعالیٰ سے یہ سنو گے تو کیا کچھ فائدہ ہوگا! تمہارا یہ سننا تو اس حال میں ہے کہ غم دنیا موجود ہے لیکن اس وقت یہ سننا کیسا ہوگا جب وہ خود سنا کر ہوگا! اب تو تمہارا یہ سننا واسطے کے ساتھ ہے لیکن بغیر واسطہ کے سننا کیسا ہوگا! تمہارا اب نانا تو دھوکے کے گھر میں سننا ہے لیکن وہ سننا کیا ہوگا جب تم سرور (دارالآخرت) کے گھر میں سنو گے! اب تو تمہارا یہ سننا شیطان کے گھر میں ہے لیکن تمہارا وہ سننا کیسا ہوگا جو رحمن کے سایہ میں ہوگا! تمہارا اب سننا تو ایک کمزور بندے سے سننا ہے لیکن تمہارا یہ سننا اس وقت کیسا ہوگا جو بادشاہ رب الجلیل کی طرف سے ہوگا! یہ تو صرف خبر کی لذت ہے تو نظر کی لذت کیسی ہوگی! یہ تو مجاہدے کی لذت ہے تو مشاہدے کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ بیان کی لذت ہے تو ایمان کی لذت کیسی ہوگی؟ یہ منائے (غیاب) کی لذت ہے تو اندازہ کرو کہ حضوری کی لذت کیسی ہوگی!

تم اس اللہ کا نام لو جو اسناد سے پاک ہے، اس خدا کے نام کے ساتھ شروع کرو جو شریکوں سے منزہ ہے، اس خدا کا نام لے کر جو اولاد کے بنانے سے پاک ہے، اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے نوزوں کو روشنی بخشی، اس خدا کے نام کی مدد سے جس نے نیک لوگوں کو عزت بخشی، اس خدا کا نام لو جس نے تمام اندازے مقرر فرمائے دلوں اور آنکھوں کو روشنی عطا کی اور اس خدا کے نام سے جو نیکیوں کے دلوں میں سحر کے وقت جلوہ انداز ہوتا ہے، اس خدا کے نام کی برکت سے جس نے دوستوں کو اپنے اشرار کا علم عطا فرمایا۔ ان کے قلوب کے انوار سے ڈھانپ لیا اور ان کے دلوں میں اپنے راز بطور امانت رکھے، ان کے قلوب سے خطرات دور کئے اور غیروں کی بندگی سے محفوظ و مامون رکھا ان سے بوجھوں، بندشوں

اور گناہوں کے انباروں کو دور رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ ازل ہی سے مہربانی کرنے اور مغفرت چاہنے والوں کے گناہ معاف کر دینے کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔

کہو بسم اللہ اس کا نام ہے جس نے دریا جاری کئے، درخت اُگائے، یہ اس کا نام ہے جس نے اطاعت اشعار بندوں کے ساتھ شہروں کو آباد کیا اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں) بنایا جن کی وجہ سے زمین اپنے مسکن کے لئے فرش کی طرح ہو گئی۔ یہ لوگ چالیس ہزار گزیدہ ابدال ہیں یہ اللہ رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اس کی ذات میں کسی کے شریک اور اس کا ہمسر ہونے سے (یہ ابدال اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کے شریک اور ہمسر ہونے کی نفی کرتے ہیں) یہ ابدال دنیا میں بادشاہ ہیں اور قیامت کے دن سفارش کرنے والے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو جہان کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف کرم کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔

بسم اللہ کی برکت بسم اللہ اپنے ذاکروں کا ذخیرہ ہے، طاقتور لوگوں کے لئے عزت ہے کمزوروں کے لئے طحا و مادی، محبوبوں کے لئے نور اور مشتاقوں کے لئے سمندر ہے۔ بسم اللہ اُدراج کی راحت ہے اور حبیبوں کی نجات ہے سینوں

کا نور ہے اور تمام کاموں کی درستی کا نظام ہے، بسم اللہ اہل اعتماد کا تاج اور اہل وصال کا چراغ ہے۔ عاشقوں کو بسم اللہ صائے جہان سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔ بسم اللہ اس ذات کا نام ہے جس نے کچھ بندوں کو عزت اور کچھ بندوں کو ذلت دی۔ یہ اس کا نام ہے جس نے اپنے دشمنوں کے لئے جہنم کو منتظر بنایا اور اپنے دوستوں کے لئے اپنے دیدار کا وعدہ فرمایا۔ یہ اس کا نام ہے جو واحد ہے اور گنتی سے خارج ہے، یہ اس کا نام ہے جو باقی ہے اور بے غایت (نہایت) ہے، بسم اللہ اس کا نام ہے جو بغیر کسی سہارے کے قائم ہے

بسم اللہ ہر سورت کا آغاز ہے یہ اس کا نام ہے جس کے (ذکر کی) بدولت خلوتیں پر کیف ہو جاتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے نام سے نمازیں تمام ہوتی ہیں، اس کا نام ہے جس پر سب کو حین نلن ہے، اس کا نام ہے جس کے لئے آنکھیں بیدار رہتی ہیں، اس کا نام ہے جس کے کُن فرمانے سے وہ چیز فوراً (موجود) ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ اس کا نام ہے جو بس سے منزہ و پاک ہے، اس کا نام ہے

جو لوگوں سے بے نیاز ہے، اس کا نام ہے جو قیاس سے برتر ہے لہذا تم بسم اللہ پڑھو! ہر حرت کے بدلے ایک ایک ہزار اجر تم کو ملیں گے اور تمہارے سب کے سب گناہ مٹا دیئے جائیں گے، جس نے اس کو اپنی زبان سے کہا دنیا اس کی گواہ بنتی ہے، جس نے اسے اپنے دل میں

کہا آخرت اس کی شاہد ہوتی ہے اور جس نے اس کو پوشیدہ طور پر کہا مولیٰ (عز و جل) اس کا گواہ ہوتا ہے، اس میں وہ حلاوت ہو کہ پڑھنے والے کا دہن شیریں بن جاتا ہے، اس کے پڑھنے سے دل میں کوئی غم باقی نہیں رہتا، سب نعمتیں اس کلمہ پر تمام ہو گئیں، جلال اور جمال دونوں بسم اللہ میں یکساں ہیں، لفظ بسم اللہ جلال اندر جلال ہے اور الرحمن الرحیم جمال در جمال ہے، جس نے جلال کا مشاہدہ

کیا فنا ہو گیا اور جس نے جمال کا نظارہ کیا زندہ ہو گیا۔ بسم اللہ ایسا کلمہ ہے جو قدرت اور رحمت دونوں کا جامع ہے اس میں قدرت بھی ہے اور رحمت بھی، قدرت نے مطیع و فرمانبردار بندوں کو جمع کیا اور رحمت نے گناہگاروں کے گناہ دھو ڈالے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بسم اللہ پڑھو! گویا وہ فرماتا ہے کہ جس نے میری طاعت کی وہ میری حضوری میں باریاب ہو گیا اور نوظاعت کے بدولت اس کو معائنہ حاصل ہوتا ہے اور جس کو معائنہ (کی دولت) نصیب ہو وہ بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کا دل اسرار اور علوم ادیان کا ظرف بن جاتا ہے، جس نے اپنے محبوب کا وصال پایا وہ اشکباری اور اضطراب سے آزاد ہو گیا، جس نے نظر

سے اس کے جمال کا مشاہدہ کیا وہ خبر (آگاہی) سے بے پروا ہو گیا جو بارگاہِ صمدیت تک پہنچ گیا وہ رنج و غم سے نجات پا گیا۔ جس کو ذاتِ اقدس کا قرب حاصل ہو گیا اس کو فراق و جدائی سے نجات مل گئی اور جس نے دولت دیدار پائی وہ شقاوت و بدبختی سے مصون و مأمون ہو گیا۔

بسم اللہ کی صفت تم بسم اللہ کہو کیونکہ با مخلوق کو پیدا کرنے والے باری راہبایا کی ہے، میں خطاؤں کی پردہ پوشی کرنے والے (ستار خطایا) اور یم نعمت و عطا کے ساتھ احسان کرنے والے (مَنَّانٌ بَعْطَا)۔ ایک قول ہے کہ بآ اولاد سے بری ہوتی ہے، مین آوازوں (پکاروں) کے سننے والے اور یم دعاؤں کے قبول کرنے والے سے مراد ہے۔ یم کی تشریح و تفسیر میں کہا گیا ہے کہ میں باقی (غیر فانی) ہوں، میری طرف دیکھو تم دوسروں کو بلاؤ میں تمہارا اساقی ہوں تم کو بلاؤں گا تم دوسروں کو کھلاؤ میں تمہارا مَطِعم ہوں تم کو کھلاؤں گا۔

ایک قول ہے کہ بآ سے بکا و تابین (توبہ کرنے والوں کی کریم و زاری) اور سین سے سجود العابدین (عبادت کرنے والوں کے سجدے) اور یم سے مذنبوں (گنہگاروں) کی عذر خواہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بآ بلایا کی یم معطی اور سین سار کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مصائب کو دور کرنے والا، رحمن بخشش اور انعامات دینے والا اور رحیم گناہوں کو چھپانے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اہل عرفان کے لئے اللہ ہے اور عبادت گزار بندوں کے لئے رحمن اور گنہگاروں کے لئے رحیم ہے۔

اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور وہ کتنا اچھا پیدا کرنے والا ہے، الرحمن ہے جس نے تم کو روزی دی اور وہ کتنا اچھا روزی دینے والا ہے، الرحیم ہے جو تمہارے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور وہ کتنا اچھا بخشش کرنے والا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو بھر پور نعمتوں کا دینے والا ہے وہ رحمن درحیم ہے جو دو عطا کرتا ہے، وہ اللہ ہے جو ماؤں کے پیٹوں سے ہم کو باہر نکالتا ہے، وہ رحمن ہے قبروں سے باہر نکال کر لائے گا، رحیم ہے تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لائے گا۔

شیطان کی مخالفت اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے شیطان کے خلاف کیا اور گناہوں سے دور رہا وہ دوزخ سے بچا، اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی مزید بہت دے اور رحمن کے ذکر میں ہمیشہ اس کو مشغول و مصروف رکھے کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اللہ کو مضبوط پکڑا اس کی طرف رجوع ہوا، اس نے اللہ پر توکل کیا اور اس کے ذکر میں مشغول رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ پڑھی ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے دنیا سے نفرت کی اور آخرت کا شائق رہا اور تکلیفوں پر صبر اور اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کیا، مولیٰ کے ذکر میں ہمیشہ محو رہا کیونکہ اس نے بسم اللہ کہا ہے۔

تبریک و تہنیت ہے اس بندے کے لئے جس نے شیطان سے پرہیز کیا اور قوت لایموت پر قناعت کی (بقدر ضرورت روزی حاصل کرنے پر) اور اس خدا کے ذکر میں مصروف و مشغول رہا جو حقیقی لایموت ہے۔ لہذا تم بھی بسم اللہ کہو!

مجلس سوم

وَتَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا

کی تشریح و تفسیر

توبہ کے معنی سب اللہ کی طرف رجوع ہوتا کہ تم صلاح پاؤ۔ یہ خطاب توبہ کرنے کے بارے میں عام ہے۔ لغوی اعتبار سے توبہ کے معنی رجوع کرنا ہے چنانچہ کہتے ہیں تَابَ فُلَانٌ مِّنْ ذُنُوبِهِ فُلَانٌ شَخْصٌ اس بات سے باز آگیا، اصطلاح شرع میں توبہ ہر شرعی مذہب سے باز رہ کر شرعی محمد کی طرف پلٹ آنے کا نام ہے یعنی جو چیز شرعاً حرام ہے اس کو چھوڑ کر جو چیز شرعاً اچھی اور پسندیدہ ہے اس کی طرف رجوع کرنا توبہ ہے۔

اس بات کا یقین رکھنا کہ گناہ اور ناموس گرامیاں ہلاکت میں ڈالتے والی اللہ اور جنت سے دور کرنے والی ہیں نیز گناہوں کو ترک کرنا اللہ اور جنت سے قربت کا موجب ہے، توبہ ہے گویا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ خواہشات پرستی نہ کرو، ہوا و ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوگو، اُمید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے، ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر تم ہمیشہ رہو گے فلاح و کامیابی اور نجات سے ہمکنار رہو کہ میری رحمت کے ساتھ جنت کے ایسے بلند درجوں پر جن کو نیکو کاروں کے لئے بنا رکھا گیا ہے فائز ہو گے، یہ خطاب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خصوصیت کے ساتھ فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اے ایمان والو! خالص توبہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہوں کو تم سے بدل دے (معاف فرمائے) اور تم کو ان باغوں میں بھیجے جن کے نیچے نہریں دیاں ہیں۔

نصوح کے معنی خالص کے ہیں توبۃ النصوح کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کی طرف اس طرح رجوع ہو کہ وہ مکر و فریب کے شائبہ سے خالی ہو۔ نصوح سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھانکے کے ہیں پس توبۃ النصوح وہ خالص توبہ ہے جو نہ کسی دوسری چیز سے وابستہ ہو اور نہ کوئی دوسری چیز اس سے متعلق ہو، بندہ طاعت پر قائم ہو جائے، گناہ کی طرف مائل نہ ہو، خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف مائل ہو جائے جس طرح کہ (پہلے) اس نے خالص ہوائے نفس کی خاطر گناہ کا ارتکاب کیا تھا یہاں تک کہ (اس حال میں) اس کا خاتمہ ہو جائے۔ باجماع امت تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا ذکر متعدد جگہ قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ (اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اور يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (اور گناہوں سے پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے) اس آیت میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ توبہ کرنے والوں کو توبہ کرنے اور اللہ سے دور کر دینے والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اللہ ان کو پسند فرماتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:

الْتَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِغُونَ
السَّائِغُونَ السَّائِجُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَغْرِبِ
وَالْتَّائِبُونَ عَنِ الْمُتَكَبِّرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد بجالانے والے، رجوع
کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم
دینے والے، برائی سے منع کرنے والے، حدود الہی کی حفاظت
کرنے والے ہیں، مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کا ذکر کیا اور پھر ان کے اعلیٰ اور عمدہ اوصاف کا ذکر فرمایا کہ توبہ کرنے
والے وہ ہیں جو ان خصوصیات اور اوصاف کے حامل ہیں اور ”بشر المؤمنین“ فرما کر بتایا کہ جب بندہ ان اوصاف کا حامل
ہو جاتا ہے تو وہ ایمان اور بشارت کا مستحق ہو گیا! ۷۷۷

گناہِ صغیرہ اور کبیرہ

کون سے گناہ صغیرہ اور کون سے گناہ کبیرہ ہیں جن گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں صغیرہ بھی ہیں اور کبیرہ بھی۔ کون کون سے
گناہ کبائر میں شمار ہوتے ہیں ان کی تعداد کے لغتین میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علمائے
تین، بعض نے چار، کسی نے سات، کسی نے نو اور کسی نے ان کی تعداد گیارہ بتائی ہے حضرت

ابن عباسؓ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پہنچا کہ کبائر صرف سات ہیں تو آپ نے فرمایا کہ سات کہنے سے تو شتر
کہنا بہتر تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی ممانعت فرمادی ہے وہ کبیرہ ہے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ کبیرہ کی
تعداد مبہم ہے ان کی صحیح تعداد کو کوئی نہیں جانتا اسی طرح جیسے کہ لیلتہ القدر اور جمعہ کے دن کی خاص مقبول ساعتوں کو کوئی
نہیں جانتا اور اس میں رازیہ ہے کہ تاکہ لوگ کوشش اور حصول طلب میں زیادہ سے زیادہ راعب ہوں یہی حال کبائر کا ہے
(کہ صحیح تعداد نہیں بتائی گئی) تاکہ لوگ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے زیادہ سختی سے کام لیں۔

بعض کا قول ہے کہ ہر وہ گناہ جس کی سزا میں دوزخ کی وعید ہے وہ کبیرہ ہے، بعض کا قول ہے کہ کبیرہ وہ گناہ
ہے جس کی دنیوی سزا (حد شرعی) مقرر کر دی گئی ہے، بعض علمائے کہا ہے کہ کبائر سترہ ہیں ان میں چار کا تعلق دل سے ہے
غیرت۔ گناہ پر جے رہنا۔ خدا کی رحمت سے مایوسی۔ اللہ نے جو ڈھیل اور چھوٹ سے رکھی ہے اس سے بے خوف بن جانا، چار کا
تعلق زبان سے ہے یعنی جھوٹی گواہی دینا۔ پاک امن پر زنا کی تہمت لگانا (خواہ مرد ہو یا عورت)۔ جھوٹی قسم کھانا جس کی وجہ
سے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیا جائے یا اس جھوٹی قسم کی وجہ سے کسی مسلمان کا مال مارا جائے (خواہ وہ بقدر ایک
مسواک ہی کیوں نہ ہو) چوتھے جادو، تین کبائر کا تعلق پیٹ سے ہے، شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں پینا۔ یتیم کا مال
بغیر حق کے کھانا۔ دانستہ اور جان بوجھ کر سود کھانا۔ دو کا تعلق عضو مخصوص سے ہے۔ زنا اور لواطت (فعل غیر وضع فطری)
دو کا تعلق ہاتھوں سے ہے قتل کرنا اور چوری کرنا۔ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے۔ جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگنا (ایک کا دو
کے مقابلے سے اور دس کا بیس کے مقابلے سے۔ سو کا دس سو کے مقابلے سے فرار کرنا) ایک گناہ ایسا ہے جس کا تعلق تمام بدن سے

ہے، ماں باپ کی نافرمانی کرنا (حقوق والدین سے روگردانی) والدین کے حقوق یہ ہیں کہ جب وہ تمہارے اعتماد پر قسم کھالیں تو تم ان کی قسم کو نیچا نہ کرو، اگر وہ تم کو گالی دیں تو تم اس کے بدلہ میں ان کو نہ مارو۔ اگر وہ تم سے کچھ مانگیں تو تم دینے سے انکار کرو اگر وہ بھوکے ہوں اور تم سے کھانا مانگیں تو تم ان کو نہ کھلاؤ۔ یہ تمام باتیں والدین کے حقوق سے روگردانی اور ان کی ادائیگی سے فراہم ہے۔

صغیرہ گناہ

گناہ صغیرہ بے شمار ہیں۔ ان کی شناخت اور ان کی تعداد کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ صرف شرعی شہادت صغائر اور بصیرت سے ان کو شناخت کیا جاسکتا ہے، شرع کا مقصد تو یہی ہے کہ انسان کا دل گناہوں سے باز رکھے۔

متوجہ الی اللہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا قرب سے حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِلَهِ تَمِذًا وَبَاطِنَهُ لِيَنِي ظَاهِرِي وَأُورِ بَاطِنِي گناہ چھوڑ دو۔

مندرجہ ذیل گناہ صغیرہ میں شمار ہوتے ہیں: کسی خوب رو یا اجنبی عورت یا مرد کی طرف (جنسی تحریک کے تحت)۔

دیکھنا، اس کا بوسہ لینا، اس کے ساتھ لیٹنا مگر جماع نہ کرنا، مسلمان بھائی کو گالی دینا اور تہمت زنا کے علاوہ کسی قسم کی اور شرم و عار دلانے والی بات کہنا، مارنا، غضب کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، اس کے علاوہ اور ایسی ہی بہت سی باتیں صغیرہ گناہ میں شمار ہوتی ہیں۔

اگر مومن کبیرہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو صغیرہ گناہ اس کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَائِرَ سَيِّئَاتِكُمْ۔ اگر تم گناہ کبیرہ سے اجتناب کرو گے تو تمہاری چھوٹی سب سے برائیاں (صغیرہ گناہ) ہم خود ہی معاف کر دینگے۔

لیکن معافی کے اس ارشاد سے کسی کو لالچ میں نہ آنا چاہیے بلکہ تمام صغائر و کبائر سے توبہ کرنا چاہیے۔ ایک شاعر کا قول ہے:

وہ جو چھوٹے اور بڑے گناہوں سے پاک ہو گیا تو یہ تقویٰ اور استقامت دینی میں شمار ہوگا۔

اور اس طرح محتاط رہ کر جیسے خاردار زمین پر چلنے والا ہوتا ہے تیرے لیے بھی بہتر ہے کہ تیرے کو جو کائنات یعنی گناہ زندگی کی راہ میں نظر آئے اس سے پرہیز کرنے۔ تو صغیرہ گناہوں کو حقیر نہ سمجھو بیشک پہاڑ پتھروں سے ہی بنتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک میدان میں جہان نے لکڑیاں موجود تھیں اور نہ کوئی دوسری چیز راق و دوق پہل

میدان تھا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ فروکش ہوئے۔ حضور ﷺ نے لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں لکڑیاں تو نظر ہی نہیں آتیں۔ فرمایا کسی چیز کو حقیر نہ جانو جو چیز ملے اسے لے آؤ۔

چنانچہ صحابہ کرام ادھر ادھر گئے اور کچھ نہ کچھ اکٹھا لائے اور ایک جگہ جمع کر دیا چنانچہ ایک بڑا ڈھیر ہو گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ یہی حال اس خیر و شر کا ہے جس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹا چھوٹے سے اور

بڑا بڑے سے مل کر اور خیر خیر سے، شر شر سے مل کر ایک انبار ہو جاتا ہے۔

۷۷۷

کہا گیا ہے کہ بندہ جب گناہوں کو چھوڑا اور حقیر (جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوتا ہے اور بندہ اس کو
بڑا جانتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک چھوٹا ہو جاتا ہے۔ بندہ مومن کا گناہ صغیرہ کو گناہ عظیم (گناہ کبیرہ) جانتا اس کے
ایمان کے بڑے ہونے اور معرفت الہی سے زیادہ قریب ہونے کے باعث ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے
ہیں: ”مومن اپنے گناہ کو اپنے اوپر پہاڑ کی طرح سمجھتا ہے اس کو ڈر ہوتا ہے کہ وہ کہیں اس کے اوپر گرنے پڑے اور منافق
اپنے گناہ کو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی کی طرح (حقیر) جانتا ہے جس کو وہ ہاتھ سے اڑا دیتا ہے۔ بعض علما نے کہا ہے کہ یہ
ناتالی معافی گناہ ہے۔“

انسان کا یہ قول کہ کاش میرا عمل ایسا ہی ہوتا (گناہ صغیرہ کی طرح) ایسی بات کہنا آدمی کے ضعف ایمان معرفت
کی کمی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کو نہ جاننے کی دلیل ہے، اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم (کچھ بھی) ہوتا تو وہ چھوٹے گناہ
کو بڑا اور حقیر کو عظیم جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا خیال نہ کرو بلکہ اس کے بھیجنے
والے کی عظمت کی طرف دیکھو، تم گناہ کے معمولی اور چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ جس کے سامنے تم نے گناہ کیا ہے اس کی عظمت
کا لحاظ کرو اسی نے کہا گیا ہے کہ جس کی منزلت اور جس کا مرتبہ بارگاہ الہی میں زیادہ ہے وہ کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہیں
سمجھتا بلکہ ہر اس عمل کو جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہے کبیرہ سمجھتا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے تابعین سے فرمایا ”جو گناہ تم کو بال سے زیادہ باریک (حقیر) نظر آتے ہیں وہ گناہ ہم کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پہاڑ کی طرح ہلاکت انگیز نظر آتے تھے“ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو رسول اللہ اور بارگاہ الہی
سے قرب حاصل تھا۔ اسی طرح عالم سے جو گناہ سرزد ہو وہ بڑا سمجھا جائے گا اور حباہل اگر یہی گناہ کرے تو اس کو حقیر مانا جائے گا
اسی طرح عامی سے ان باتوں (لغزشوں) میں درگزر کیا جاتا ہے جن باتوں میں عارف سے درگزر نہیں کی جاتی۔ عارف اور
عامی کے علم معرفت اور ان کے مراتب میں جس قدر تفاوت ہے اس کے لحاظ سے یہ فرق و امتیاز ہے۔

لہذا توبہ ہر شخص کے حق میں فرض عین ہے کیونکہ کوئی شخص بھی ہاتھ پاؤں کے گناہوں سے خالی نہیں
توبہ فرض عین ہے (وہ عالم ہو کہ عامی) اور اگر کوئی ان اعضاء کے گناہ سے خالی ہے تو گناہ ہی سے اس نے گناہ کیا ہوگا اور
اگر یہ بھی نہ ہوگا تو ان شیطانی دوسو سوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ کی یاد سے غافل کر دینے والے ہوں گے اور اگر ایسا بھی نہ
ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے تو کوئی بھی خالی نہیں ہوگا، یہ تمام
صور میں اہل ایمان کے احوال و مقامات کے اعتبار سے علی قدر مراتب ہیں لہذا ہر حال کے لئے طاعات، گناہ اور حدود و شرائط
جد اجدا ہیں، ان ہی حدود کی (جو جس کے لئے معین ہیں) پابندی طاعت و بندگی ہے اور ان سے غفلت یا ان کی مخالفت گناہ ہے
اس لئے ہر شخص توبہ کا محتاج ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ کج ادبی اس کے اندر پیدا ہو گئی ہے۔ اس سے لوٹ جائے اور شریعت
نے جو سیدھا راستہ اس کے لئے مقرر کر دیا ہے، جو مقام اسے عطا ہوا ہے اور جو منزل اس کے لئے بنادی گئی ہے اسی کی
طرف متوجہ ہو۔ چونکہ لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اس لئے ہر شخص کی توبہ بھی جدا گانہ ہے۔ یعنی توبہ کی ضرورت میں تو فرق
نہیں البتہ توبہ و عبادت و مقدار میں فرق ہے۔ عوام کی توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے (یعنی وہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں) لیکن

خواس کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور خاص الخاص بندوں کی توبہ ہے اللہ عز و جل کے سوا کسی اور طرف دل کے میلان سے (یعنی

ماسوا کی طرف دل کا میلان توبہ کا باعث ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت ذوالنون مرقی نے منسرایا لغوام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت سے۔ حضرت ابوالحسن لوزی فرماتے ہیں کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ عز و جل کے علاوہ ہر چیز سے توبہ کرے۔ پس توبہ کرنے

والوں کے مابین منسوق و امتیاز ہے کچھ تو گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور کچھ مابین ایسے ہیں جو اپنے خنات (نیکیوں) کے دیکھنے سے

توبہ کرتے ہیں (یعنی وہ اپنی نیکیوں کا اظہار اعتبار نہیں کرتے) اور کچھ بندے ایسے ہیں جو غیر خدا کی طرف طمانیت قلب سے توبہ

کرتے ہیں (یعنی ماسوا اللہ سے اگر ان کو طمانیت قلب و سکون و آسودگی میسر ہوئی ہے تو ان کے لئے توبہ کا موجب بن جاتی ہے) غور

کر کہ انبیا کرام علیہم السلام بھی توبہ سے مستغنی نہیں ہیں، دیکھو! حدیث شریف میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا میرے قلب پر ابرسا آجاتا ہے تو میں دن رات میں اللہ عز و جل سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

حضرت آدم کی توبہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوعہ سے کچھ کھایا (منجر ممنوعہ کا پھل کھایا) اور آپ کے جسم مبارک سے

بہشتی لباس اتر گیا، آپ کا ستر کھل گیا، سر تاج و کفنی سر پر باقی رہ گئے، فرشتوں نے ان دونوں کو

اتارنے سے حیا کی اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے آپ کے سر سے تاج اور پیشانی سے کفنی (پٹی) کو

اتار لیا پھر آپ کو اور حوا کو حکم ہوا کہ تم اور حوا میرے قرب سے دور ہو جاؤ یہاں سے نکل جاؤ! مافراں میرے قرب میں نہیں

سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرماتے ہوئے حضرت حوا کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ یہ پہلی شامت گناہ ہے، قرب حبیب (کی منزل)

سے ہم کو نکال دیا گیا، آرام بخش زندگی اور خوش گوار عیش کے بعد، تضرع اور الحاح و زاری کا محتاج ہونا پڑا ہے، حضرت آدم

علیہ السلام کی یہ حالت، عظیم سطوت، زبردست فضیلت، عزت و ناز اور سب سے زیادہ مالمون و محفوظ جگہ پر بلند مرتبہ رکھنے

اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ قربت رکھنے کے باوجود، ہوئی۔ اگر کوئی بھی توبہ سے مستغنی ہو سکتا تھا اور دشمن (شیطان) کی دشمنی

معاذ اللہ کی خواست شیطان کی مکاری اور سیسہ کاری سے محفوظ رہ سکتا اور مرتبہ کی بلندی، عصمت و پاک امنی اور اللہ کی قربت پر

کسی کو ناز ہو سکتا تھا تو یہ بات حضرت آدم کے لئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب تھی (کہ آپ ان تمام خصوصیات اور صفات

سے منصف تھے) لیکن بایں ہمہ حضرت آدم علیہ السلام بھی توبہ سے بے نیاز نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ انھوں نے توبہ کی اور

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا، اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم کی توبہ کے سلسلہ میں ارشاد ہے

فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ

آدم نے اپنے رب سے کلمات (توبہ) سیکھے تو رب نے ان کی توبہ

قبول فرمائی بیشک ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی

تو فرشتوں نے انھیں مبارکباد پیش کی اور جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا! اے

آدم! آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (دعا یہ کلمات) کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی، یہ سن کر آدم علیہ السلام نے فرمایا۔

اے جبریل! اس توبہ کے قبول کرنے کے بعد بھی اگر باز پرس ہوئی تو پھر میرا ٹھکانہ نہیں۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی، اللہ

تعالیٰ نے فرمایا! اے آدم تم نے اپنی نسل کو مشقت، تکلیف اور توبہ کا وارث بنایا ہے تو اب جو کوئی مجھے پکارے گا میں لبیک

فرماؤں گا۔ جس طرح میں نے تمہارے لئے لپیک کہا تھا اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس عطا میں نخل نہیں کروں گا۔
 کیونکہ میں تو قریب ہوں اور قبول کرنے والا ہوں! اے آدم! میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کو جنت میں جمع کروں گا
 زمان کو ان کی قبروں سے شاداں و فرحاں اٹھاؤں گا اور ان کو ان دعاؤں کی قبولیت کے باعث (قبروں سے) شاد کام

صلوات کا نام ہے

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے کہ ان کو اپنی ابرو بچانے کے لئے غیرت آئی، کافروں نے جب
 آپ کو جھٹلایا تو آپ کو ان پر سخت غصہ آیا اور آپ کی بددعا سے اللہ تعالیٰ نے تمام اہل مشرق و اہل مغرب تمام دنیا کو عرق
 کر دیا، آپ ہی آدم ثانی تھے، آپ ہی کی نسل سے یہ انسان (تمام دنیا میں) پھیلے۔ کیونکہ جو لوگ آپ کی کشتی میں ڈوبنے سے
 محفوظ و مامون رہے ان میں سے آپ کے تینوں فرزند سام۔ حام اور یافث کے علاوہ کسی اور کے اولاد نہیں ہوئی اس
 شان و مرتبہ کے باوجود آپ نے بارگاہ الہی میں اس طرح دعا کی تھی۔

رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِیْکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا
 کُنْتُ فِیْہِ وَاَلَا تَقْضِیْ فِیْ دَعْوِیْ
 اَکْثَرُ قِیَمِ الْخَاسِرِیْنَ ۔
 اے میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے
 ایسی درخواست کروں ایسا سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تیرے
 تجھے بخش اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں یاں کاہلوں میں رہوں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ جلیل القدر پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی دوستی کے لئے منتخب فرمایا تھا، ان کو پیغمبروں
 اور نبیوں کا باپ بنایا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں چار ہزار پیغمبر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے
 ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رکھا۔ ”وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهُ هُمُ الْبَاقِیْنَ“ ہم نے ان کی اولاد کو باقی رہنے والا بنایا،
 یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اعلیٰ نبینا و علیہم السلام
 بھی ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ وہ بھی بایں جلالت شانِ توبہ، اظہار عجز اور اللہ تعالیٰ کے سامنے احتیاج سے بے نیاز نہ تھے
 چنانچہ حضرت ابراہیم نے مناجات اس طرح کی:

اَللّٰہِیْ خَلِّصْنِیْ فَمَوْ یٰہِدِیْنِ وَالَّذِیْ ہُوَ
 یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَفَعْلِیْ
 وَ الَّذِیْ یُبْرِیْکُنِیْ ثُمَّ یُخْطِیْکُنِ وَالَّذِیْ اٰطَعْتُ
 اَنْ یُّغْفِرَ لِیْ خَطِیْئَتِیْ فَاِنَّ الدِّیْنَ ۔
 وہ خدا جس نے مجھے پیدا کیا، وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے، وہ خدا جو مجھے
 کھلاتا پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفا عطا کرتا ہے
 اور وہ خدا جو مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔ وہی ذات
 جس سے میں قیامت کے دن اپنی خطاؤں کی بخشش کی امید کرتا ہوں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (حضرت ابراہیم کے قول کو اس طرح بیان فرمایا ہے)
 وَ اٰمَرْنَا مٰکَ سَبْکَنَا وَ تَبَّ عَلٰیْنَا اِنَّکَ
 اَنْتَ الثَّوَابُ السَّرِیْنُ ۔
 اے رب! ہم کو ہماری عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر رحمت
 نازل فرما تو بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی تھے۔ وہ خدا کی ہم کلامی سے سرفراز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے
 لئے پسند فرمایا اور اپنی محبت ان پر العافروں کی رآپ کے دل میں ڈال دی (ظاہری اہل باطنی معجزوں سے آپ کی تائید

فرمانی تھی جیسے یہ بیضا (چمکتا ہوا ہاتھ) عصا (جو زمین پر ڈالنے سے اڑھواں جاتا تھا) اور وہ نور، نشانیاں جو صحرائے تیرہ میں عطا ہوئیں جیسے رات میں نور کا ستون، من و سلویٰ کا نزول وغیرہ۔ یہ وہ معجزات تھے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے مگر آپ نے بھی اس طرح دعا کی تھی :-

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا تُخَيِّمْ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ
وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

الہی! مجھے اور میرے بھائی (ہارون) کو بخشدے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر تو ہی توبہ قبول کر نوا لاسے زیادہ مہربان ہے

حضرت داؤد علیہ السلام جلیل القدر نبی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم ملک عطا فرماتے ان کے دربار میں تیس ہزار افراد تھے اور وہ جب زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو ان کے سر پر ہندے صاف بستہ رک جاتے تھے اور پانی اپنی روانی میں بڑھ جاتا تھا، ان کے گرد تمام جن و انس، درندے اور گزندے جانور اس طرح پرے کے پرے باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور ایک دوسرے کو گزندہ پہنچانے، پہاڑ تسبیح کرنے لگتے۔ ان کی جلالت شان اور ان کے منصب کی حفاظت کی خاطر آپ کی عزت افزائی کے لئے اور روزی فراہم کرنے کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا، ان تمام کمالات کے باوجود آپ سجدے میں چالیس دن تک روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں (کی نمی) سے گھاس آگ آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا :-

فَقَضَيْنَا لَهُ ذَاتَ الْوَالِدِ إِتْلَاءَ عِنْدَنَا
لَزُنْفَرٍ وَحُسْنِ مَا يَب ۝

تو ہم نے ان کو معاف کر دیا اور یقیناً ہمارے پاس ان کو

تقرب اور ایک اچھا مقام رجوع حاصل تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم تر بادشاہ ہوئے ہیں۔ ہوا بھی ان کی فراہم کردہ تھی۔ ایک مہینہ کا راستہ دل کے نصف اول میں اور ایک مہینہ کی راہ دن کے نصف آخر میں طے کر لیا کرتے تھے اور ان کو ایسی حکومت حاصل تھی کہ آپ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوئی اس کے باوجود جہاں پر بس لغزش کی بنا پر عتاب فرمایا گیا ان کے علم کے بغیر ان کے گھر میں چالیس دن تک موتی کی پوٹیاں لگیں تو چالیس روز تک ان کی حکومت چھین لی گئی۔ آپ جبران و بریشان ہر کوئی نہ اٹھا تھا کہ کھڑے ہوئے ہاتھ پھیلا پھیلا کر سوال کرتے تھے مگر کھانے کو کچھ نہیں ملتا تھا جب وہ کہتے کہ میں سلیمان بن داؤد ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو تو ان کا سر پھوڑ دیا جاتا تھا، ان پر پتھر پھینکے جاتے تھے اور طرح طرح کی توہین کی جاتی۔ ان کو چھوٹا سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز کسی کے گھر پر آپ نے کھانا مانگا تو دھکے دیے کہ وہاں سے نکال دیئے گئے۔ ایک عورت نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ ایک ضعیفہ پنجاب سے بھرا ہوا آجورہ لیکر نکلی اور سلیمان کے سر سے اس کو پھوڑ دیا فرض کہ اس کس پیرسی میں آپ چالیس روز تک رہے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے آپ کی انگوٹھی برآمد کر دی آپ نے اس کو پہن لیا۔ اس وقت پرندے آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ تمام جنات، شیاطین اور چرندے درندے سب کے سب آپ کے گرد حاضر ہو گئے۔ آپ کی تدبیر کرنے والوں نے جب آپ کو پہچان لیا تو سابقہ سبکی آمیز سلوک کے معذرت خواہ

۱۔ الفیہ مطبوعہ مصر ماننے ہے: حضرت سلیمان ؑ کا یہ واقعہ لفظ بہ لفظ اس میں موجود ہے ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان کی پرس پیرسی اسرائیلیات سے ہو۔ قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ کی تصریح میں کس پیرسی کی یہ داستان نہیں ہے۔

ہوئے، آپ نے جواب میں منسربایا جو کچھ تم نے اس سے پہلے کیا میں اس عمل پر تم کو ملامت نہیں کرتا اور اب جو کچھ کر رہے ہو اس کو بھی اچھا نہیں کہتا یہ سب کچھ میرے رب کی طرف سے تھا اور اس سے کچھ اور چارہ کار بھی نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا ملک ان کو واپس کر دیا اور بھرا اپنی پناہ میں لے لیا۔

جب ایسے بڑے بڑے سرداروں، پیشواؤں اور صاحبانِ حکم و اہلیانِ شرع اور اللہ کے خلفاء (پیغمبروں) کا یہ حال تھا تو بچائے تیری کیا ہستی مانے مسکین اور تیرا کیا اترا نا! تو دھوکے کے گھر میں شیطان کے پاس ہے۔ تجھے تو دشمنوں کا لشکر گیرے ہوئے ہے کہیں ہوئے نصیب ہے تو کہیں شہوت، کہیں تمنائیں ہیں کہیں دوسرے کہیں شیطان کی ملیع کاری ہے لیکن تو اپنی ظاہری عبادت روزہ، نماز اور حج و زکوٰۃ پر مغرور اپنے اعضا کو ظاہری ڈر سے گناہ سے باز رکھنے پر نازاں ہے۔ حالانکہ تیرا باطن، روحانی عبادت خالی ہے اور وہ کامل پر ہیزکاری، تقویٰ، زہد، شکر، صبر رضا بقضا، قناعت، توکل، تسلیم، توفیق، یقین، ماسوا اللہ سے دل کا بچاؤ، اس کی سخاوت، احسان شناسی، حسن نیت، حسن سلوک، حسن ظن، حسن اخلاق، حسن صحبت، حسن معرفت، حسن طاعت، صدق و اخلاص اور دوسرے محاسن و فضائل اخلاق سے خالی ہے، اس کے بجائے تیرا باطن بڑی خصلتوں سے بھر پور اور ایسے گناہوں کی جڑوں میں جکڑا ہوا ہے جن سے ہر قسم کی تکالیف، مصائب اور دنیا و آخرت میں ہلاک کرنے والی باتیں پھونکتی ہیں یعنی تجھے مفلسی اور محتاجی کا ڈر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر (تقدیر الہی) سے ہزاری دینار ضعیفی، فسادِ قدر پر اعتراض اور اس سلسلہ میں تو خدا پر بہتان باندھتا ہے، اس کے وعدوں پر تجھے شک ہے۔ تیرا دل کھوٹ، کینہ، حسد و حسد کا فریب، جاہ طلبی، خود ستائی، دنیا میں منفرت کی آرزو اور اس پر خوشنودی اور اطمینانِ قلب! اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا ہے، اتنا ہے بیجا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَإِذْ قِيلَ لَهُ أَتَأْتِيكَ اللَّهُ أَخَذْتَهُ الْعِزَّةَ بِإِذْنِهِ ۖ (اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے عزت گناہ کیساتھ کر لیتی ہے حد سے زیادہ غیظ و غضب، عصبیت (بیجا طغیاری)، عارِ رنگِ خیراں (سرداری کی محبت، باہمی عناد، عداوت، طمع، نجل، خون، اترا نا، شیخی بگھارنا، دولت مندوں کی تعظیم، مفلسوں کی تحقیر، فخر، دنیاوی حرص، مہابت، ریا، تعلیٰ (شیخی) کے باعث حق سے روگردانی، یہودہ باتوں میں غور و فکر، یادہ کوئی کی کثرت، لاف زنی، دوسروں کے احوال کی لڑ، اور اپنی حالت سے بے خبری حالانکہ خود خبری اور اپنی حالت کی نگہداشت بھی ایک گونہ عبادت ہے) اپنی ملکیت جتنا، خدا کے حاکموں میں اپنی قدرت اور اپنے زور پر غور کرنا، خلقِ خدا کی حد سے زیادہ (دنیوی) معاملات میں تعظیم کرنا اور ان کی خاطر سے حق کو چھپانا، اپنے اعمال پر مغرور ہونا، جمہوری تعریف سے خوش ہونا، دوسروں کی عیب جوئی کرنا، اپنے عیبوں سے چشم پوشی، خدا کی نعمتوں کو فراموش کر دینا، ہر نعمت کی اپنی ذات یا کسی دوسری مخلوق سے نسبت کرنا حالانکہ تمام مخلوق اللہ ہی کے احکام کے تابع اور اسی کی آلہ کار ہے، ظاہر پرستی کرنا اصول اور مقررہ حدود کے تحفظ کا خیال نہ کرنا، بیجا کام کرنا، خوشی کو پسند اور غم سے نفرت کرنا حالانکہ غم و ملال کے بغیر دل دیران بے جوہل اس سے عاری ہیں ان میں حکمت کا فرغ اور گور الہی سمجھ جاتا ہے۔ حالانکہ حکمت الہی کے نور کی فراوانی سے حق تعالیٰ کی قرب حاصل ہوتی ہے۔ اللہ سے دل کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے، توبہ کے ساتھ بگوشت و مہوش اس کا کلام سنتے ہیں اور اس کے احکام کا ہم پیدا ہو جاتا ہے تمام مخلوق سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے، سعادتِ دوام اور لازوال نجات اور کامل نعمت

میسر آتی ہے۔ یہی حزن و ملال نفس کی فریب کاریوں سے بچانے میں معاون و مددگار ہوتا ہے کیونکہ جب نفس کو ذلت پہنچتی ہے اور بندہ صبر و شکر کرتا ہے تو اس کو نیک بختری حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں اس کے اصفیاء مجتہدین، شہداء صالحین، عباد و عارفین اور انبیاء علیہم السلام کے زمرہ میں اس کو محسوب کیا جاتا ہے۔

مگر تیرا حال تو یہ ہے کہ تیرا باطن دین سے تعاون میں مستی کرتا ہے اور حامیان دین، اولیاء کا ملین کو (جن کی دعوت خلق کے لئے حجت ہے، ان کا اللہ کی طاعت کی طرف بلانا اور خداوند تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے ڈرانا اور اس کی رحمت و جنت کے وعدے کو یاد دلانا ان کا کام ہے) ظاہر میں اپنا بھائی قرار دیتا ہے (بھائی کی طرح ان کی محبت کا مدعی ہے) مگر باطن میں ان سے مخالفت رکھتا ہے اور ان نیک اور مقدس لوگوں کی موافقت سے گریز کرتا ہے حالانکہ ان کے دل اللہ کی محبت سے چور چور ہیں وہ رحمن کے دوست ہیں اور سارے جہان سے منہ موڑ کر صرف اللہ پر توکل کئے بیٹھے ہیں شہادت کے ساتھ مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور اطاعت الہی سے کبھی غافل نہیں ہوتے وہ اللہ تعالیٰ کے احسان کے مرہون اور اس کی دوستی کا خلعت پہنے ہوئے ہیں۔ ان کا نام رب العزت کے مخلصین میں تحریر ہے، دنیا میں امراء کے دروازوں کا طوائف کرنے، دنیاوی فتنوں و درجوں میں بربزخ کے خوف اور اس کے فشار سے مامون و معصون ہیں۔ قیامت میں ان کو حساب دینے کی دحشت اور ڈر نہیں ہے وہ جنت میں نعمت و سرور اور تازگی و فرحت کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تعمکو دنیا میں جو مال و دولت دیا گیا، مصیبتوں سے آزادی دی گئی، تکلیف کے بدلے تجھے راحت سے نوازا گیا تو اس پر تو فریب خوردہ اور مغرور ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ کی اس بخشش، فضل و کرم کے چھینے جانے کا خوف تیرے دل سے جاتا رہا جو تجھ سے پہلے دوسروں کو عطا کی گئی تھیں اور ان سے منتقل ہو کر تیرے پاس آئی تھیں یہ مال و منال، فرعون، ہامان، قارون، شداد عاد، قیصر کسریٰ اور دوسرے شاہان ماضی اور ان اقوام کو حاصل تھا جو صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ یہ دنیا ان کے لئے بازیچہ اطفال بن گئی تھی، امیدوں اور آرزوؤں نے فریب میں مبتلا کر رکھا تھا اور شیطان نے اللہ تعالیٰ سے ان کو برگشتہ کر رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا اور ان کا وہ مال و منال جس سے ان کی دلچسپیاں وابستہ تھیں ان سے واپس لے لیا گیا، نرم بستروں سے ان کو اٹھا دیا گیا، بلند ایوانوں اور کوشکوں سے ان کو نکالا مل گیا۔ وہ عزت جو ان کو حاصل تھی، ان سے چھین لی گئی، وہ ملک جس پر ان کو ناز تھا ان کی ملکیت تھا ان سے لے لیا گیا اور وہ امانتیں مال و منال دنیا، جو عارضی طور پر ان کے پاس رکھی گئی تھیں ان سے واپس لے لی گئیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں وہ حکم پہنچا جس کا ان کو گمان تک نہ تھا (یعنی موت کا حکم) پھر ان کی بد اعمالیاں ان کے سامنے لائی گئیں اور معمولی سے معمولی اعمال کا سختی کے ساتھ محاسبہ کیا گیا، جن تنگ قید خانوں میں وہ دنیا کے اندر دوسروں کو بند کیا کرتے تھے ان سے بھی زیادہ تنگ و تاریک قید خانوں میں ان کو بند کیا گیا اور جو سختی وہ دوسروں پر کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ تشدد سے ان کو دوچار ہونا پڑا اور جو عذاب وہ دوسروں کو دیتے تھے اس سے بھی زیادہ سختان کو دیا گیا، ان کے ہاتھ پیروں کو زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں جلا دیا گیا۔ زقوم اور مقوٹر ان کو کھانے کو دیا گیا،

اور بھر کچھ اور پیپ پلایا گیا۔ کیا عہد ماضی کے ان افراد کے احوال سے تجھے کچھ بھی عبرت حاصل نہیں ہوئی؟ کیا ان لوگوں کے انجام سے تجھے نصیحت حاصل نہیں ہوئی جن کو ان کے گھروالوں سے الگ کر کے قید کر دیا گیا اور تو ان کے ترکہ کما لاک بن بیٹھا ہے اور ان

کے بنائے ہوئے مکانوں میں آج آباد ہے حالانکہ ان کے بانیوں کو ان سے نکال باہر کر دیا گیا کیونکہ ان کی تعمیر میں انھوں نے ظلم و ستم کو اپنا شعار بنایا تھا، بہت سے لوگوں کی ان محلات میں توقیر کی تھی اور بہت سے لوگوں کی تذلیل، ان کے رخساروں، پیشوں اور مشن براداری کی تھی۔ بہت سی غریب، مصیبت زدہ، بد حال آنکھوں کو دلایا تھا، بہت سے شریف، متمول افراد کو ان کا سرکھ چھین کر گھنچ بنایا تھا، بہت سی نئی رسمیں جاری کی تھیں اور مذہب و موم طریقے رائج کئے گئے۔ دانشمندی اور دانوں کو پست جوصلہ بنایا ان کے دل توڑے اور اپنے سے ناراض کیا، بہت سے اہل دل حضرات نے اللہ کے حضور میں آدمی آدمی رات کو ان کے مظالم کی شکایتیں پیش کیں، آہ وزاری اور فریاد کی، تاکہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی مصیبتوں کو دور کرے، چونکہ اہل دل نے اپنی فریاد سب سے باخبر ہستی (خداوند دو جہاں) سے کی تھی اس لئے معزز فرشتوں نے ان کو (ہاتھوں ہاتھ) لیا اور اس عظیم المرتبت شہنشاہ اور رب بڑے مصنف کے سامنے پیش کر دیا جو ظالم نہیں۔

عزیز و حکیم، خالق برتر رب لعنت نے ان (دنیا پرستوں) کے سینوں میں جو کچھ تھا دیکھ لیا اس لئے کہ وہ بہرگیل اور چھپی چیز سے باخبر ہے۔ اس لئے ان نیک بندوں کی شکایت اور فریاد پر توجہ فرمائی اور ان کی دعا کو قبول فرما کر جواب میں فرمایا "میں ضرور ضرور تمہاری مدد کر دوں گا اگرچہ وہ مدد کچھ دیر بعد ہو، چنانچہ ان ظالموں کو (ان کے ظلم کی پاداش میں) ایسی کمی ہوئی کہ جتنی کی طرح کر دیا جس کا اب کہیں نشان بھی باقی نہیں! کسی قوم کو غرقاب کر کے ہلاک کیا گیا، کسی کو زمین و آسمان کے فکے گھاٹ آتا رہا گیا اور کسی پر سنگباری کر کے نیست و نابود کر دیا، کسی کو قتل کر کے، کسی قوم کی صورتیں مسخ فرما کر برباد کر دیا گیا اور کسی قوم کی عقل و خرد کو اس طرح سلب کیا گیا کہ ان کے دلوں کو پتھر کی طرح سخت کر دیا۔ ان پر کفر کی مہریں لگا دیں اور شرک و ظلمت کے پردوں سے ان کو سر ہند کر دیا گیا، چنانچہ ان کے دلوں میں نہ ایمان داخل ہوا نہ اسلام اس کے بعد ان کو ایک سخت مواخزہ کے پکڑ لیا اور سخت ترین سنجہ عقوبت میں لیکر ایسی ہلاکت خیز جگہ پر جھونکا گیا جہاں ان کی گھمبیریں جھلس جاتی ہیں پھر اس کی جگہ دوسری کھال بدل دی جاتی ہے، اس طرح وہ ہمیشہ مذاب میں رہتی آتے اور مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ اور ان کو گھٹانے کو وہ کچھ دیا جائے گا جو ان کے خلق سے بچے نہیں آئیں گے۔ ان کا وہاں رہنا دائمی ہے، جب تک یہ زمین و آسمان موجود ہیں وہ نہ مریں گے اور نہ وہاں سے جھٹکا رہا جائیگا ان کے مذاب کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ ان کی ہلاکت کی کوئی حد، دوزخ میں بھی ان کے لئے رسوائی کی زندگی ہے ان کی طرف غرضی کا گزرنے ہوا، نہ وہاں ہے ان کی سانس نکلے گی نہ روح، ان کی ساری امیدیں لوٹ جائیں گی اور ان کا نالہ و شیون بیکار ہوگا، ان کے دل گلے میں پھنسے ہوں گے اور ان کی زبانوں میں بولنے کی سکت نہیں ہوگی، ان سے کہا جائے گا دور رہو! ات نہ کرو!!

لے سکیں، (اے مخاطب) اس عذاب سے ڈرا اگر تو ان جیسے اعمال کا مرتکب ہے، ان کی روش پر عمل نہ کرے۔ ان کی پیروی کرنا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بغیر توبہ کے مر جائے اور غفلت و فریب میں مبتلا ہو کر ان کی حالت میں پکڑا جائے تو اپنے نفس کے لئے تو کوئی مذبذب جواب نہیں دے سکتے۔ پس رہائی، غلصہ اور نجات کی تدبیر کر اور آگے کے لئے زاد راہ تیار کر دینے وہی طالب و عقوبت جو ان کے لئے ہے قیرے لے رہی ہوگی۔

www
Sun P

توبہ کی شرطیں

اور

ان کی نوعیت

توبہ کی تین شرطیں ہیں، پہلی شرط احکام الہی کے خلاف اعمال پر شرمنگی و ندامت ہے، نبی کریم ﷺ کی تین شرطیں

﴿ پہچان یہ ہے کہ دل میں رقت پیدا ہو اور کثرت سے آنسو بہائے جائیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھو کیونکہ وہ لوگ نرم دل ہیں ﴾

﴿ دوسری شرط یہ ہے کہ ہر آن اور ہر گھڑی گناہوں سے باز رہ جائے۔ تیسری شرط ہے کہ معاصی اور خطاؤں کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے جس طرح کہ پہلے مرتکب ہوا ہے۔ ابوبکر واسطیؓ سے جب توبۃ النصوح کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا کہ گناہگار پر گناہ کا کوئی بیرونی اور اندرونی اثر باقی نہ رہے، جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح، توبۃ النصوح پشیمانی (گناہ نہ کرنے کا) پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے، پختہ ارادہ اور عزم اس بات کا ہوتا ہے کہ جو گناہ پہلے کئے ہیں دوبارہ ان میں مبتلا نہ ہو کیونکہ پشیمانی اور ندامت سے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے رجب درمیان معاصی حاصل ہو جانے ہیں اور یہ گناہ اس کو اس آخرت سے باز رکھتے ہیں جو دنیا کی محبت اور بڑے انجام سے محفوظ ہے۔ حدیث شریفہ میں وارد ہے کہ گناہ کرنے سے بندہ رزق کثیر سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ زنا افلاس کا موجب اور سبب بنتا ہے۔

﴿ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی میں تغیر رزق میں تنگی، پریشانی اور بد حالی دیکھو تو جان لو کہ وہ اپنے مولا کے حکم کو بجالانے والا نہیں ہے بلکہ وہ گناہوں کے نفس کا تابع ہے، جب تم دیکھو کہ لوگوں کی دراز دستی، زبان درازی، تم پر غالب ہے اور ظالموں کا بیچہ تمھاری جان و مال اور اولاد پر مسلط ہے تو سمجھ لو کہ تم ممنوعات کے مرتکب، حقوق العباد میں کوتاہی کرنے والے، حدود الہی سے تجاوز کرنے والے اور آداب و طریقت کو برباد کرنے والے بن گئے ہو، جب تم دیکھو کہ اندھ دغم اور حزن و ملال کے بادل تمھارے دلوں پر منڈلا رہے ہیں (دل غم میں گرفتار ہیں) تو جان لو کہ تمھارے رب نے تمھارے لئے جو تضاوقہ و مقدر فرمادی تھی تم اس سے اعراض کر رہے ہو اور اللہ کے وعدے کو جھٹلا رہے ہو تم کو اس پر اعتماد نہیں ہے اور جو تدبیر خدا نے تمھارے اور اپنی مخلوق کے لئے کی ہے تم اس سے راضی نہیں ہو، تو جب توبہ کرنے والا اپنے حال پر غور فرما کر کہے جان لینا ہے تو وہ اس پر پشیمان ہوتا ہے۔

﴿ پشیمانی اور ندامت کے معنی یہ ہیں کہ محبوب کے ہٹا ہونے سے اس کے دل کو دکھ پہنچتا ہے، دل سے ہواکھٹنی ہے اور وہ غم زدہ رہ جاتا ہے اسی بنا پر اس کا حزن و ملال بڑھتا ہے اور اس کی حسرت میں اضافہ ہوتا ہے وہ بکثرت گریہ و زاری کرتا ہے اس کے ساتھ ہی وہ آمادہ کر لیتا ہے کہ پھر ایسی حرکت (گناہ) نہیں کرے گا۔ گناہ زہر سے زیادہ ہلاک آفریں ہے اور وہ حملہ آور و فتنے جلا فیضے والی آگ اور ٹھکڑے ٹھکڑے کر فیضے والی تلوار سے زیادہ ضرر دہاں ہے۔ مومن کی یہ نشان نہیں ہے کہ ایک سانحہ سے دوبارہ ڈسکا

لہذا وہ گناہوں سے ضرور بھگتا ہے اور اس طرح بھگتا ہے جس طرح مہلک اور حضرت رساں چیزوں سے لوگ بھگتے ہیں۔ لہذا یہ بات گمراہی میں باندھ لینی چاہئے کہ گناہوں (کے ارتکاب) میں پوری پوری ہلاکت ہے اور اطاعت خداوندی میں کئی طور پر بقا۔ ابدی سعادتی کی لذت۔ گناہ، طویل حزن و ملال پیدا کرتے ہیں اور بعد میں زحمت، بیماری، عمر گناہوں سے گھٹتی ہے اور لوگوں کو آگ کا ایندھن بننا پڑتا ہے۔

صحیح توبہ کی شرط توبہ سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس سے جذبہ تدارک پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق حال سے بھی ہے اور ماضی سے بھی حال سے تعلق کا تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام ممنوعات (یعنی) کو ترک کر دے جن کا ترکیب ہو رہا ہے اور جن کو کرتا چلا آ رہا ہے۔ اور جس فرض کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہے اس کو فوراً ادا کر دے اور ماضی سے تعلق یہ ہے کہ زمانہ ماضی میں جو گناہ ہی ہو گئی ہے اس کو آئندہ پورا کر دے، ترک معاصی اور اطاعت پر مرتے دم تک قائم رہے۔ صحیح توبہ کا ماضی سے تعلق ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اپنے خیال کو اس دن کی طرف منعطف کرے جس دن بالغ ہوا تھا اور اس دن تک غور کرے جس دن اس نے توبہ کی ہے اور پھر حساب لگائے کہ اس عمر کے کتنے سال، کتنے دن، کتنی گھنٹیاں اور کتنے سانس گزرے ہیں اور غور کرے کہ اس عرصہ میں اس سے کتنی کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ اور اس قدر معاصی کا ارتکاب ہوا ہے، طاعات و عبادات میں اس طرح غور کرے کہ اس نے کتنی نمازیں اس کے شرائط و ارکان کے بغیر پڑھی ہیں اور کتنی نمازیں سرے سے پڑھی ہی نہیں، کتنی نمازیں بغیر وضو ادا کی ہیں اور کتنی ناکارہ وضو کے ساتھ پڑھی ہیں مثلاً وضو میں نیت نہیں کی یا یہ کہ واجبات وضو کو ترک کیا، کلی نہیں کی، ناک میں پانی نہیں چڑھایا، پیر و ہونا بھول گیا یا ٹال دیا یا ناپاک کپڑوں یا ریشمی لباس یا غضب کے ہوئے کپڑوں اور منصوبہ زمین پر نماز ادا کی) اب ایسا شخص جو جن بلوغت کے دن سے اپنی توبہ کے دن تک تمام فرائض کی قضا کرے تو سب نے پہلے ان تمام فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو جو اس سے قضا ہوئے ہیں اور اس وقت تک قضا ادا کرتا ہے جب تک موجودہ وقت کی نماز کا وقت نہ آجائے۔ موجودہ نماز کا وقت آجائے پس کو ادا کرے پھر قضا پڑھنا شروع کرے یہاں تک کہ تمام نمازیں ادا ہو جائیں۔ جب جماعت ہونے لگے تو اس کے ساتھ بھی نیت قضا شریک ہو جائے اور جماعت کے بعد پھر حسب معمول تنہا لوٹتا رہے یہاں تک کہ جب اس وقت کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو وقتی نماز تنہا نیت ادا پڑھے اور امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کو فوت شدہ نماز کی قضا قرار دے لے۔ یہ تمام احتیاط قضا میں اس لئے کرے کہ اسے ترتیب حاصل ہو جائے اس لئے کہ ہمارے نزدیک ترتیب قضا واجب ہے اگرچہ وقتی نماز جماعت سے امام کے ساتھ ادا کی نیت سے بڑھ لی تو اس کی ادائیگی دوبارہ وقتی نماز تنہا لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے مگر زیادہ صحیح پہلی صحت ہی ہے لیکن اگر اس کا شمول ان لوگوں میں رہا اور ان لوگوں میں اس کی زندگی گزری جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاٰخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَاٰخِرًا سَيِّئًا عَسَىٰ اللّٰهُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَيْهِمْ ۗ هٰذَا نَتَّيْقُ بِكَ سَاحَتُهُ مَلِے جَلِے ہوتے ہیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہی کو قبول فرما یعنی جہاں لوگوں پر ایمان کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ نماز خوب اچھی طرح ادا کرتے ہیں، نجاست اور حرام شرعی سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنے دین میں احتیاط کرتے ہیں اور جہاں پر گناہی کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو شیطان بہکا رہا ہے وہ نماز میں کوتاہی اور اس کے شرائط و ارکان ادا کرنے میں کاہلی اور سستی برتتے ہیں کچھ ادا کرتے ہیں اور کچھ چھوڑ دیتے ہیں یا کسی دن نماز پڑھی کسی

دن نہیں پڑھی یا دن رات میں دو ایک نمازیں پڑھ لیں۔ باقی چھوڑ دیں نہیں پڑھیں ان کے لئے اس صورت میں لازم یہ ہے کہ خیر کے شش کر کے یقین کے طریقے تک پہنچے اور نمازوں کو تمام دکمال طریقے سے جس طرح تشریف نے شروع کیا ہے سجالائے یعنی ترتیب حاصل کرنے کی کوشش کرے) ورنہ جس نماز کے کامل ادا کرنے کا یقین ہو اس کو دوبارہ نہ لوٹائے لیکن اگر اولیٰ اور بہتر کا خواہاں ہے تو اگرچہ دشواری بہت ہے مگر سب نمازیں لوٹائے اس صورت میں جو کوتاہی ادا کی تجسّد و تعمیل میں ہو گئی ہے اس کی درستی ہو جائے گی اور یہ نمازیں ان احکام میں کوتاہی کا کفارہ بن جائیں گی جو اس سے ہو چکی ہے مثلاً کبھی جھوٹ بولا تھا یا ناجائز طور پر روزی کمائی تھی تو ان گناہوں کا کفارہ ان نمازوں سے ادا ہو جائے گا (ایسی صورت میں جنت کے اندر اس کے بلند مراتب ہونگے بشرطیکہ توبہ کی حالت میں اسلام اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کا خاتمہ ہو (اس کی موت واقع ہو)۔

جب تائب تمام فرائض شدہ فرائض کی قضا (لوٹائے) سے فارغ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کو مہلت اور عطا فرمائے اور اپنی طاعت و بندگی کی توفیق اس کو مرحمت فرمائے اور اپنی طاعت کے لئے اس کو منتخب فرمائے اور اس کو استقامت بخشے اپنے محبت کرنے والوں میں اس کو محبوب کرے، ضلالت و گمراہی سے اسے بچائے، شیطان کی پیروی، اس کی دوستی اور ہوا و ہوس کی لذت سے اسے محفوظ رکھے، اس کا منہ دنیا سے موڑ کر آخرت کی جانب اسے متوجہ کر دے) تو اسے پلہ بیٹے کہہ سکتے ہیں سنتوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہو جائے (جو سنت ہائے نوکذہ فوت ہو چکی ہیں ان کی قضا پوری کرے) اور فوت شدہ متعلقات نماز کے ادا کرنے میں اسی طرح مشغول ہو جس کی تفصیل فرائض کے ضمن میں ہم بیان کر چکے ہیں، اس کے بعد وہ تہجد رات کی نماز اور ان اور آدم میں مشغول ہو جائے جن کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آخر کتاب میں کریں گے۔

اب رہا روزے کی قضا کا مسئلہ تو جس نے سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا، قصداً روزہ نہیں روزے کی قضا رکھا یا رات سے قصداً یا سہواً نیت کو چھوڑ دیا روزہ بغیر نیت رکھ لیا) تو ایسے تمام روزوں کی قضا کرے، لیکن اگر ایسی ہی طور پر کچھ یاد نہ ہو تو یاد کرے، سوچے اور غور کرے جس روزے کے جھوٹ جانے کا زیادہ گمان ہے اس کو دوبارہ رکھے باقی چھوڑ دے ہاں اگر احتیاط ملحوظ ہے تو سب کی قضا کرے یہ زیادہ بہتر ہے اگر ایسا کرے تو سن بلوغت سے یوم توبہ تک حساب کرے یعنی تمام روزوں کو شمار کرے، اگر دس سال گزرے ہوں تو دس ماہ کے اور اگر بارہ سال گزرے ہوں تو بارہ ماہ چھینے کے روزے رکھے۔ غرضیکہ ہر سال کے لئے ایک ماہ کے روزوں کی قضا ادا کرے یہ قضا ماہ رمضان کے روزوں کی قضا ہوگی۔

نماز اور روزوں کی طرح ادائیگی زکوٰۃ کا حساب وقت بلوغ سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ اس وقت سے لگایا جائے گا جب سے وہ ممالک نصاب ہوا ہے ہر چند کہ ہمارے نزدیک نابالغ بچے اور دیوانے کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ ممالک نصاب ہوں وہ اس وقت سے تمام سالوں اور کل مال کا حساب کرے پھر تمام سالوں کی زکوٰۃ نکال کر فقراء اور مساکین اور حصاروں کو دیدے اگر اس نے بعض سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے اور بعض سالوں کی ادائیگی ہو ان میں سستی کی ہو تو ان سالوں کا حساب کرے (جن میں زکوٰۃ نہیں دی ہے) پھر ان برسوں کی زکوٰۃ ادا کرے (ادائے ہوئے سالوں کو چھوڑ دے) جیسا کہ ہم پہلے نماز اور

روزے کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں۔

قضا ج کی ادائیگی ج کی ادائیگی کے بارے میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر حج کے تمام شرائط اس کے حق میں پورے ہو گئے ہوں تو فوراً اسے حج ادا کر لینا چاہئے، سستی اور کوتاہی میں اگر کچھ مدت گزر گئی اور اس مدت میں حج کی کچھ شرطیں مفقود ہو گئیں، محتاج ہو گیا لیکن کچھ مدت کے بعد پھر استطاعت حاصل ہو گئی تو اس وقت فوراً ارادہ کر لینا چاہئے اور حج کے سفر پر چل کر لینا چاہئے اگر دوبارہ مالی استطاعت تو حاصل نہ ہوئی لیکن سفر حج کے لئے جسمانی طاقت موجود ہے تب بھی حج کا ارادہ کر لینا اور سفر پر نکل کھڑا ہونا واجب ہے، اگر مال (زاد راہ) موجود نہیں ہے لیکن جسمانی طاقت موجود ہے تو اس پر لازم ہے کہ کسب حلال کرے اور اس سے سفر خرچ اور سواری وغیرہ کا انتظام کرے اگر کھانے پر قدرت نہیں ہے تو دوسروں سے امداد طلب کرے تاکہ دوسرے اپنے زکوٰۃ و صدقات سے ادائیگی کے لئے اس کی مدد کریں اور اس کو زکوٰۃ و خیرات سے اس قدر مال مل جائے کہ وہ حج کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کے حکم میں (آیت میں) جو آٹھ قسمیں مستحقین کی بیان فرمائی ہیں ان میں "فی سبیل اللہ" بھی ایک قسم ہے اور ہمارے نزدیک حج کرنا، فی سبیل اللہ کے زمرے میں ہے۔ اگر ایسا شخص حج کے بغیر مر گیا تو وہ گنہگار اور عاصی رہے گا۔ اس لئے کہ اس نے ادائیگی حج میں کوتاہی کی۔ ہمارے نزدیک صاحب استطاعت ہوتے ہی حج کے لئے روانہ ہو جانا واجب ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص خانہ کعبہ تک پہنچنے کے لئے سواری اور زاد راہ کے لئے پس انداز کرتا ہے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ اپنے دین پر نہیں اور کوئی افوس نہیں کہ وہ یہودی، نصرانی ہو کر مرے، یہ سب کچھ ادائیگی حج کے حکم کی تاکید، تحفظ حج کی احتیاط اور حج کے ضائع ہونے کے اندیشہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

گناہوں کی ادائیگی اگر کسی شخص پر کفارہ یا نذریں واجب ہیں تو سب سے پہلے ان کی ادائیگی سے عہدہ برہا ہو جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس کے مطابق ضروری ہے۔ ان تمام فرائض و واجبات اور سنن موکدہ کی ادائیگی کے بعد گناہوں کے بارے میں غور کرے اور سوچے کہ اول بلوغ سے توبہ کے وقت تک آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، آلات جنسی اور دوسرے تمام اعضا سے کیا کیا گناہ صادر ہوئے ہیں، اس کے بعد تمام ذنوں، گھڑیوں پر غور کرے اور اپنے سامنے اپنے گناہوں کی تفصیل کا دفتر لائے (تمام گناہوں کا جائزہ لے) یہاں تک کہ اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے باخبر ہو جائے (سب اس کو یاد آجائیں)۔ گناہوں کی یاد ان لوگوں کے دیکھنے سے بھی آجاتی ہے جو گناہوں کے سامنے اور شریک تھے اور ان تمام مقامات اور جگہوں کو بھی یاد کرے جہاں اپنے گناہوں کی نگاہوں سے چھپ کر گناہ کئے اور ان آنکھوں کے دیکھنے سے خافل رہا جو نہ سوتی ہیں اور نہ ہلک جھپکاتی ہیں یعنی کرنا کا تبین جو نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں۔ تم جو کچھ کئے ہو اور جو کچھ منہ سے نکالتے ہو وہ سب جانتے ہیں وہ ہر حال میں بندہ کے پاس اس کے نگہبان و محافظ ہیں اور بندہ ان عزت والے نگہبان فرشتوں سے خافل ہے حالانکہ وہ آگے پیچھے دائیں بائیں موجود رہتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور ہر فعل اور اس کی ہر سانس کا شمار کرتے رہتے ہیں، بندہ اس خدا سے چھپ کر گناہ کرتا ہے جو ہر راز اور بہت ہی پوشیدہ بات

یہ حضرت مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آجکل کی طرح زرمبادلہ کی پابندیوں اور اس کے باعث اس رسالت کے حصول سے محرومی کا سوال ہی نہیں تھا۔

کو بھی جانتا ہے، جو دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے اور ظاہر و باطن اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں (یعنی تمام ظاہر و باطن سے باخبر ہے) پس اپنے گناہوں پر غور کرنا چاہئے اگر وہ محض اللہ تعالیٰ (حقوق اللہ) کی نافرمانیاں ہوں اور بندوں کے حقوق سے ان کا کچھ تعلق نہ ہو جیسے زنا، شراب خوری، باجا اور گانا سننا اور غیر محرم کی طرف دیکھنا، مسجد میں ناپاکی کی حالت میں بیٹھنا وغیرہ وضو کے قرآن پاک چھونا، کوئی برا عقیدہ رکھنا تو ان گناہوں کی توبہ اس طرح ہوگی کہ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں معذرت خواہ ہو اور ان گناہوں کی تعداد، کثرت اور مدت کو شمار کر کے بقدر ان کے نیکیاں کرے اور ہر گناہ اور معصیت کا بدلہ اسکی نوعیت کے اعتبار سے نیکیوں سے کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿نیکیاں بدیوں کو فنا کر دیتی ہیں﴾۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرو اور ہر بدی کے عوض نیکی کرو کیونکہ نیکی بدی کو زائل کر دیتی ہے۔

الفرض ہر بدی کا کفارہ ویسی ہی نیکی یا اس سے ملتی جلتی نیکی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی کا کفارہ ہر حلال مشروب کے ذریعہ ہو سکتا ہے لیکن وہ مشروب ایسا ہو جو اس کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ اور مرغوب ہو، گانے بجانے کا کفارہ یہ ہے کہ قرآن کریم احادیث نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حکایات الصالحین کو سنا جائے مسجد میں حالت جنابت میں بیٹھنے کا کفارہ یہ ہے کہ مسجد میں عبادت میں مشغول ہونے کے علاوہ اعتکاف بھی کرے، بے وضو قرآن کریم کو چھونے کا کفارہ قرآن کریم کی بہت زیادہ عزت و توقیر اور اسے کثرت سے پڑھنا اور با وضو ہو کر اس کو خوب چھوئے اور تعلیمات قرآن سے عبرت حاصل کرے، اس کا اقرار کرے اور ان احکام پر عمل کرے نیز یہ کہ قرآن کریم خود لکھ کر اس کو دوسروں کے لئے وقف کر دے۔

اب رہے بندگان خدا پر چہرہ دستی اور ان کی حق تلفی تو ان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اللہ نے زنا، شراب، سود وغیرہ کی طرح بندوں کی حق تلفی کی بھی ممانعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کا کفارہ تو وہی گنہگار، ندامت انہیں کا ادا نہ کرنا

اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد اور نیکی کرنا ہے لیکن بندوں کے حقوق تلف کرنے کا تدارک اور ان کی تلافی یہ ہے کہ اگر لوگوں کو دکھ دیا ہے تو ان کے ساتھ بخلائی کرے تاکہ ان کا کفارہ ادا ہو جائے گویا زیادتیوں اور حق تلفیوں کا کفارہ لوگوں کے ساتھ نیکیاں کرنا اور ان کے لئے دیکھ کر گناہ ہے۔ اگر وہ شخص جس کو ایذا دی تھی فوت ہو چکا ہے تو اس کے لئے رحمت کی دعا مانگے اس کی اولاد اور اس کے ورثہ کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کرے ہی اس کا کفارہ ہے بشرطیکہ وہ اذیت زبان سے نہیں ہوا یا بار پیٹ سے اور اگر اذیت اموال کے غصب کرنے سے پہنچی ہے تو اس کا کفارہ اس طرح ہوگا کہ جو حلال مال اس کے پاس ہے اس کو بوجہ اللہ صدقہ کرے اور اگر اس کو بے آبرو کیا ہے یعنی کسی کی غیبت کی ہے، چغلی کھائی ہے، عیب جوئی کی ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے۔ اگر وہ شخص دیندار اور اہل سنت ہو تو اس کے دوستوں اور اس کے احباب کے سامنے مختلف مجلسوں اور مجلسوں میں اس کی تعریف و توصیف کرے اور جو کچھ خیریاں اس کی معلوم ہوں ان کو بیان کرے۔ کسی کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہے اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اس لئے کہ غلام کی آزادی اس کی زندگی ہے لہذا اس طرح زہنی بخشنا ہوا کیونکہ غلام اپنے ذاتی حقوق میں بالکل مرفوع کی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ضربِ اللہ مثلاً عبد

﴿ مَسْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ ﴾ اللہ ایک غلام مملوک کی مثال دیتا ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے اس کی تمام کمائی اس کے آقا کی ہے اس کے تصرفات و حرکات و سکنات سب اس کے مالک کی ملکیت ہیں پس اس کو آزاد کر دینا گویا اس کو نسبت سے ہست کر دینا اور مرے کو زندہ کر دینا ہے (مجازاً) اسی طرح گویا قاتل ایک عبادت گزار بندے کو معدوم کر دیتا ہے اور اللہ کی وہ اطاعت جو وہ کرنا تھا اس کے فعل سے معطل ہو جاتی ہے اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کا بھی خطا کار ہے اس صورت میں اللہ نے اس کو حکم دیا ہے کہ مقتول کے بجائے کسی عبادت گزار بندے کو پیش کر جس کی صورت صرف یہی ممکن ہے کہ کسی غلام کو غلامی سے نجات دلائے تاکہ پھر وہ بغیر کسی رکاوٹ کے اپنے لئے جو چاہے کرے اس طرح معدوم کا معاوضہ موجود سے ہو جائیگا گناہ کی یہ تمام کیفیات حقوق اللہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

﴿ حق تلفی اور قتل خطا ﴾ بندوں کی حق تلفی خواہ وہ جانی و مالی ہو یا اس کو بے آبرو کیا جائے یہ سب کی سب خالص ایذا میں ہیں۔ جانی حق تلفی کی صورت یہ ہے کہ کسی کو بغیر ارادہ قتل کیا جائے تو اس کی توبہ کی شکل اس کے خون بہا (دیت) کی ادائیگی ہے۔ مقتول کے ورثا یا اس کا آقا یا حاکم اس خون بہا کے وصول کرنے کے مستحق ہیں، قتل خطا میں (یعنی بھول چوک سے کسی کو قتل کر دینے میں) ہمارے نزدیک قاتل کے خاندان والوں پر دیت ادا کرنا لازم ہے۔ جب تک خون بہا ادا نہ ہوگا یعنی مستحقین کو نہیں پہنچے گا قاتل ذمہ دار ہے لیکن اگر قاتل کے رشتے کنبہ والے (عاقلہ) نہ ہو اور قاتل بنی آدمی کی استطاعت ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے بہتر یہ ہے کہ قاتل یہ دیت خود بربضاد و رغبت ادا کر دے اس لئے کہ ہمارے نزدیک دیت کا ادا کرنا صرف وارثوں (عاقلہ) کی ذمہ داری ہے، قاتل کا ادائیگی دیت سے کوئی تعلق نہیں (قاتل تو صرف اس صورت میں ایک بزدل آزاد کر دے گا جب کہ اس کے ورثا نہ ہوں) یہی قول صحیح ہے۔

﴿ امام شافعی کا ارشاد ﴾ ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر قاتل صاحب حیثیت ہے اور اس کے ورثا نہیں ہیں تو قاتل اپنے پاس سے دیت ادا کر دے یہ مسلک امام شافعی کا ہے، اُن کی دلیل یہ ہے کہ دیت ابتداً قاتل ہی پر واجب ہوتی ہے اس کے بعد اس کی آسانی (اور امداد) کے لئے اس کے رشتہ داروں پر یہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے اور بطور تاوان ورثا اس بوجھ کو برداشت کرتے ہیں اس لئے ورثا (عاقلہ) اور قاتل میں باہم توازن پایا جاتا ہے، جب عاقلہ نہ ہو تو قاتل پر ہی ادائیگی ضروری ہے خصوصاً جب کہ وہ توبہ کی حالت میں ہو اور ظلم و تعدی اور گناہوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہو اور حقوق انسانی کے بارے میں رستگاری کا خواستگار اور تقویٰ کا آرزو مند ہے۔

﴿ قتل عمد سے توبہ ﴾ قتل عمد سے بغیر قصاص کے خلاصی ناممکن ہے، اگر قتل نہیں کیا بلکہ ایسی جگہ ضرب لگائی گئی ہے جس کا عوض (قصاص) لینا ممکن ہو لیکن اس ضرب سے جان جانے کا خطرہ تھا تو بدلہ کے لئے وارثوں سے گفتگو کی جائے اور اگر ضرب میں اتلاف جان کا خطرہ نہیں تو پھر مضروب سے بات کی جائے اگر ورثا قصاص سے دستبردار ہو جائیں اور اس کو معاف کر دیں تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور اگر مال لیکر معاف کرنا چاہیں (خون بہا قبول کریں) تو مال ادا کرنا ہوگا اس طرح وہ اپنے گناہوں سے نجات حاصل کرے گا۔

﴿ نامعلوم قاتل ﴾ اگر کسی انسان کو قتل کیا اور کسی کو نہیں معلوم کہ قاتل کون ہے تو قاتل پر لازم ہے کہ مقتول کے وارثوں سے

سانے خود قتل کا اقرار و اعتراف کرے اور اپنی جان کا اختیار ان کو دیتے خواہ وہ معاف کر دیں خواہ قصاص سے لیں یا دیت طلب کریں، اخفاء قتل جائز نہیں، قتل کا جرم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا، اگر کسی شخص نے ایک جماعت کو مختلف جگہوں پر قتل کیا تو مقتولین کے ورثا کا پتہ نہیں اور نہ مقتولین کی صحیح تعداد کا پتہ ہے تو اس صورت میں پختہ توبہ کرے اور اپنے کردار کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا خود اپنی جان کو دے یعنی گونا گوں نفسانی مجاہدے کرے اور جالسوزی کے کام کرے، اگر کوئی شخص تجھ پر ظلم کرے یا اسے ایذا پہنچائے (تو اپنے لئے ہوئے قتل کے بدلے میں) تو اسے معاف کر دے، غلام آزاد کرے مال کا صدقہ دے اور بکثرت نوافل ادا کرے تاکہ اس کے ان اعمال خیر کی جزا قیامت کے دن اس کے ان متعدد جرم ہائے قتل کے برابر ہو جائے اور اس کو رعداب سے نجات حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت الغلام فرمائے اس لئے کہ اس کی رحمت برتر ہے۔

کو اپنے آغوش میں لئے ہے وہ احرم الرحمن ہے۔

ایسی صورت میں جب کہ وہ مقتولین کے ورثا سے واقف نہیں، مقتولین کو مجروح کرنے کی وضاحت ان کو لوٹنے کی صراحت لوگوں کے سامنے بے فائدہ ہے اس لئے کہ عدم آگاہی کے باعث وارثوں کو ان کا حق تو پہنچا ہی نہیں سکتا یا ان سے عذر تقصیر کر سکے، اپنا گناہ معاف کر لئے، بلکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ویسا ہی عمل کرے۔

اسی طرح اگر اس نے زنا کیا، شراب پی، چوری کی اور وہ اس کے مالک کو نہیں پہچانتا، ڈاکا ڈالا لیکن نامعلوم افراد کا گناہ صاحب مال سے واقف نہیں راستہ میں لوٹا، لوٹے جانے والے سے نا بلند ہے، یا جماع کے علاوہ کسی اجنبی عورت سے کوئی ایسی حرکت کی جس کی کوئی شرعی تعزیر نہیں ہے تو ان جرائم سے صحیح توبہ کرے اس بات پر متوقف نہیں ہے کہ وہ گزشتہ واقعات کا تذکرہ کر کے خود اپنے آپ کو رسوا کرے اور آپ اپنی پردہ دری، یا ابن جسرہوں پر حدود (شرعی سزائیں) قائم کرانے کے لئے امام وقت یا حاکم کو تلاش کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو پردہ ڈال دیا ہے اس پردہ میں چھپا ہے اور در پردہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، نفسانی جہاد کرے، روزے رکھے، مباح چیزوں اور لذتوں سے محفوظ ہونے میں کمی کرے، کسب و تحصیل بکثرت کرے، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ان گناہوں میں سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ اسے پوشیدہ رکھے، اور ہمارے رد و اپنے گناہوں کو ظاہر نہ کرے، اگر اس نے اپنے قصور بتا دیئے تو ہم اس پر اللہ کی حمد نافذ کریں گے اور اگر اس کے برعکس اس نے حاکم کے پاس جا کر اپنا جرم پیش کر دیا اور حاکم اس کے لئے سزا تجویز کر دے، اس کو سزا دیدے تو پھر اس مجرم کی توبہ صحیح اور مقبول ہوگی اور وہ گناہ کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو جائیگا اور جرم کی نجاست سے اس کو پاکی حاصل ہو جائے گی۔

مالی حقوق کا غضب کرنا

آج ہا یہ سوال کہ اموال میں توبہ کی صورت کیا ہے؟ (یعنی اگر کسی نے کسی شخص کے اموال مالی حقوق کا غضب و ران سے توبہ غضب کئے ہیں تو وہ صحیح توبہ کس طرح کرے) اگر کسی نے کسی انسان کا مال چھینا ہے یا

چوری ہے یا کسی کے مال پر ڈاکا ڈالا ہے یا امانت میں خیانت کی ہے یا کسی معاملہ مالی میں دھوکہ دیا ہے۔ خراب مال فروخت کیا ہے یا بیچے جانے والے مال کے عیب کو چھپایا ہے یا مردود کی اجرت میں کمی کی یا سرے سے اس کی اجرت ہی نہ دی تو ان تمام صورتوں میں حسابی نظر ڈالنا چاہیے اور اس وقت سے اس کا حساب کرے جب سے وہ عاقل اور تمیز دار ہوا ہے اس میں بالغ ہونے کے وقت آغاز کی شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت سے شمار کرے جب کہ کسی دھمی کی زیر نگرانی تھا اور دھمی نے اس کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کر دیا تھا اور دھمی نے اپنی دینی سستی (ضعف دینداری) کے باعث اس کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی کیونکہ دھمی تو خود حق تلفی کرنے والا تھا۔ اور اس سے مذہب کی شرائط کی خلاف ورزی ہوئی اس لئے دھمی کا حرام مال بڑے کے مال میں مل گیا کچھ تو دھمی کی نا انصافی اور بددیانتی اور ظلم کی وجہ سے اور کچھ خود لٹ کے کی جانب سے خیانت کے باعث مال میں ملاوٹ ہوتی تو بالغ ہونے کے بعد جب یہ لٹ کا ماتب ہوا تو اس کو اس معاملہ پر تفتیشی نظر ڈالنا چاہیے اور غیر کا حق اس کو واپس دینا چاہیے اور اپنے مال کو حرام اور شربہ رکھنے والے مال سے پاک کرنا چاہیے۔

۷۷۷

۴۔ اگر تکاب جرم سے توبہ کے دن تک ذرہ ذرہ کا دل میں حساب لگانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ حساب کے بغیر غفلت کی حالت میں موت آجائے اور اس کے لئے روز حساب آجائے کہ وہ اپنے ثواب حاصل کر سکا اور نہ اس کا اعمال نامہ پاک ہوا اور باز پرس کے وقت کوئی جواب قابل پذیرائی نہ ہو اس وقت یہ پشیمان ہوگا لیکن پشیمانی سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، رب کی رضا حاصل کرنا چاہیے گا۔ مگر عتاب الہی سے محفوظ نہ ہوگا، مہلت کا طالب ہوگا مگر مہلت نہیں ملے گی، شفیع ڈھونڈے گا لیکن کوئی شفیع نہ ہوگا یہ تمام نتائج بد اس وقت مرتب ہوں گے جب تک کہ میں شرعی حدود سے باز قدم رکھے گا، پسندیدہ چیزوں اور لذتوں کے حصول کے لئے اپنے نفس اور شیطان کی پیروی کرے گا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی بارگاہ سے منحرف ہوگا، دعوت حق کو قبول کرنے سے پیچھے ہٹے گا، پروردگار کی نافرمانی اور خلاف ورزی کی طرف اس کے قدم تیزی سے بڑھیں گے، اس لئے قیامت کے دن اس کا حساب کتاب بہت طویل ہوگا اور اس کی گریہ و زاری اور داؤدِ بلا بہت کچھ ہوگا۔ (بارگاہ سے) اس کی ٹکڑ ٹکڑ جائے گی اس کا سرِ مذمت سے جھکا ہوگا، بڑی شرمندگی اٹھانا پڑے گی، کوئی حجت اور دلیل پیش نہیں جائے گی۔ دوزخ کے فرشتے اس کو بلکہ اس عذاب کی طرف لے جائیں گے جو اس نے خود اپنے لئے پہلے ہی سے تیار کر لیا ہوگا۔ وہ خود ہی اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالنے اور دوزخ میں داخل کرنے کا موجب اور باعث ہوگا اور قارون، فرعون، ہامان کے برابر کے درجہ میں دوزخ میں داخل ہوگا۔ اس لئے کہ حقوق العباد کی طرف سے روز حساب چشم پوشی نہیں کی جائے گی اور نہ ان سے درگزر کیا جائے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بندہ کو اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور اس کی نیکیاں پہاڑ کے برابر ہوں گی اگر وہ نیکیاں باقی بچیں تو یقیناً وہ اہل جنت سے ہوگا مگر حقوق کا مطالبہ کرنے والے کھڑے ہوں گے، اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال مارا ہوگا، کسی کو زد و کوب کیا ہوگا پس ان حقوق کے بدلے یہ نیکیاں ان لوگوں کو دبدبی جائیں گی اور اس کے پاس نیکیوں کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہے گا اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے العالمین! اس کی نیکیاں تو ختم ہو گئیں اور حقوق کے طلب کرنے والے بہت سے باقی ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان مطالبہ کرنے والوں (حقوق طلب کرنے والوں) کی برائیاں ابدیاں، اس کی بدیوں میں ال دو اور اسے دوزخ میں ڈھکے دیتے ہوئے لیجاؤ غرض وہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے جو بدلے کے طور پر اس کے ذمے ڈالے

جائیں گے ہلاک اور تباہ ہو جائے گا اس طرح مظلوم ظالم کی نیکیوں کے ذریعے نجات پائیں گے کیونکہ ظالم کی نیکیاں بطور تادان مظلوم کے حق میں منتقل کر دی گئی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے تین دفتر ہیں: ایک دفتر ہول گئے، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا، ایک دفتر ایسا ہوگا جس کا لکھا ہوا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمادے گا اور ایک دفتر کا نوشتہ بغیر بدلے معاف نہیں کیا جائے گا۔

وہ دفتر جس کا لکھا اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمادے گا وہ شرک (کا گناہ) ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّهُ مَنُّ تَشْرِكُ بِاللّٰهِ فَقَدْ خَوَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ جَنَّتَهُ وَاَمَّا ذَا الَّذِي جَنَّتَهُ لَمْ يَشْرِكْ مَعَهُ يَوْمَ يُنْفَخُ اَلْاَشْفَادُ يَوْمَ لَا تَفْنَىٰ سَبْعَةٌ مِّنْ رَّسُوْلٍ وَّوَصِيَّةٌ مِّنْ اٰمَةٍ وَّخَصْلَةٌ مِّنْ اٰمَةٍ وَاُولَٰئِكَ لَئِنْ كَانَتْ اٰمَةٌ لَّا يُغْنِي عَنْهُمْ وَاُولَٰئِكَ لَنُكَرِبُ اَعْيُنًا وَّيَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ۔ اور جس دفتر کا نوشتہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا وہ حقوق اللہ ہیں یعنی وہ ظلم جو اس نے اپنے اور اپنے رب کے حقوق کے مابین اپنی جان پر کئے ہیں، اور تیسرا دفتر جس کا نوشتہ بغیر بدلے کے نہیں رہے گا وہ حقوق العباد ہیں یعنی بندوں کی باہم حق تکلفی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو کہ قیامت کے دن میری امت میں سے کون مفلس ہوگا صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو، نبی کریمؐ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہوگا جو اپنے روزوں اور نماز کے ساتھ تو اسے کالین اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر شتم لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون ناحق بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا پس وہ مظلوم ظالم کی نیکیوں سے بدلہ حاصل کرے گا اور ظالم کی نیکیاں اس کی ہونگی، اگر نیکیاں (بدلے کے لئے) ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جائیں گی، پھر اس (مفلس) کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اس لئے ظالم کے لئے ضروری ہے کہ توبہ میں جلدی کرے

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے تاخیر توبہ میں عجلت کی جائے کرنے والے لوگ ہلاک ہو گئے جو کہتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ بعد توبہ کر لیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان چاہتا ہے کہ گناہوں کو بڑھاتا رہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہے اور پھر کبے عنقریب توبہ کر لوں گا یہاں تک کہ اسے موت جانی ہے اور بدترین حالت میں آتی ہے۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: پیارے بیٹے! توبہ کو کل پر نہ ماننا کیونکہ موت ناگہانی طور پر آجائے گی، پس ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ صبح و شام توبہ کرتا رہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

توبہ دو قسم (نوعیت) کی ہے ایک وہ جس کا تعلق حق العباد سے ہے، اس کا مفصل ذکر ہم کر چکے دوسری وہ ہے جس کا تعلق بندہ اور اللہ تعالیٰ سے ہے یعنی حق اللہ سے ہے، حق اللہ سے انحراف اور اتلاف سے توبہ کی شکل یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں اپنے کئے پر شرمندہ ہو، اور یہ نچتہ ارادہ کرے کہ وہ گناہ (جن کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں) نہیں کرے گا لہذا توبہ کرنے والے کو انتہائی کوشش کرنی چاہیے اور اپنی پوری قوت اس پر صرف کر دینا چاہیے کہ اس کی نیکیاں زیادہ ہو جائیں تاکہ قیامت کے دن جب کہ اس کی نیکیاں اس سے لیکر مظلوموں کے بلڈے میں رکھ دی جائیں تو یہ خالی ہاتھ نہ رہ جائے

چنانچہ بندوں کے جتنے زیادہ حقوق اس کے ذمہ ہوں اتنی ہی زیادہ نیکیاں اس کو کرنا چاہئے ورنہ دوسروں کے گناہوں کی وجہ سے یہ ہلاک و تباہ ہو جائے گا۔ پس یہ ضروری ہے کہ تمام عمر کو نیکیاں حاصل کرنے میں مصروف رکھے اور توبہ کے بعد باقی رہنے والی زندگی بھی طویل ہو تو خوب نیکیاں کما سکے ورنہ موت تو گھٹات ہی ہے اور اکثر موت قریب آجاتی ہے اور تکمیل آرزو، اخلاص عمل اور درستی بیت سے پہلے ہی موت زندگی کو کاٹ دیتی ہے تو اگر ایسی صورت واقع ہوگئی تو تیرا کیا حال ہوگا۔ اس لئے نیکیوں کے کمنے میں اپنی پوری کوشش کرے، ان سے معافی طلب کرے اور ان کے حقوق ادا کر دے، اگر وہ لوگ نہ ملیں جن کے حقوق اس نے تلف کئے ہیں تو ان کے درنا سے رجوع کرے، یہ تمام حقوق ادا کرنے کے بعد بھی ظالم اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کی رحمت کا امیدوار رہے۔ خداوند بزرگ و برتر کی ناپسندیدہ باتوں سے بچتا رہے اس کی اطاعت و رضا کے حصول میں لگا رہے ایسی حالت میں اگر موت آجائے گی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ

موت آگئی (اس حال میں) تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

صحیح بخاری و مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو سعید خدریؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: ”تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) خون کئے تھے اس نے روئے زمین کے سب بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا کسی شخص نے اسے ایک راہب کا پتہ بتا دیا، یہ شخص اس راہب کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کسی شخص نے ۹۹ خون کئے ہیں کیا اس سے لئے توبہ ممکن ہے؟ راہب نے کہا نہیں! یہ جواب سنکر اس شخص نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اس طرح سو خون پورے کرینے پر اس نے پھر سب بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا اسے پھر ایک عالم کا پتہ بتا دیا گیا وہ وہاں پہنچا اور اس عالم سے دریافت کیا کہ میں نے سو خون کئے ہیں کیا میرے لئے توبہ ممکن ہے اور کیا وہ توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس عالم نے کہا ہاں ہو سکتی ہے۔ تیرے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے! فلاں مقام پر جا وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں ان کے ساتھ مل کر تو بھی عبادت کر اور اپنے علاقہ کی طرف پھر لوٹ کر کبھی نہ جانا کیونکہ وہ بہت بُری سرزمین ہے، چنانچہ یہ شخص نینائے ہوئے مقام کی طرف چلا اس نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا کہ اس کو موت نے آکر دبوچ لیا۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں کے مابین اس کے لئے اختلاف پیدا ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کرتا ہوا اللہ کی طرف رجوع ہوا ہے عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی، اس اثنا میں ایک فرشتہ آدمی کی شکل میں آیا تمام فرشتوں نے اس کو حکم بنالیا۔ اس نے کہا دونوں طرف زمین ناپ لو جو جگہ قریب ہو وہی اس کے لئے ہے چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپی گئی، اس طرف زمین کم نکلی جدھر توبہ کرنے جا رہا تھا۔ (یعنی اس سے قریب تھی) چنانچہ رحمت کے فرشتوں نے اسے لے لیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نیک آبادی کا فاصلہ صرف ایک بالشت کم تھا، دوسری روایت میں ہے کہ گناہوں کی آبادی کو اللہ نے حکم دیا کہ اس سے دور ہو جا اور دوسری آبادی (یعنی نیکی کی آبادی) کو حکم ہوا اس سے قریب ہو جا پھر فرمایا اب دونوں زمینوں کا فاصلہ ناپ لو، فرشتوں نے نیک آبادی کا فاصلہ کم پایا (یعنی اس سے قریب پائی) اور اس کی منفرت

کردی گئی، یہ اس امر کی کھلی اور روشن دلیل ہے کہ نیت کے توبہ کا ارادہ کرنا، توبہ کی طرف دوڑنا اور توبہ کی نیت کرنا بھی مفید ہے اور اس امر کی بھی دلیل ہے کہ نیکیوں کا پلڑا ورنہ ہوئے بغیر بھی خواہ وہ ذرہ بھر ہی کیوں نہ ہو اس کی نجات نہیں ہے پس توبہ کرنے والوں کے لئے نیکیوں کی کثرت ضروری ہے اور اس کو نوافل بھی کثرت سے پڑھنے چاہئیں تاکہ قیامت کے دن حقوق کے دعویداروں کو وہ راہنی کر سکے اور فرائض بھی مرتفع ہو جائیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نفل کی کثرت کرو ان کے ذریعہ فرائض بلند کئے جائیں گے، اللہ سے نچتہ اور مستحکم وعدہ اور مضبوط عہد کر لو کہ آئندہ یہ اور اس جیسے دوسرے گناہ کبھی نہیں کروں گا اور اس وعدے کو اس طرح تقویت پہنچائے کہ تنہائی اور خاموشی اختیار کرے خوراک کم کر دے، کم سوتے، حلال روزی کا التزام کرے اور شبہ کی روزی سے بچے خواہ کمانی کر کے یا میراث سے یا کسی اور حلال ذریعہ سے روزی حاصل کرے اگر میراث کے مال میں شبہ ہو یا حرام کا جزو ہو تو اس کو دور کر دے، اُسے نہ کھائے نہ پہنے کیونکہ گناہوں کی جر حرام پر اور دین کی بنیاد حلال روزی پر ہے، تقویٰ کے ساتھ حلال اور پاک لقمہ دین کی اصل ہے۔ انسان میں نیکی اور بدی کی جو خصلت پیدا ہوتی ہے وہ اسی لقمہ سے پیدا ہوتی ہے، پس یاد رکھو کہ حلال لقمہ نیکی پیدا کرتا ہے اور حرام لقمہ بدی جیسے کہ ہانڈی اُسی چیز کی خوشبو دیتی ہے جو اس میں پکانی جا رہی ہے۔

توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ علماً اور فقہاء کی صحبت میں زیادہ بیٹھے اور ان سے اپنے دین کے بارے میں استفسار کرے اور راہ خدا میں چلنے کی معرفت حاصل کرے، اللہ کی اطاعت میں حق اور دینی امور میں استقامت ان سے سیکھے، علماً اس کو وہ تمام مخفی باتیں سکھائیں گے جو طریقت اور سلوک کے لئے ضروری ہیں کیونکہ ہر ناواقف راہ کے لئے دلیل راہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ہادی کی ضرورت ہے کہ وہ ہدایت کرے۔ توبہ کرنے والا ان تمام باتوں میں سچائی، اخلاص اور مجاہدہ کو کام میں لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو راستہ بتاتے ہیں)۔
 بلاشبہ ہدایت کی راہ میں سچی کوشش کرنے والے کا خدا ہادی ہے، جب وہ اس راہ میں صادق ہوگا تو ہدایت کو وہ معدوم نہیں پائے گا۔ (ضرور ہدایت پائے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ خدوف ہے اور نہ بندوں پر ظلم کرنے والا ہے وہ ارحم الراحمین، رؤف ورحیم ہے، اپنی مخلوق پر مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کا مددگار اور توفیق دینے والا ہے اور جو اس سے لڑکر دان ہوتے ہیں اور اس سے پیٹھ موڑتے ہیں ان کو مہربانی کے ساتھ بلاتا ہے اور ان کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اسی طرح جیسے ایک جہاز ماں طویل سفر سے اپنے بیٹے کی واپسی پر خوش ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس طرح خوش ہوتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص ہلاکت خیز میان میں سفر کر رہا ہو اور اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر ضروریات زندگی لگی ہوں اور وہ سواری مع تمام سامان کے گم ہو جائے (پھر وہ اس کی تلاش میں اس قدر مارا مارا پھرے کہ حان لبوں پر آجائے اس وقت وہ دل میں کہے کہ اب وہیں چلنا چاہیے جس جگہ سواری گم ہوئی

اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ایک مثال

ہے اور وہیں مجھے مرنے چاہئے پھر وہ اس جگہ واپس آئے، اس کی آنکھیں بند سے بوجھل ہوں۔ چنانچہ ایک لمحہ کے لئے وہ آنکھیں بند کر لے اور ایک لمحہ بعد جب آنکھیں کھولے تو دیکھے کہ اس کی سواری مع سامان کے اس کے سرہانے موجود ہے۔ اس وقت اس مسافر کی خوشی کا کیا شک کا نہ ہوگا (پس جیسی اس مسافر کو خوشی ہوگی ایسی ہی خوشی اللہ تعالیٰ کو ہوتی ہے)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی بندہ اگر گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار کرے تو اللہ پر اس کو بخش دینے کا حق ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَوْ مِنْ يَحْمِلُ شَوْءًا أَوْ يظْلِمُ نَفْسَهُ ثُمَّ لِيَسْتَغْفِرَ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا**

جس شخص نے کوئی گناہ کیا ہو یا اپنے نفس پر ظلم کیا ہو وہ اللہ سے معافی مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔

اگر موجودہ مال (جو ترکہ میں ملا ہے) اس میں چھینا ہو مال شامل ہو (تو توبہ سے پہلے) اس مال کو اس کے مالک کے واپس کر دے اس صورت میں کہ وہ اس کے خاص مالک کو جانتا ہو اگر مالک نہ مل سکے تو اس کے ورثاء کو واپس کر دے، اگر یہ صورت نہ ہو تو لازم ہے کہ اس کے مالک کی طرف سے اس مال کو صدقہ کر دے، اگر حلال مال کے ساتھ حرام مال مل گیا ہے تو غور سے حساب لگائے اور حرام مال کی مقدار جاننے کی کوشش کرے پھر اتنا مال صدقہ کر دے بقیہ مال اپنے اور اہل و عیال کے خرچ میں لائے۔

کسی کی بے آبروئی کرنا جیسے کسی کو گالی دینا یا کسی کو برا کہنا دل آزاری ہے اور یہ گناہ ہے اسی طرح کسی کو ہتھیہ بھیجے برا کہنا (غیبت کرنا) یا اس طرح برائی کے ساتھ اس کا ذکر کرنا کہ (اگر وہ سنے تو) اس کو برا معلوم ہو، غیبت میں داخل ہے اس کا عوض یا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے وہ بات کہہ دے جو اس کے پیچھے کہی گئی ہے اور اس سے اس بات کی معافی مانگے اگر کسی جماعت کو برا کہا ہے تو اس کے ہر فرد سے معافی مانگے اگر کوئی فرد اس جماعت کا فوت ہو گیا تو مرنے والے کی نیکیوں کا کثرت سے ذکر کرے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اگر جس شخص کی غیبت کی ہو اس کی اطلاع اس کو نہ پہنچی ہو تو ایسی صورت میں اس سے معافی نہ مانگے کہ اس صورت میں اس کے دل کو دکھ پہنچے گا بلکہ جن لوگوں کی موجودگی میں غیبت کی ہو ان کے سامنے خود کو جھوٹا قرار دے اور جس کی غیبت کی ہو اس کی تعریف کرے۔

مظالم کا تدارک

بدلہ لینے کا بیان

گناہگار نے جس کی غیبت کی ہے یا برائی کی ہے اس کے دو برو تمام مظالم کو صراحت و تفصیل سے بیان کرنے اور اس کی مقدار بتانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم طریقے سے کہہ دے کہ تفصیل کی صورت میں اس کا نفس ظالم کو بخشنے پر رضامند نہیں ہو گا بلکہ وہ اسے قیامت کے دن کے لئے اٹھا رکھے گا تا کہ مظلوم اس کا بدلہ اس کی نیکیوں سے لے لے یا مظلوم کی برائیاں ظالم کے دفتر اعمال

میں شامل کر دی جائیں ہاں اگر اس قسم کا گناہ ہے جس کے جہان کرنے سے مظلوم کو اذیت پہنچے گی اور اس کا دل دکھے گا جیسے اس کی بیوی یا باندی سے زنا کرنے کی خبر یا کسی پویشیدہ عیب سے اسے منسوب کرنے کا گناہ اگر کیا ہے تو مبہم طریقے پر معافی طلب کرے اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں ہے اور پھر جو کچھ حق اس کا رہ جائے اس کا ازالہ نیکیوں سے کرے جیسے میت یا مفقود کی حق تلفی ازالہ کی صورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائے کہ قیامت کے دن اگر مظلوم اپنے حق کے عوض ظالم کی نیکیاں بھی لے لے تب بھی اتنی نیکیاں نیچ جائیں کہ اس کو ظالم کو جنت میں جگہ مل جائے (بخشد یا جائے)۔

اگر صاحب حق کو اپنی حق تلفی کا علم نہ ہو اور گناہ کا یہ شائبہ ہو کہ میں اگر صاحب حق کے سامنے اس کی حق تلفی بیان کر دوں گا تو وہ جلد معاف نہیں کریگا اور عقاب پر آمادہ ہو جائے گا، یا اس کے اظہار میں ایک جان کے زیان کا اندیشہ ہے تو کفارہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے، اس کی مشکلات کو دور کرے اور اس کے ضروری کاموں کی تکمیل میں سعی کرے، اس طرح محبت و شفقت کے برتاؤ سے اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے گا کیونکہ انسان بندہ احسان ہے، ہر شخص برائی دیکھ کر بھاگتا اور بچتا ہے اور حسن سلوک کے باعث اس کا دل مائل ہوتا ہے اگر ایسا طریقہ اختیار کرنا بھی دشوار ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ کثرت سے نیکیاں کرے تاکہ اس کے گناہ کے عوض اس کی نیکیاں بدلہ بن سکیں، مثلاً کسی نے کسی کا مال تلف کر دیا ہے اور تلف شدہ مال کے عوض دوسرا مال اس کو دینا چاہا مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق اسی طرح باقی رہا، لیکن حاکم حکم دیتا ہے کہ اس مال کو قبول کرنا ہو گا اسی طرح میدان قیامت میں اللہ تعالیٰ عوض قبول کرنے کا حکم دے گا، وہ سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑا عادل ہے۔

رہہ و تقویٰ

توبہ کرنے والا جب حقوق العباد سے بیباک ہو جائے اور اس کے ذمہ کوئی ظلم نہ رہے اور خصوصیت کے ساتھ عبادات میں مشغول ہو تو پھر تقویٰ کا راستہ اختیار کرے، تقویٰ ہی کے باعث بندے کو دنیا اور آخرت میں بندوں کے حقوق سے اور اللہ کے عذاب سے نجات حاصل ہوگی اور اسی کے بدولت روز حساب اس سے آسان حساب لیا جائے گا اس لئے کہ بروز قیامت حقوق العباد اور انسانوں کے اٹک باہمی معاملات کا ضرور حساب ہوگا جو شریعت کے خلاف سرزد ہوئے ہیں۔ جس شخص نے دنیا میں بھی اپنا حساب کر لیا اور اپنا حق مخلوق سے حاصل کر لیا اور اس چیز کو چھوڑ دیا جس پر اس کا حق نہیں تھا اور وہ قیامت کے دن حساب کتاب کی طوالت سے ڈرا تو اس کے حساب میں سختی نہیں کی جائے گی، حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو پرہیزگاروں کا حساب کرتے شرم آئے گی، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا محاسبہ خود کرو اور اعمال کو وزن کرو قبل اس کے کہ ان کو تولد جائے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بھی ایک خوبی ہے (یعنی حسن اسلام ہے) کہ وہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرے۔ اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر معاملہ میں سوچ بچار سے کام لے اور شرعی اجازت

کے بغیر کسی کام کی طرف قدم نہ بڑھائے اگر شریعت میں اس کو اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے تو کرے ورنہ باز رہے اور شریعت کے مطابق دوسرے کام کی طرف رجوع ہو، اس ارشاد میں اس جانب حضور کا ارشاد ہے دَعُ مَا يُرِيدُکَ الٰی مَا لَا یُرِیْکَ کہ جو بات تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جس میں شک شبہ نہ ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن توقف کرنے والا ہے اور منافق عجالت کرنے والا ہوتا ہے۔ یعنی مومن سوچ سمجھ کر اس وقت کام کرتا ہے جب کہ اس کو شریعت کے مطابق پاتا ہے اور اگر خلاف شرع ہوتا ہے تو اس کو ترک کر دیتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا! اگر تم اتنی نمازیں پڑھ لو کہ کمان کی طرح خمیدہ ہو جاؤ اور اتنے روزے رکھ لو کہ تانت کی طرح (دبیلے بننے) بن جاؤ تب بھی بغیر تقویٰ کے تم کو یہ عبادت کوئی نفع نہ دے گی۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس کو یہ پرواہ نہیں کہ اس کا کھانا پینا کیسا ہے احلال طریقہ سے حاصل ہوا ہے یا حرام طریقہ سے تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرے گا کہ اسے جہنم کے کس دروازے سے داخل کیا جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ حرام مال کھاتا ہے اور اسی مال سے صدقہ دیتا ہے تو اس کو (اس صدقہ پر) کچھ اجر نہیں ملے گا اور نہ حرام مال کے خرچ میں برکت ہوتی ہے اور جو کچھ حرام مال وہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا وہ اس کے لئے جہنم کے راستہ کا توشہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے تم پر جو فرض کیا ہے اُسے بجا لاؤ تاکہ تم لوگوں میں سب سے بڑھ کر عابد بنو اور جن باتوں سے میں نے منع کیا ہے ان سے باز رہو تاکہ تم لوگوں میں زیادہ متقی بنو اور جتنا رزق میں نے تم کو دیا ہے اس پر قناعت کرو تاکہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”پرہیزگاری اختیار کرو تاکہ لوگوں میں سب سے زیادہ عابد بنو“

حضرت حسن بصری نے فرمایا ”ذکرہ بھر پرہیزگاری“ ہزار روزے اور نماز (نفل) سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ اہل قربت کو کوئی چیز پرہیزگاری کی طرح مجھے قریب نہیں کرتی (پرہیزگار مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں)۔ ایک دایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم کا ایک مالک کو واپس کر دینا (اس میں خباثت نہ کرنا) سو مقبول حجوں سے زیادہ فیصلت رکھتا ہے ایک دایت میں ستر مقبول حج آئے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کا قرب پانے والے اہل تقویٰ اور زیادہ ہوں گے۔

ابن مبارک نے فرمایا کہ حرام کا ایک پیسہ لینا (رد کر دینا) سو پیسے صدقہ کرنے سے بہتر ہے، ابن مبارک کے اے میں منقول ہے کہ وہ ملک شام میں حدیث اشرف کی کتاب کر رہے تھے، ان کا سلم ٹوٹ گیا انھوں نے عاریتاً کسی سے

قلم مانگا جب کتاب سے فارغ ہو گئے تو قلم واپس کرنا بھول گئے اور قلمدان میں وہ قلم پڑا رہ گیا جب وہ شام سے مرد پہنچے تو قلمدان میں وہ قلم نظر پڑا فوراً پہچان گئے اور بھراٹھوں نے قلم واپس کرنے کے لئے ملک شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی اور واپس جا کر دے دیا۔

حضرت لقمان بن بشر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حرام واضح ہے اور حلال بھی واضح ہے لیکن ان دونوں کے درمیان بکثرت شبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے لہذا جس نے شبہات سے اجتناب کیا اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا اور اپنی عزت بچالی جس نے ایسا نہیں کیا وہ حرام میں مبتلا ہوا، جس طرح چرواہا بکریاں چراتا ہے اور خیال رکھتا ہے کہ (دوسرے کے) کھیت میں نہ جانے پائیں کہ ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے، اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں (تحرمی احکام ہیں)۔ سنو! جسم میں ایک پارہ گوشت ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح و سالم (صحت مند) رہتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، جلتے ہو وہ پارہ گوشت کیا ہے؟ وہ دل ہے!!

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک خاص حد معین ہے اور اسلام کی حدود ہیں۔ ہر میزگاری، تواضع، صبر اور شکر! تقویٰ اور ہر میزگاری ان سب کی جڑ ہے، صبر و دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور شکر جنت کے حصول کا ذریعہ حضرت حسن بصریؒ مکہ کو گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ایک صاحبزادے کا کعبہ سے پشت لگائے لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں (وعظ کہہ رہے ہیں) حضرت حسن بصریؒ وہاں رک گئے اور ان سے دریافت کیا: میاں صاحبزادے! دین کا ستون کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تقویٰ، پھر حضرت حسن بصریؒ نے دریافت کیا: دین کو تباہ کرنے والی چیز کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا لالچ!! یہ سن کر حضرت حسن بصریؒ کو کمال تعجب ہوا!!

حضرت ابراہیم ادہمؒ نے فرمایا کہ تقویٰ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو فرض ہے دوسرا وہ جو ڈر اور خوف سے ہو غرض تقویٰ تو معاصی سے بچنا ہے اور خوف اور ڈر کا تقویٰ اللہ تعالیٰ کے محرمات میں شبہات سے بچنا، عوام کی ہر میزگاری تو حرام و شبہ کی ان تمام چیزوں سے بچنا ہے جن کا مخلوق کی نظر میں بُرا انجام اور شریعت کی طرف سے ان پر مواخذہ ہے اور خواص کی ہر میزگاری ہے ان تمام چیزوں سے الگ ہونا جن میں خواہش (نفس) کا دخل اور نفس کی لذت و رغبت کا شائبہ ہے اور جو حضرات خواص میں خاص ہیں یعنی خاص الخاص ہیں ان کا تقویٰ ہے ان چیزوں سے بچنا جن میں انسان کے ارادے اور رائے کو دخل ہو، گویا عوام کا تقویٰ ہے ترک دنیا میں، خواص کا تقویٰ ہے ترک جنت میں اور خاص الخاص کا تقویٰ ہے ماسوا اللہ سے ہر شے کا ترک کر دینا!!

یحییٰ بن معاذ رازی کا قول ہے کہ تقویٰ دو قسم کا ہے ایک ظاہری اور دوسرا باطنی! ظاہری تقویٰ یہ ہے کہ تیرا ارادہ اور ہر حرکت اللہ کے لئے ہو اور باطنی تقویٰ یہ ہے کہ تیرے دل میں اللہ کے سوا کسی کا دخل ممکن نہ ہو۔ یحییٰ بن معاذؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص تقویٰ کے دقائق اور باریکیوں پر نظر نہیں کرتا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ خدا کی طرف سے اس کو کچھ عطا ہوتا ہے کہا گیا ہے کہ جس کی نظر تقویٰ میں باریک بین ہے قیامت میں اس کا مرتبہ بلند اُٹھے ہوگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ گفتگو کا تقویٰ

سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اور سرداری میں تقویٰ، سونے چاندی کے تقویٰ سے زیادہ سخت ہے اس لئے کہ ان دونوں کو تو اس کے حصول کے لئے خرچ کیا گیا ہے۔

ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ تقویٰ زہد کا پہلا درجہ ہے جس طرح قناعت رضا کی آخری منزل ہے۔ حضرت ابو عثمان نے فرمایا تقویٰ کا ثواب حساب میں بلکا ہوتا ہے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا تقویٰ بغیر تادیل کے علم کے مرتبہ پر ناز ہونا ہے ابن الجلاء کا قول ہے کہ جس کی درویشی میں تقویٰ نہیں ہے وہ ظاہر میں حرام کھاتا ہے۔ یونس بن عبد اللہ نے فرمایا کہ تقویٰ ہر مشتبہ چیز سے گریز کرنے (بچ نکلنے) اور ہر آن نفس کا محاسب کا نام ہے۔ حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ تقویٰ سے زیادہ آسان چیز میں نے نہیں دیکھی کہ جو چیز دل میں کھٹکی (ذرا بھی مشتبہ معلوم ہوئی) اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز کے حلال ہونے میں تمہارے دل میں شبہ ہو اور اس پر دوسرے لوگوں کا آگاہ ہونا تم پر کراں گزرے، تمہارے سینے میں اس کے لئے کشادگی پیدا نہ ہو اور دل میں کچھ شبہ ہو تو ایسی چیز گناہ ہے۔

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہ دلوں میں خراش پیدا کرنے والا ہے یعنی جو چیز دل میں خراش اور کھٹک پیدا کرے، اس پر دل مطمئن نہ ہو تو اس سے بچ کر ہیز کر، اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث بھی ہے جس میں حضور نے فرمایا کہ "دل میں خراش پیدا کرنے والی چیزوں سے بچو وہ گناہ ہیں" یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ دل میں شک شبہ ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر اس چیز کو اختیار کر دو جو شک شبہ پیدا کرنے والی نہیں ہے۔

حضرت معروف کرخی کا قول ہے کہ جس طرح مذمت سے زبان روکتے ہو اسی طرح دوسروں کی مدح سے بھی روکو! بشرحائی نے فرمایا: بہن کام مشکل ترین ہیں اول ناداری میں سخاوت، تنہائی میں پرہیزگاری اور ایسے شخص کے سامنے حق بات کہنا جس سے امید بھی ہو اور خوف بھی (لفضان پہنچانے کا خوف اور انعام و الطاف کی امید) بشرح حارث مافی کی بہن حضرت امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے امام! ہم جنت پر بیٹھ کر سوت کاتے ہیں۔ جب (بچے) مشغلیں گزرتی ہیں تو اس کی روشنی ہم پر پڑتی ہے کیا اس کی روشنی میں ہمیں سوت کاتنا جائز ہے، حضرت امام نے یہ سن کر فرمایا: خدا تمہیں معاف کرے تم کون ہو! انہوں نے کہا کہ میں بشرح حارث کی بہن ہوں، یہ سن کر حضرت امام احمد روئے لگے اور فرمایا کہ تمہارے گھر سے تو پرہیزگاری اور تقویٰ کا دریا بہتا ہے، تم مشغلوں کی روشنی میں سوت نہ کانا کرو! حضرت علی عطار نے فرمایا میں بصرے کے ایک کوچہ سے گزر رہا تھا میں نے دیکھا چند ضعیف لوگ بیٹھے ہیں اور بچے کھیل رہے ہیں، میں نے ان بچوں سے پوچھا تم کو ان بزرگوں کے سامنے کھلتے شرم نہیں آتی، یہ سن کر ایک بچہ بولا چونکہ ان بزرگوں میں تقویٰ کم ہو گیا ہے اس لئے ان کی ہیبت بھی کم ہو گئی ہے۔

حضرت مالک بن دینار چالیس سال بصرہ میں رہے لیکن مرتے دم تک بصرہ کا چھوٹا راجہ گھوڑ نہیں چکھی! جب کھجوروں کی فصل ختم ہو جاتی تو فرماتے بصرہ والو! نہ میرے اس پیٹ کا نقصان ہو اور نہ تمہاری کھجوروں میں کچھ کمی دیشی ہوئی! حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا گیا کہ حضرت! آپ عزم کیوں نہیں پیتے، فرمایا میرے پاس ڈول نہیں ہے میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔۔۔

اس سے آپ سمجھ جاتے تھے کہ کھانا حلال نہیں ہے، کہتے ہیں کہ حضرت بشر حافی کے سامنے مشتبہ کھانا لایا جاتا تو آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتا ہی نہیں تھا، حضرت بایزید بسطامی جب شکم مادر میں تھے اس وقت آپ کی والدہ کے سامنے اگر مشتبہ کھانا آجاتا اور وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتیں تو ہاتھ بڑھتا ہی نہیں تھا۔ بعض بزرگوں کے سامنے جب مشتبہ کھانا لایا جاتا تو کھانے سے بدبو نکلنے لگتی جس سے وہ سمجھ جاتے کہ کھانا مشتبہ ہے اور وہ اسے نہ کھاتے، بعض حضرات کے متعلق منقول ہے کہ جب وہ مشتبہ کھانے کا لقمہ منہ میں رکھتے تو لقمہ چبا یا ہی نہ جاتا تھا بلکہ وہ لقمہ ان کے دہن میں ریت کی طرح ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ صورتیں ان کا بوجھ ہلکا کرنے، ان کی آسانی اور ان کی حفاظت کے لئے کر دی تھیں جب ان لوگوں نے اپنے لقموں کو حرام سے پاک رکھا، طلب حلال اور ترک حرام کی کوشش کی تو اللہ نے بھی ان کو مشتبہ اور نامرغوب کھانوں سے محفوظ رکھا اور کھانے کی شناخت ان پر آسان کر دی۔ فروخت کرنے والوں کی تلاش اور ان کے احوال کی جستجو اور حرام و حلال کی تفتیش کی ان کو ضرورت باقی نہیں رہی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پہچان عطا کر دی یہ نشانیاں اور علامات ان اکابرین کو عطا ہوئیں جن کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت مبذول اور اس کی رحمت ان کے شامل حال ہوئی، عام مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس کا نتیجہ مخلوق کی نظر میں قابل مذمت نہ ہو اور نہ اس پر شرعی مواخذہ ہو جیسا کہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان سے رزق حلال کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا حلال وہ ہے جس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو ایک قول یہ بھی اس کے جواب میں ان سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا "حلال اور پاک وہ ہے جس میں اللہ کو فراموش نہ کیا گیا ہو، جس پر اللہ نے راز رکھا ہو"۔

عام مسلمانوں کے لئے ہر وہ چیز حلال ہے جس میں کسی مخلوق کا حق نہ ہو اور اس پر کوئی شرعی مطالبہ بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ حلال ہر وہ چیز ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو دوسری مرتبہ فرمایا کہ حلال وہ صاف مال ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھلایا جائے، غرضیکہ حلال خدا کے حکم سے حلال ہوتا ہے خود کسی کے بنانے سے حلال نہیں بن جاتا، اس لئے کہ حلال عینی ہی اگر حلال ہوتا (اس کے سوا ہر چیز حرام) تو کسی کے لئے مردار کا کھانا حلال نہ ہوتا اور نہ وہ کھانا حلال ہوتا جسے کسی سپاہی نے اپنے حرام مال سے خریدا اور پھر جس سے خریدا اس کو واپس کر کے اپنے دام واپس لے لے، ایسا کھانا منقہ مومن کے لئے کھانا جائز نہیں اس لئے کہ خریدنے اور واپس کرنے کے درمیان اس کھانے پر ایک ایسی حالت بھی گزری ہے جس میں وہ کھانا حرام تھا اور وہ حرمت سپاہی خریدار کے ہاتھ میں جانے سے پیدا ہوئی اگرچہ تمام مسلمان بالاتفاق واپسی کے بعد اس کھانے کو حلال جانتے ہیں، اس طرح یہ بات ظاہر ہو گئی کہ حلال و حرام وہ ہے جس پر شریعت نے حکم دیا نہ کہ وہ جسے بذات خود حلال و حرام ہے۔ حلال عین انبیاء علیہم السلام کا کھانا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے سنا کہ الہی! مجھے حلال مطلق روزی عطا فرما! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال مطلق روزی

لے حلال محکی وہ چیز ہے جو بنفسہ نہ حلال ہے نہ حرام بلکہ بعض حالتوں میں اس کا کھانا بعض لوگوں کے لئے حلال ہے جیسے مردار کے بعض حالتوں میں بعض لوگوں کے لئے اس کا کھانا حلال ہے ورنہ عام طور پر حرام اور جو کچھ بیان ہوا وہ حلال محکی کے بارے میں ہے حلال عینی کے بارے میں نہیں ہے۔

انبیاء کا رزق ہے، تو ایسا رزق اللہ سے مانگ جس پر تجھے عذاب نہ ہو۔
شریعت میں ہے کہ اگر کوئی کافر، ذمی، یہودی، نصرانی اور مجوسی، حرام چیزوں کی تجارت کرے

یہودی، نصاریٰ اور ذمیوں
کے بارے میں حرام چیزوں
کی فروخت کا حکم!

مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ تو اس کو اس کی اجازت دے دی جائے گی اس سے قیمت کا عشر
(۱۰٪) لے لیا جائے گا یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حکم فرما دیا تھا کہ
ان ذمیوں کو ایسی تجارت کرنے کی اجازت دیدو اور ان سے اس کی قیمت کا دسواں حصہ
لے لو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عشر ۱۰٪ کا کیا کیا جاتا تھا؟ کیا اس سے مسلمان فائدہ
اٹھاتے تھے (مزد اٹھاتے تھے) اب اگر صرف حلال عینی (وہ شے جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال ہو) ہی کو حلال قرار دیا جائے
تو شراب اور خنزیر حرام ہیں، ان کی قیمت کا عشر کس طرح حلال ہو سکتا ہے حالانکہ مقدار اور قبضہ کے تغیر کے باعث اس کو حضرت عمر
نے حلال قرار دے دیا تھا۔ پس جس شخص نے اپنے ہاتھ میں شریعت کی مشعل لے کر اس کی روشنی میں لبن دین کیا اور اس لبن دین
میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا اور شریعت کے دائرہ سے قدم باہر نہ رکھا اور وہی لیا جس کی شریعت نے اجازت دی ہے اور وہی
دیا جس کا حکم شریعت نے دیا ہے اور شریعت کے مطابق ہی تمام تصرفات کئے تو ایسے شخص کو حلال کھانے والا کہا جائے گا اور
حلال مطلق کی طلب اور تلاش اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ نیز یہ کہ حلال مطلق کا دستیاب ہونا تقریباً ناممکن ہے بجز اسکے
کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء و اصفیاء کو اس سے سرفراز فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ امر کچھ دشوار نہیں۔

روزہ کمانے کے لحاظ سے
سے تین قسم کے لوگ

روزہ کمانے کے لحاظ سے لوگ تین طرح کے ہیں، اول متقی، دوم ولی، سوم اہل معرفت،
متقی کے لئے بس وہ چیز حلال ہے جو اپنے نیچے کے اعتبار سے مخلوق کی نظر میں عیب کے قابل
نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرعی مواخذہ ہو۔ ولی کامل مومن کے لئے وہ کھانا حلال ہے جس میں
نفسانی خواہشات کا شائبہ اور اس کی آغیزش نہ ہو محض امر الہی کے تابع ہو (جو کچھ میسر آگیا وہ کھالیا)۔
عارفوں اور اہل معرفت کا کھانا وہ ہے جس میں ان کے قصد و ارادہ کو مطلق دخل نہ ہو بلکہ صرف تقدیر الہی کا فرا
ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ ان کے شامل حال رہتا ہے، وہی ان کی روزی فراہم کرتا ہے اور وہی اس روزی تک ان کی
رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور مشیت سے ان کے لئے ہر شے ہتیا کرتا ہے اور اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے اور
وہ اللہ کے فضل کے تحت اس طرح پرورش پاتے ہیں جس طرح ایک شیرخوار بچہ مال کی آغوش میں پرورش پاتا ہے، پس جب
تک پہلا مرتبہ حاصل نہ ہو دوسرے درجہ تک رسائی حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک دوسرے درجہ پر نہ پہنچ جائے تیسرے مقام
کا حصول نہیں ہو سکتا۔

متقی کا کھانا بے نفس آدمی کے لئے مشتبہ ہے اور بے نفس شخص کا کھانا اس شخص کے حق میں مشتبہ ہے جس
نے اپنے ارادوں کو مشیت الہی کے تابع کر دیا۔ اور راہ الہی میں فنا کر دیا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے "سببات البقیہ من حسنات الابرار ہیں
یعنی اہل قربت کی برائیاں نیک لوگوں کی نیکیوں کے برابر ہیں۔ پس شیخ کا کھانا مرید کے لئے تو مباح ہے مگر شیخ کے لئے مرید کا طعام
شیخ کے نزدیک حال، پاکیزگی، نفس قرب الہی اور منزلت کی بلندی کے باعث حرام ہے۔

کے

حقائق تقویٰ کے سلسلہ میں ایک اور مثال کہش سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ایسا گناہ تقویٰ کی ایک اور مثال ہو گیا جس کی نہ امت میں میں چالیس سال سے روتا ہوں، میرا ایک بھائی مجھ سے ملنے کو آیا میں نے اس کی مارات کے لئے ایک داہک کی بھٹی چھلی خریدی، جب وہ کھانے سے فارغ ہو گیا تو اچھا صاف کرنے کے لئے پڑوسی کی دوا سے اس کی اجازت کے بغیر ایک ڈھیلا ٹوڑ کر میں نے اس کو دیدیا اس نے اس مٹی سے ہاتھ مل کر صاف کر لئے اور میں نے اس فعل پر پڑوسی سے اس کی معافی طلب نہیں کی۔

منقول ہے کہ ایک مکان میں کراہ دار رہتا تھا اس نے کسی کو خط لکھا، (روشنائی تازہ تھی) اس نے جاہا کہ اس مکان سے دوسری مثال تھوڑی سی مٹی لیکر سیاہی کو خشک کر دے فوراً اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ مکان اس کی ملک نہیں ہے بلکہ کراہ پر ہے، چند لمحے بعد اس نے دل کو یہ کہہ بھلا لیا کہ تھوڑی مٹی لینے میں کیا ڈرا! جتنا مٹی لے کر خط خشک کر لیا فوراً غیب سے آواز آئی کہ اے مٹی کو حقیقت خفیف سمجھنے والے! تجھے بہت جلد تیرے چل جائے گا جب کل تو طویل حساب میں گرفتار ہوگا۔

تیسری مثال علیہ کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ موسم سرما میں سینے سے شرابور ہیں کسی نے وجہ پوچھی تو کہا کہ یہ مکان وہ ہے جس میں میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تھی، جب ان سے گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ ہاتھ مٹا کرنے کے لئے مٹی کا ڈھیلا دیوار سے اکھاڑ لیا تھا اور مالک مکان سے اس کی اجازت نہیں لی تھی۔

منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے مکہ مکرمہ میں ایک دوکاندار کے پاس اپنا طشت گدرد کھدایا چہند اور مثالیں جب اس کو واپس لینے کا وقت آیا تو دوکاندار نے دو طشت آپ کے سامنے رکھ دیئے اور کہا کہ ان دونوں میں جو آپ کا ہولے لیجئے، حضرت امام نے فرمایا کہ اپنے طشت کا پہچاننا میرے لئے مشکل ہے لہذا یہ دونوں طشت تم ہی اپنے پاس رکھنے دو امام صاحب نے کہہ کر اس کو دے دیا۔ دوکاندار نے کہا کہ حضرت میں تو آپ کی آزمائش کر رہا تھا، یہ رہا آپ کا طشت!! امام صاحب نے فرمایا، اب میں نہیں لوں گا یہ کہہ کر طشت چھوڑ کر چلے گئے۔

سہاروی ہے کہ حضرت رابعہ عدوی نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی بھٹی ہوئی قمیص سی لی اس کے نتیجہ میں ان کے دل کی حالت بدل گئی (دل کو کھویا کھویا سا پانے لگیں)، ان کو کچھ مدت بعد اپنی بھٹی ہوئی قمیص کا خیال آیا۔ فوراً ہی قمیص کو پھاڑ ڈالا اور رکھ دیا، دل کی حالت درست ہو گئی اور پھر نوزیدہ ہو گیا۔

کسی نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ پرندے کی طرح آپ کے دو بازو ہیں اور جنت میں وہ ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر پہنچ جاتے ہیں ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ مرتبہ کیسے ملا آپ نے جواب دیا کہ تقویٰ کے باعث۔ حسان ابن سنیان کے بارے میں روایت ہے کہ وہ ساٹھ برس تک لیٹ کر سوئے نہ چربی (چکنائی) کھائی اور نہ ٹھنڈا پانی پیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، فرمایا اچھا سلوک کیا لیکن میں ایک سوئی کے باعث جسے میں نے عاریتاً لیا تھا اور اسے واپس نہیں کیا جنت سے روک دیا گیا ہوں۔ حضرت عبدالواحد بن زید کا ایک غلام چند سال سے ان کی خدمت میں تھا، وہ چالیس سال تک عبادت گزار رہا۔

حضرت کہش اور حضرت عتبہ کے واقعات میں مشابہت ہے لیکن دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔

عبدالواحد کے پاس وہ غلہ ناپنے کی خدمت پر مامور تھا، اس کے انتقال کے بعد کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا، اس نے جواب دیا کہ میرے ساتھ بہتر ہوا ہے لیکن مجھے جنت سے روک دیا ہے کیونکہ جب میں غلہ ناپ کے دینا تھا تو میرے پیمانے سے چالیس پیمانے گرو غبار (میرے ذمہ) نکالی گئی یعنی ہر ناپ کے ساتھ جو گرو غبار غلہ کے ساتھ مل کر جاتا تھا وہ چالیس پیمانے نکلا اور اس کی سزا میں مجھے جنت میں جہنم سے روک دیا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، آپ نے ان مردوں میں سے ایک مردے کو پکارا حکم الہی سے وہ زندہ ہو گیا، آپ نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت میں ایک حتمال (فحش) ہوں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھایا کرتا تھا ایک روز ایک آدمی کا گٹھا میں نے پہنچایا۔ اثنائے راہ میں ان لکڑیوں میں سے ایک تنکا دانت کریدنے کے لئے توڑ لیا، اس کا مطالبہ کرنے کے وقت سے اب تک مجھ سے کیا جا رہا ہے۔

تقویٰ کی تکمیل کے شرائط

انسان جب تک ان دس باتوں کو پورا نہ کرے اس وقت تک کامل تقویٰ حاصل نہیں ہوگا۔

تقویٰ کی تکمیل کی دس شرطیں

اول: غیبت سے زبان کو روکنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا (تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے)۔

دوم: بدگمانی سے بچنا اور پرہیز کرنا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (بہت گمان کرنے سے بچو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں)۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گمان سے پرہیز کرو، گمان بڑی صوبی بات ہے۔

سوم: مزاج (ٹھٹھ باری) سے اجتناب کرو، اللہ کا ارشاد ہے لَا يَسْتَعِزُّ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑے)۔

چہارم: نامحرم سے آنکھیں بند رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْنَ أَبْصَارَهُمْ (اہل ایمان سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں)۔

پنجم: زبان (گفتگو) کی سچائی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا (یعنی جب بات چیت کرو تو سچ بولو) (انصاف کرو)۔

ششم: اللہ کے احسان کو پہچاننا تاکہ مغرور نہ ہو جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَىٰ بِكُمْ لِلْإِيمَانِ (بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو مومن ہونے کی ہدایت کی)۔

ہفتم: راہ حق میں مال کو خرچ کرنا، ناجائز راستہ میں خرچ نہ کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتَسِرُوا (اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں) (نیک کاموں میں خرچ میں سخی نہیں کرتے اور معصیت میں خرچ نہیں کرتے)۔

ہشتم: دنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ

لَا يَنْبَغُ أَنْ يَكُونَ عُلُوًّا فِي الدِّينِ وَلَا فُسَادًا فِيهِ (آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے رکھیں گے جو زمین پر نہ اترتے ہیں اور نہ فساد پر پکڑتے ہیں)۔

نہم : نماز پنجگانہ کی ان کے اوقات میں حفاظت کرنا (ان کو ادا کرنا) اور ان کے رکوع و سجود میں پابندی کرنا کیونکہ ارشاد ربانی ہے : حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ تمام نمازوں کو نگاہ رکھو (نمازوں کی پابندی کرو) خصوصاً درمیانی نماز عصر کو، اور اللہ کے حضور خضوع کے ساتھ کھڑے رہو۔

دہم : مذہب سنت و جماعت پر قائم رہنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ لَا تَتَّبِعُوا (السَّبِيلَ فَتَنُفَرِّقَ بَيْنَكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ) اور یقیناً یہ میری سیدھی راہ ہے تم اس (سنت) پر چلو دوسری راہیں مت اختیار کرو اگر دوسرے راستوں میں داخل ہو گے تو اللہ کے سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ گے۔

بعض گناہوں سے توبہ

بیک وقت تو بہ : بیک وقت اگر تمام گناہوں سے ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض سے نہ کرنا جائز ہے مثلاً کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ سے نہ کرے کہ وہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبائر بڑے گناہ ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سخت عذاب میں مبتلا کرنے والے ہیں اور صغیرہ گناہوں کا درجہ کمتر ہے اس لئے ان کی معافی کا راستہ قریبی ہے یہ خیال کر کے کبائر سے توبہ کرنا دشوار نہیں ہے اس کے بعد جب دل میں ایمان و یقین مستحکم ہو جائے گا اور ہدایت کے انوار ظاہر ہو جائیں اور اللہ کی طرف رجوع ہونے میں بندے کا سینہ کھل جائے تو اس وقت تمام صغائر گناہوں کی باریکیوں، شرک خفی، دلوں کے گناہ اور مقامات و حالات کے تمام گناہوں سے توبہ کرے بلکہ اس کے بعد توبہ مقام اور ہر حالت کے گناہ سے بھی توبہ کرنا رہے گا، جب بندہ کو کسی مقام (عرفان) پر ترقی ہوتی ہے تو وہاں پہنچکر وہ خود جان لیتا ہے کہ اُسے کیا کرنا چاہیے اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کا مذاق رکھتا ہے اور اس راستہ پر گامزن ہے۔ اس راہ کے راہ رنوں سے ملتا جلتا ہے اس لئے بار اول ہی ان لوگوں کی گرفت اس چیز پر نہ پڑھنے لگے جو انتہا درجہ کی چیز ہے تم کو آسانی پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، دشواریاں اور نفرت پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلاشبہ دین اسلام ایک مضبوط دین ہے یہ کچا دین نہیں ہے، آہستگی اور نرمی کے ساتھ اس پر چلو، جس نے ترقی کی راہ چھوڑی اس کے لئے کوئی سواری نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی راہ بر ہے۔

جس شخص نے بعض کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور بعض سے نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ اللہ کے نزدیک زیادہ سخت اور زیادہ عذاب کا باعث ہیں یہ سمجھ کر وہ ان بعض کبائر سے تائب ہو گیا اور بعض سے نہیں ہوا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص قتل، لوٹ مار اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے سے اس لئے توبہ کر لیتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ بندوں کے حقوق بدلنے کے بغیر نہیں چھوڑے جائیں گے۔ اور وہ گناہ جن کا تعلق بندے اور اللہ کے درمیان ہے جلد تر معاف ہو جائیں گے یا ایک شخص شراب پینے

سے تو توبہ کر لیتا ہے لیکن زینا سے نہیں کرتا اس خیال سے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے اور اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور بندہ تمام گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مدہوش ہو کر انسان منغلات بکنے لگتا ہے، اللہ سے منکر ہو جاتا ہے، ہمت پر اتر آتا ہے، زنا کرتا ہے اسے بت پرستی سے رکنے کا بھی ہوش نہیں رہتا غرضیکہ وہ تمام گناہ کر گزرتا ہے کیونکہ شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے اور ان کا سرچشمہ ہے جیسے کوئی شخص چند صفیر کنا ہوں سے تو توبہ کر لیتا ہے مگر کبیرہ گناہوں پر ڈٹا رہتا ہے جیسے غیبت یا نامحرم کو دیکھنے سے تو توبہ کر لیتا ہے مگر مے نوشی پر قائم رہتا ہے کیونکہ وہ اس کا بہت زیادہ عادی ہے اور اس کا خوگر ہے یا اس کا نفس اس کو دھوکا دیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری بیماری کا علاج ہے اور دوا کے طور پر استعمال کی ہم کو اجازت ہے، شیطان بھی اس کو درغلانا ہے اور شراب کی اچھائیاں اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور خود بھی اس کو مے نوشی کا بڑا شوق ہے جانتا ہے کہ پینے سے سرور و کیف حاصل ہوتا ہے تمام غم دور ہو جاتے ہیں علاوہ ازیں صحت جسمانی کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے بلکہ آفریں نیاں اور برے عواقب اس کی نظر سے چھپ جاتے ہیں اور وہ اللہ کے عذاب کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے نہ دین کی خرابیوں کی طرف اس کی نظر جاتی ہے اور نہ دنیا کی! اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ شراب عقل کو برباد کر دیتی ہے اور عقل ہی سے دین اور دنیا کے تمام کام سرانجام ہوتے ہیں۔

ہم نے ابھی اوپر بیان کیا ہے کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا درست ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان عام حالت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے خالی نہیں ہوتا ہاں حالات میں تغاوت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قربت کے لحاظ سے گناہوں کا چھوٹا بڑا ہونا الگ الگ چیز ہے فاسق تک یہ کہتا ہے کہ ہوا دھوس کے غلبہ کی وجہ سے شیطان اگر مجھ پر غالب آگیا تھا اور اس نے مجھ سے گناہ سرزد کرائے تھے تو یہ تو مجھے کبھی زیب نہیں دیتا کہ میں نفس کو آزادہ و چھوڑ ڈال اور گناہوں میں آلودہ ہوتا رہوں بلکہ جن گناہوں کا ترک کرنا میرے لئے آسان ہے ان کو کوشش کر کے چھوڑ دوں میری یہ کوشش میرے دوسرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور شاید اللہ تعالیٰ یہ دیکھ کر کہ میں اس کے خوف سے بعض گناہ ترک کر رہا ہوں اور اپنے نفس اور شیطان سے جہاد میں مصروف ہوں میری مدد فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے دوسرے گناہوں کے ترک کی توفیق مرحمت فرمادے اور میں جو دوسرے گناہ کرتا ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دے۔

اگر ہمارا یہ قول درست قرار نہیں دیا جائے گا۔ تو پھر فاسق کی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج غرضکہ کوئی فاسق کی عبادات طاعت و عبادت بھی صحیح نہیں ہوگی اور اس سے بس یہ کہہ دیا جائے کہ تو فاسق ہے۔ اللہ کی طاعت سے خارج ہے حکم الہی کی خلاف ورزی کرنے والا ہے اس لئے تیری طاعتیں اور عبادتیں اللہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ غیر اللہ کے لئے ہیں۔ اگر تو اللہ کی عبادت کا داعی ہے تو فسق کو چھوڑ دے اس راہ میں بس اللہ کا ایک ہی حکم ہے اور جب تک تو فسق کو ترک نہ کر دے یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ تو اپنی نمازوں سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے یہ محال ہے ایسا نہیں کیا جائے گا۔

اس دلیل کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص پچھڑو لوگوں کے دو دینار قرض ہیں اور مقروض اتنی استطاعت ایک مثال رکھتا ہے کہ دونوں کا قرض ادا کرے لیکن وہ شخص دو میں سے ایک کا قرض چکاتا کہ دینا ادا

کرتا ہے) اور دوسرے کا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور قسم کھالتا ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے اور دل میں قرض دار ہونے کا بھی اقرار کرتا ہے تو اس صورت میں بلاشبہ جس کا اس نے قرض ادا کر دیا اس کے بارے میں وہ سبکدوش ہو گیا لیکن دوسرے شخص کا قرض جس سے وہ منکر ہے اس پر باقی رہا، اسی طرح وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے بعض احکام بجالاتا ہے اور اس کا مطیع ہے لیکن جب وہ ممنوعات کے ارتکاب سے نافرمانی کرتا ہے تو وہ اس معصیت کی وجہ سے گنہگار بنتا ہے اور اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں کچھ امور میں اللہ کا مطیع و فرمانبردار ہے اور بعض باتوں میں نافرمان ہے، دینی امور میں طاعت و معصیت کا خلط ملط کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے، اب اگر یہ شخص ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نفسانی خواہشات زائل ہو جائیں اس وقت وہ تمام گناہوں سے باز آ جاتا ہے بشرطیکہ خداوند تعالیٰ یہ سلسلہ منقطع کرنا چاہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے اور بندہ پر گنہگار ہونے کا آخری فیصلہ وہ کر دے تو کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ گناہوں سے محفوظ رہنا ہماری بس کی بات نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ رحم بھی فرماتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی مہربانی اس کے شامل حال ہوتی ہے۔

توبہ کے بارے میں

احادیث و آثار

توبہ کے متعلق احادیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جبہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ہم سے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو اور قبل اس کے کہ ضعف یا بیماری کی وجہ سے عاجز ہو جاؤ نیک اعمال میں عجلت کرو، اللہ سے اپنا تعلق جوڑ لو کا باب ہو جاؤ گے، خیرات زیادہ کرو تمھارے رزق میں افزونی ہوگی، دوسروں کو بھلائی کا حکم دو محفوظ رہو گے، بُری باتوں سے لوگوں کو روکو کہ تمھاری مدد کی جائے گی، حضور اقدسؐ اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (اے الہی مجھے بخشدے اور میری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے اور مہربانی کرنے والا ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابلیس کو جبے میں پڑا مارا گیا تو کہنے لگا: الہی! تیری عزت اور جلال کی قسم! آدمی کے بدن میں جب تک جان رہے گی میں برابر اس کو پہکاتا رہوں گا، پروردگار نے فرمایا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! جب تک موت کی آخری ہچکی آئے نہ آجائے میں اس کی توبہ بھی قبول فرماؤں گا۔

حضرت محمد بن مطرف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی پر رحمت ہو کہ وہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے معافی مانگتا ہے، میں اس کو بخش دیتا ہوں، اس پر رحمت ہو وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے اور میں اسے معاف کر دیتا ہوں، رحمت ہو اس پر کہ نہ تو وہ گناہ کے ارتکاب سے باز آتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو بخش دیا۔

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ آیتہ کریمہ وَ اِنْ اسْتَغْفِرْ دَ اَرْبَعِ مِاٰلِ اَلْفِ مَرَّةٍ ثُمَّ لَا يَنْتَظِرِ الْحَبْلَ الْاَبْدَیْنَ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرام ہر روز توبہ مرتبہ استغفار کرتے اور کہتے تھے۔ نَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَنَتُوبُ إِلَيْهِ (ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ایک شخص حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اس نے عرض کیا میں استغفار کر لیتا ہوں پھر دوبارہ ویسا کرتا ہوں، آپ نے فرمایا جب بھی گناہ کا ارتکاب کیا کرے توبہ کیا کر، یہاں تک کہ شیطان ذلیل و خوار ہو جائے، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو؟ حضورؐ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی معافی تیرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔ ۷۷۷۷

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عملِ ثواب کی امید نہ رکھ اس لئے بغیر توبہ کے مغفرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا اس کے غضب میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے اعمال کا ارتکاب کرنا جن سے وہ راضی نہ ہو اور اس پر مغفرت کی آرزو کرنا تیری آرزو کی فریب خوردگی ہے، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) موت آجائے گی کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔ وَغَضَبْنَاكَ إِذْ جَاءَكَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَضَبْنَاكَ بِاللَّهِ الْغُرُورَهُ یعنی بیکار امیدوں نے تم کو فریب دیا آخر تم کو خدا کا حکم پہنچا اور اللہ کے متعلق تم کو شیطان نے دھوکے میں رکھا۔ دوسری جگہ (اسی بابے میں) ارشاد ہوتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ ۖ وَجَعَلَ صَاحِبًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک کام کئے اور سیدھی راہ اختیار کی میں اسے بخش دیتا ہوں یہ بھی ارشاد فرمایا۔ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَأَكْتُمِبُهُمُ الَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ میری رحمت ہر چیز کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے مقدر کروں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔

پس بغیر توبہ و تقویٰ رحمت اور جنت کی آرزو و حماقت، نادانی اور نفس کا فریب ہے کیونکہ رحمت اور جنت کی شرطیں ان مذکورہ آیتوں میں بیان کر دی گئی ہیں، یعنی رحمت و جنت توبہ و تقویٰ کے ساتھ مربوط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مومن اپنے گناہوں کو پہاڑ کے مانند سمجھتا ہے اور خدا ہے کہ وہ پہاڑ کہیں سر بزد آگے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس محنتی کے مانند سمجھتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہوئی ہے کہ اشارے سے اس کو اڑایا جاسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ گناہ کرتا ہے اور وہ گناہ اس کو بہشت میں لے جاتا ہے؛ آپ نے فرمایا گناہ اس کی نظر کے سامنے رہتا ہے جس سے اس کو ندامت اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے وہ اللہ سے مغفرت چاہتا ہے بالآخر وہی گناہ اسے بہشت میں لیجانے کا موجب بن جاتا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کسی چیز کو طلب میں اتنا حسین اور تاثیر میں اتنا تیز نہیں پایا۔ جتنی برائے گناہ کے لئے نئی نیکی ہوتی ہے، بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ فرمان نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک عظیم نصیحت ہے۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو گناہ سے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے گھبرا کر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور استغفار کر لیتا ہے اس وقت وہ نقطہ دل سے صاف ہو جاتا ہے، اگر وہ توبہ زاری اور استغفار نہیں کرتا تو گناہ بالائے گناہ داغ پر داغ تہہ تہہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام دل سیاہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے اور اور یہی معنی ہیں اس آیت کے، بَلَىٰ ذَاقْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ یعنی ایسا نہیں ہے بلکہ جو کام وہ کرتے تھے ان کاموں کے عاتق

اُن کے دلوں پر زندگ آگیا ہے ان کے اعمال کا زندگان کے دلوں پر چڑھ گیا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گناہ کرنے کا طلبِ توبہ سے زیادہ آسان ہے اس لئے موت کی تاخیر کو غنیمت جانو۔

آدم بن زیاد کا قول ہے کہ اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ موت سامنے آگئی ہے اور تم اللہ سے معافی طلب کر رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے معافی دے دی ہے۔ اس لئے ہر وقت اللہ کی اطاعت کے کام کرو!!

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ ڈرتے رہو! کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کی حالت میں تم کو میں پکڑ لوں اور میرے سامنے آؤ تو کوئی حجت کا منہ نہ آئے۔ کوئی مرد صالح عبد الملک بن مروان کے پاس گئے۔ عبد الملک نے اُن سے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ مرد صالح نے فرمایا اگر تمھارے پاس موت آئے تو کیا تم مرنے کے لئے تیار ہو گے؟ عبد الملک نے کہا نہیں! تب اُن بزرگ نے فرمایا کیا تم اتنی قدرت رکھتے ہو کہ اس حالت کو ایسی حالت کی طرف لوٹا سکو جو تم کو پسند ہے؟ یعنی موت کو واپس کر سکتے ہو؟ عبد الملک نے نفی میں جواب دیا، بزرگ نے فرمایا کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ تم کو موت اچانک آدلوچے؟ عبد الملک نے نفی میں جواب دیا، اس وقت اُن بزرگ نے فرمایا کہ میں نے کسی ذی فہم شخص کو اُن باتوں سے رہنی اور خوش ہوتے نہیں دیکھا جن پر تم مغرور ہو! یعنی ملکے متابع دنیا!

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (گناہ پر) مذمت اور پشیمانی توبہ ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس نے گناہ کیا پھر اس پر پشیمان ہوا تو پشیمانی اس گناہ کا کفارہ ہو گیا۔ حسن تبصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں (۱) زبان سے معافی کا طالب ہونا (۲) دل سے پشیمان ہونا (۳) اعضا کو گناہ سے روکنا (۴) یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے“ اور گناہ کا ارتکاب کرنے کے باوجود رب سے معافی طلب کرنے والا گویا اپنے رب سے مذاق کرتا ہے۔ جب کوئی بندہ استغفرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیْکَ کہتا ہے اور اس کے بعد پھر گناہ کرتا ہے پھر یہی کہتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے تو تین بار (اسی طرح) گناہ کرنے کے بعد جو تھی با اس کے گناہ کو (صغیر ہونے کے باوجود) کبیرہ کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت نفیس بن عیاضؒ نے فرمایا کہ تم اپنی ذات کے خود کو کسی بنو اور دوسرے لوگوں کو اپنے لئے دھی نہ بناؤ! جب کہ خود تم نے اپنی زندگی میں اپنے نفس کی وصیت ضائع کر دی تو پھر تم ان دوسروں کو اس بات پر کس طرح بُرا کہہ سکتے ہو کہ انہوں نے تمھاری وصیت رانگاں اور ضائع کر دی!! کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

وَأَنْتَ دَوَامُهَا لَا يَسْتَطَاعُ	تَمْتَعُ إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ
اور اس دنیا کو ہمیشگی نہیں ہے، پس کی بات نہیں	یہ دنیا تھوڑی پونجی ہے جہانک ہو فائدہ اٹھاؤ
أَمِيرُ فِيهِ مُتَبِعٌ مَطَاعٌ	وَقَدْ هُمْ مَا مَلَكَتْ وَأَنْتَ حَيٌّ
یہاں کے آگے پیچے تو میرے جی میں میری پیردی کی گئی ہو	جب تک کہ تم پر قدرت رکھتا ہے اور زندہ ہے
فَقَضَّرُ وَصِيَّةَ الْمَرْءِ الضَّيَاعُ	وَلَا يُغَيِّرُكَ مَنْ تَوْصِي الْيَتِيمَ
کہ کوشش کی کئی تعمیل وصیت میں کوٹنا کارہ بنادیتی ہے	کسی کو دھی بنانے کے دھوکہ دھو، مگر مس نہ رہنا

ایک اور شاعر کہتا ہے !

اِذَا مَا كُنْتَ مُتَخِذًا وُصِيًّا
اَلَا تَوَكَّلُ عَلَى دُوسَرٍ كَوَدِّى بَنَانٍ كَاخْوَالٍ هُوَ تَوَكَّلُ بَنَانٍ
سَتَحْصِدُ مَا زَرَعْتَ عِنْدَ وَجْهِى
جو تو آج بوئے گا کل وہی کاٹے گا !

فَلَنْ فِيهَا مَلَكَتُ وَصِيًّا
جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس کا اپنے نفس کو وہی بنا دے
اِذَا وَضَعَ الْحِسَابُ ثَمَارَ غَرْسِكَ
اور جب حساب چکا تو اپنے ہی لگانے ہوئے درخت کے پھل تو توڑ دے گا

VVV IMP

حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دایئیں بازو کا فرشتہ بائیں بازو کے فرشتے پر حاکم ہے جب بندہ نیکی کرتا ہے تو دایئیں بازو کا فرشتہ اس کی دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب بندہ برائی (گناہ) کرتا ہے اور بائیں بازو کا فرشتہ اس کی برائیاں لکھنے لگتا ہے تو دایئیں بازو کا فرشتہ کہتا ہے ٹھہر جاؤ چنانچہ وہ چھ سات گھڑی تک (لکھنے سے) رکا رہتا ہے اب اگر اس عرصہ میں بندہ نے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے بخشوا لیا تو گناہ نہیں لکھا جاتا ورنہ بدی لکھ لی جاتی ہے۔ حدیث شریف کے دوسرے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ ”بندہ جب گناہ کرتا ہے تو وہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ وہ دوسرا گناہ کرے“ جب اس کے پانچ گناہ جمع ہو جاتے ہیں اور ان کے بعد وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس کے لئے پانچ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ پانچ نیکیاں ان پانچ گناہوں کا بدل ہو جاتی ہیں، اس وقت ابلیس چیختا ہے اور کہتا ہے میرا ابن آدم پر قابو کس طرح چلے ہیں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کروں وہ ایک نیکی کر کے میری ساری کوشش پر پانی پھیر دیتا ہے۔

حضرت امام حسنؑ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں، دایئیں طرف والا بائیں طرف کے فرشتے پر حاکم ہے، بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ میں اس کو لکھ لوں تو دایئیں طرف والا (حاکم) فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر کہ وہ پانچ گناہ کر لے (تب لکھنا) جب بندہ پانچ گناہ کر لیتا ہے اور بائیں طرف کا فرشتہ ان کو لکھنا چاہتا ہے تو دایئیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے ابھی ٹھہر جا کہ وہ کوئی نیکی کرے جب بندہ کوئی نیکی کر لیتا ہے تو دایئیں طرف کا فرشتہ کہتا ہے کہ ہم کو بتایا گیا ہے کہ ہر نیکی کا عوض دس گناہ ہے بس آدھم پانچ گناہوں کو پانچ نیکیوں سے مٹا دیں اور باقی پانچ نیکیاں اس کی لکھ لیں اس وقت شیطان چیختا ہے اور کہتا ہے کہ میں انسان پر کس طرح غالب آسکتا ہوں! میں جتنی کوشش اور محنت کرتا ہوں اس کی ایک نیکی میری تمام کوششوں کو بے اثر کر دیتی ہے۔ یہ تمام احادیث شریفہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہیں: وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے چار ہزار سال پہلے عرش کے گرد لکھ دیا گیا تھا: وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝ نیز احادیث مذکورہ اس حکم الہی کے عین مطابق ہیں۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْخِلُ فِيْهَا الْبِرَّ ذٰلِكَ ذِکْرُیْ لِلَّذِیْ اٰکِرُ بِہٖ ۝

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بندہ جب توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو باری تعالیٰ کو لانا کا بین کو اس بندے کے لئے گناہ فراموش کر دیتا ہے اور بندہ کے وہ اعضا

مزید احادیث

جن سے گناہ کئے اور وہ زمین جہاں اس نے گناہ کئے، وہ آسمان جس کے پیچھے اس نے گناہ کئے سب فراموش کرادی جاتی ہیں (اعضاء زمین اور آسمان سب فراموش کر دیتے ہیں) اسی طرح قیامت کے دن جب وہ بندہ آئے گا تو اس کے گناہوں پر کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا اور نہ اس پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا" ایک روایت میں اس حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے "اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے اور توبہ کرے" حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص تین بار استغفر اللہ العظیم الذی لا اله الا هو الحی القيوم را توب الیہ، پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ وہ مقدار میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ یہ بھی حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی قیامت کے دن اپنے اعمال نامہ میں اول گناہوں کو مندرج اور آخر میں نیکیوں کو درج پائے گا لیکن جب دوبارہ اعمال نامہ کے آغاز پر نظر ڈالے گا تو اس کو سب نیکیاں ہی نیکیاں تحریر نظر آئیں گی۔ آیت کریمہ فَاذْكُرْ لِلّٰهِ يَوْمَ تَبَدَّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ (یہ وہ لوگ ہی ہوں گے کہ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا) کے بھی معنی ہیں اور یہ اس توبہ کرنے والے کے حق میں ہے جس کا خاتمہ انابت اور توبہ پر ہوا ہو۔

بعض اکابرین سلف کا قول ہے کہ بندہ جب گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کے تمام گزشتہ گناہ نیکیوں سے بدل جاتے ہیں، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن کچھ لوگ تمنا کریں گے کہ ان کے گناہ زیادہ ہوتے، حضرت ابن مسعود نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے گناہ چاہے گا نیکیوں سے بدل دے گا۔ حضرت حسن بصریؒ نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور والا نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جب کوئی گناہ کرتا ہے تو زمین سے آسمان تک فضا گناہوں سے پُر ہو جاتی ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اسی لئے حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو سطح زمین کو گناہوں سے بھر کر مجھ سے ملے گا تو میں اس کے برابر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔"

ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کوئی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک فاسق کے گھر میں بہت سے ادبаш جمع تھے اور شراب پی جا رہی تھی۔ ان لوگوں میں ایک گانے والا بھی تھا جس کا نام زادان تھا وہ بربط پر عمدہ آواز سے گارہا تھا، حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سُن کر فرمایا، کیسی اچھی آواز ہے، کاش یہ قرآن کی تلاوت کرتا تو کتنا اچھا ہوتا پھر آپ اپنی چادر سر پر ڈال کر آگے بڑھ گئے، زادان نے آپ کی آواز سُن لی، لوگوں سے پوچھا یہ کون صاحب تھے لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ کے صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہیں زادان نے کھایا کیا فرما رہے تھے لوگوں نے کہا کہ وہ کہہ گئے ہیں "کتنی اچھی آواز ہے کاش گانے کے بجائے قرآن کی تلاوت کی جاتی تو کتنا اچھا ہوتا" یہ سنتے ہی زادان کے دل پر مہیبت طاری ہو گئی فوراً اٹھ کھڑا ہوا، بربط کو زمین پر مار کر توڑ ڈالا اور دوڑتا ہوا حضرت تک پہنچا اور گلے میں چادر ڈال کر (خطا کار کی شکل بنا کر) رونے لگا آپ نے زادان کو گلے لگایا اور اس کے ساتھ خود بھی رونے لگے اور فرمایا "میں کیسے اس سے محبت نہ کروں جس

ہ میں اس اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ زندہ اور ہمیشہ رہنے والا ہے میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

سے اللہ کو محبت ہے، اس کے بعد زادن نے برہنہ بجانے اور گانے سے توبہ کر لی اور حضرت ابن مسعود کی خدمت میں پہنچے لگا یہاں تک کہ قرآن پاک پڑھ لیا اور اتنا علم حاصل کیا کہ علم دین کا امام بن گیا چنانچہ زادن نے بہت سی حدیثیں حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت سلمان فارسی سے روایت کی ہیں۔

اسراہیلی روایات میں آیا ہے کہ ایک زبڈی گانے کا پیشہ کرتی تھی لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے فتنہ میں ڈال رکھا تھا، اس کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور وہ خود کھلے دروازے کے پاس تخت پر بیٹھا کرتی تھی، جو شخص ادھر سے گزرتا اور اس کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا مگر اس کے پاس آنے کی اجازت اس وقت ملتی جب اس دینار یا اس سے زیادہ رقم پیش کرتا۔ ایک روز کوئی اسرائیلی زاہد ادھر سے گزرا اچانک اس عابد کی نظر اس فاحشہ عورت پر پڑی وہ عابد بھی اسے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا لیکن عابد نے اپنے نفس سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ اس گناہ کی خواہش اس کے دل سے دور کرے وہ برابر اپنے دل کو قابو میں کئے رہا مگر آخر کار دل بے قابو ہو گیا یہاں تک کہ اس کے پاس جس قدر مال و متاع تھا وہ سب اس نے فروخت کر دیا اور جس قدر دنیا رول کی ضرورت تھی جمع کر کے اس فاحشہ عورت کے دروازے پر آیا، فاحشہ نے عابد سے کہا کہ دینار اس کے وکیل کے سپرد کرے پھر اس کے پاس آئے، عابد نے اس کے کہنے کے مطابق کیا، وہ اس کے سامنے تخت پر بنی سنوڑی بیٹھی تھی عابد دینار دے کر اس کے پاس بیٹھ گیا جب عابد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے لطف اندوز ہونے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سابقہ عبادت کی برکت اور اپنی رحمت سے اس کو اس طرح بچا لیا کہ عابد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے اس کی اس ناگفتنی حالت کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس فعل حرام میں مصروف ہے، ہائے ہائے میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے پس اسی وقت عابد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور وہ سارے بدن سے کانپنے لگا اور اس کا رنگ فق ہو گیا، بدکار عورت نے اس کا اڑا رنگ دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عابد نے کہا میں اپنے رب سے ڈر رہا ہوں، مجھے واپس جانے دو عورت نے کہا تم بھی خوب ہو! سینکڑوں لوگ تو میری آرزو کرتے ہیں کہ مجھے پالیں اور تم میری محبت سے منہ موڑ رہے ہو عابد نے کہا میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں رہا وہ مال جو میں نے تم کو دیا ہے وہ مجھے واپس نہیں چاہیے وہ تمھارے لئے حلال ہے۔ وہ تم ہی لے لو اور مجھے جانے دو، فاحشہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تم نے اب سے پہلے یہ لطف (صحبت) نہیں اٹھایا ہے! عابد نے کہا ہاں!! پھر فاحشہ نے اس کا نام اور پتہ دریافت کیا، عابد نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتا دیا اس کے بعد عورت نے اس کو جانے کی اجازت دیدی، عابد افتال و خیزاں اپنی حالت پر گریہ کنان وہاں سے واپس آیا، اس کے بعد عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی اللہ کا خوف پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگی، اس شخص کا تو یہ پہلا گناہ تھا اور اس کے دل میں اللہ کا اس قدر خوف پیدا ہوا، میں تو اتنی برسوں سے یہ گناہ کر رہی ہوں اور میرا رب بھی وہی ہے جو اس شخص (عابد) کا ہے، ڈرنا تو مجھے چاہئے تھا، اس کے بعد فاحشہ عورت نے اپنا دروازہ لوگوں پر بند کر دیا، شریفانہ لباس پہن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئی۔ ایک دن اس عورت نے سوچا کہ اب اسے اس عابد کے پاس چلنا چاہیے کیا تعجب کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے! اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنے دین کی باتیں اس سے سیکھ لوں گی اور وہ اللہ کی عبادت میں میرا مدد و معاون ہوگا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اپنے ساتھ لیا اور عابد کے بتائے ہوئے پتہ پر

یہ پہنچ کر عابد کے متعلق لوگوں سے پوچھا، لوگوں نے عابد کو بتایا کہ ایک عورت اتنی ہے اور آپ کو دریافت کر رہی ہے، عابد اٹھ کر اس عورت کے پاس پہنچا تو عورت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا تاکہ عابد اس کو پہچان لے، عابد نے اس کو پہچان لیا اور اسی کے ساتھ اس کو اپنا گناہ بھی یاد آگیا، ایک چیخ ماری اور گم پڑا کرتے ہی اس کی روح نفسِ عمری سے پرداز کر گئی، اب تو وہ عورت بہت گھبرائی اور بہت کڑھی اور کہنے لگی میں نے جس کے لئے گھر چھوڑا وہ خود ہی دنیا چھوڑ کر چلا گیا، اس نے لوگوں سے پوچھا کیا اسکے رشتہ داروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے شادی کر لے، لوگوں نے بتایا کہ عابد کا ایک نیک اور صالح بھائی ہے لیکن وہ مفلس اور تنگ دست ہے عورت نے کہا کچھ مضائقہ نہیں میرے پاس کافی مال موجود ہے چنانچہ عابد کے بھائی نے اس عورت سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد اس صالح عورت کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو سارے کے سارے بنی اسرائیل کے بنی ہوئے۔ ۷۷۷

صدق و طاعت کا اثر | تم نے صدق و طاعت اور حسن نیت کی برکت دیکھی، حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے زادان کو کس طرح ہدایت بخشی چونکہ حضرت عبداللہ خود صادق اور نیک دل تھے اس لئے ان کی بات نے زادان پر یہ اثر کیا، لہذا تم اس وقت تک کسی بدکار کو نیک نہیں بنا سکتے جب تک تم اپنی ذات میں خود نیک نہ بنو اور رب کا خوف تمھارے دل میں نہ ہو، اگر تم غفلت ہو اور اپنی حرکات و سکنات میں ریاکار نہیں ہو، ہر حال میں اللہ کو واحد یکتا سمجھو گے تو تم کو نیکی کی توفیق اور زبان ملے گی اور اللہ تعالیٰ تمھاری راہِ راست پر زیادہ رہنمائی فرمائے گا اور تمھارے باعث (دوسرے کی) برائی بجز کسی تکلیف کے زائل ہو جائے گی اور موجودہ زمانے کی طرح نیکی برائی کی صورت میں رونما نہیں ہوگی اس زمانہ میں تو اگر کوئی کسی ایک برائی کو رد کرنے کی کوشش کرتا ہے تو لوگ اس کے درپے آزاد ہو جاتے ہیں اور فسادِ عظیم برپا کر کے روکنے والے کو گالیاں دیتے ہیں، اس پر زمانہ کی ہمت لگاتے ہیں اور مار دھاڑ کرتے ہیں۔ اس کو لوٹ لیتے ہیں غرضیکہ طرح طرح سے اس کو ستاتے ہیں یہ ساری برائیاں اس لئے ہیں کہ ان کے ایمان و یقین میں نقص ہے اور ان کے اندر صدق کی کمی ہے کیونکہ وہ اپنی خواہشات سے مغلوب ہیں اور ساری برائیاں ان میں موجود ہیں، پس ان برائیوں کے دور کرنے کا فرض ان پر عائد ہوتا ہے لیکن وہ کیسے یہ فرض ادا کریں کہ ان کے نفوس تو بڑے بڑے مشغول ہیں بکے ہوئے ہیں وہ دوسروں کو تو برائی سے منع کرتے ہیں مگر ان پر جو فرض عین ہے اس کو چھوڑ کر فرض کفایہ میں مصروف ہیں، وہ اپنے فرض کو چھوڑ کر ایسی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں جو ان کے لئے موزوں نہیں ہیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی اس میں ہے کہ جو چیز اس کے لائق نہ ہو اس کو ترک کر دے اگر وہ چاہتا ہے کہ دوسرے جلد برائی کو ترک کر دیں تو خود اس پر لازم ہے کہ پہلے وہ اپنے سے اس برائی کو دور کرے اور اپنے آپ کو نصیحت کر کے اس سے بچا رہے اور تمام گناہوں کو چھوڑ دے خواہ وہ ظاہری گناہ ہوں یا باطنی، جب وہ خود ان گناہوں سے پاک صاف ہو جائے اس وقت دوسروں کی (اصلاح کی) طرف متوجہ ہو۔ اور حسن تدبیر کے ساتھ ان سے برائیوں کو دور کرے جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ زادان کی برائی زائل ہوئی، بنی اسرائیل کے عابد کی عبادت اور اس کے اخلاص اور صدق دلی پر غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے گناہ کبیرہ اور بدکاری کے ارتکاب سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ (واقعہ یوں ہی ہوتا ہے کہ ہم اس کو برائی

اور بے حیائی سے روکیں یقیناً وہ ہمارے مجلس بندوں میں سے تھا) چونکہ سابقہ آیام میں خلوتوں اور تنہائیوں میں ان کے اندر خلوص سجائی اور حسن طاعت تھا اس لئے اللہ کی مدد ان کے اور اس فاحشہ عورت کے درمیان حائل ہو گئی، اس پر بھی غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عابد کی بددلت اس بدکار عورت کو (بدکاری سے) کس طرح نجات دی اور پھر کس طرح عابد کی برکت سے عابد کے بھائی کو کیا کچھ میسر آگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مفلسی اور تکلیف (عسرت) کو دور ہی نہیں کیا بلکہ ایک حسین ترین بیوی بھی اسے عطا فرمادی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح رزق دیا اور اس طرح غنی کیا کہ وہ اس کا سان و گمان بھی نہیں کر سکتا تھا پھر اسے سات بیویوں کا باپ اور اس عورت کو ان کی ماں بنایا۔

خلاصہ یہ کہ تمام بھلائیوں اللہ تعالیٰ کی طاعت، فرمانبرداری میں ہیں اور تمام برائیاں اس کی نافرمانی اور معصیت میں لہذا تم کو کسی حالت میں بھی معصیت شعار نہیں بننا چاہیے، اگر ہم عصیاں کو شش ہوئے تو نہ ہم ہوں گے اور نہ عصیاں رہیں گے!

توبہ کی شناخت

توبہ کرنے والے کی توبہ کی شناخت چار باتوں سے ہوتی ہے: اول زبان کو بہودہ باتوں، غیبت، چغل خواری اور جھوٹ سے روک لئے دوم: اپنے دل میں کسی کی طرف سے حد اور دشمنی نہ رکھے، سوم: ہر لوگوں سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ برائی کی طرف اس کو راغب کرینگے اس طرح توبہ کی بختی میں فتور ڈالیں گے اور اس کی توبہ لوٹ جائے گی۔ ان باتوں کو اپناتا رہے جن سے توبہ میں بختی آتی ہے اور ان باتوں سے پرہیز کرے جن سے توبہ میں لچک پیدا ہوتی ہے لہذا امید، قوت اور قلبی ارادے کو مضبوط کرے کیونکہ اس طرح اس میں قوت اور لولہ پیدا ہوگا اور یہ ارادہ توبہ کو برقرار رکھنے کا محرک ہوگا، پس ممنوعات شرعیہ سے دور رہے اور نفسِ آمارہ کو خواہشوں کی تکمیل سے باز رکھے اور اس کو روکے رہے تاکہ وہ دوبارہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ چہارم: بندہ (توبہ کرنے والا) خود کو ان کاموں سے الگ رکھے جس کا ذمہ خود حق تعالیٰ نے لیا ہے مثلاً رزق وغیرہ اور ان کاموں میں (اطاعت و بندگی) میں مصروف ہو جائے جس کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جب تم کسی توبہ کرنے والے میں یہ علامتیں موجود پاؤ تو جان لو کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (توبہ کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے)۔

ابھی طرح توبہ قبول کرنے والے (حق تعالیٰ) کی طرف سے چار باتیں دوسرے لوگوں کے ذمہ ہیں اول یہ کہ لوگوں کو چاہیے کہ ایسے شخص سے محبت کریں کیونکہ اس بندے نے اللہ سے محبت کرنا شروع کر دی ہے دوم: لوگ اپنی دعاؤں کے ذریعے اس کی توبہ کی حفاظت کریں اور کہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ پر قائم رکھے۔ سوم: لوگ اس کو اس کے گزشتہ (سابقہ) گناہوں پر ملامت نہ کریں۔ طعن نہ دیں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مومن کو توبہ کرنے والے کو اس کی برائی (گناہ) کے ساتھ ملامت کی تو وہ برائی اس مومن کے لئے کفارہ بن جائے گی۔

اور اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو برائی کرنے والے کو اس برائی میں مبتلا کر دے گا۔

اگر جو شخص کسی مسلمان کے کسی گزے ہوئے گناہ سے اس پر طعنہ زن ہو تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک وہ خود اس جرم کا ارتکاب نہ کر لے اور اس کے باعث رسوائہ ہو، اس لئے کہ کوئی مومن ارتکاب گناہ کا ارادہ نہیں کرتا۔ اپنے دل سے قصد گناہ کرتا ہے یہ گناہ کو دین کا جزد سمجھتا ہے کہ اسے دینداری کے طور پر کرتا ہو صرف شیطان کی فریب دہی، جوش شہوت اور نفسانی شوق کی فساداتی، غفلت اور فریب خوردگی کی وجہ سے اس سے گناہ واقع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَكَثَرُوا الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ اور اللہ نے کفر، فسق اور نافرمانی کو تمھارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اہل ایمان کے نزدیک معصیت انتہائی ناگوار چیز ہے اس لئے مومن جب توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اس کو توبہ کردہ گناہ یاد دلا کر شرمندہ کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لئے دعا کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ پر اس کو قائل رکھے اور اس کو توفیق دے اور اس کی حفاظت فرمائے۔ چہارم: لوگوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ بلیغیں اٹھیں اس سے بات چیت کریں۔ اس کے مدد و معاون ہوں اور اس کی عزت کریں۔

توبہ کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ چار باتوں سے سربلند و معزز فرماتا ہے (۱) گناہوں سے اس کو اس طرح نکال لیتا ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا، (۲) اللہ تعالیٰ اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے۔ (۳) شیطان اس پر غالب نہیں ہوتا۔ (۴) دنیا سے رخصت ہونے سے قبل اس کو خون سے امن و امان بخشتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تَنْزِيلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَأَ بِكَ أَنْ لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اَبْسِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوْعَدُونَ اور نہ حزن و ملال! تم کو اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے

توبہ کے بارے میں

مشائخ طریقت کے اقوال

توبہ کے درجے | شیخ طریقت ابوعلی دقانیؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے تین درجے ہیں (۱) توبہ (۲) انابت (۳) اُوبت، توبہ ابتدائی درجہ ہے، درمیانی درجہ انابت ہے اور آخری یا انتہائی درجہ اُوبت ہے۔ جس نے عذاب الہی کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے، جس نے توبہ کی خاطر یا عذاب سے بچنے کے لئے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، توبہ کی امید اور عذاب کے اندیش سے نہیں وہ صاحب اُوبت ہے۔ مشائخ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ توبہ عام اہل ایمان کی سنت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے ایمان والو! اللہ سے توبہ کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ!)

انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ (اللہ کی طرف) متوجہ ہو نیوالے دل کے ساتھ آیا ہے۔ اذبت انبیاء مرسلین علیہم السلام کی صفت ہے ارشاد باری ہے: لَنِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ کتنا اچھا بندہ ہے کیونکہ وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہے۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے: (۱) گناہ پر پشیمانی۔ (۲) جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا ہے اس کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔ (۳) حقوق انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا کہ توبہ نام ہے آئندہ گناہ کو ترک کر دینے کا (آئندہ گناہ نہ کرنے کا) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے حارثؒ کو یہ کہتے سنا کہ میں کبھی اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ التَّوْبَةَ نہیں کہتا بلکہ کہتا ہوں اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ شَفْعَ التَّوْبَةِ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے توبہ کی آرزو طلب کرتا ہوں)۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سری سقطیؒ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کا رنگ پریدہ پایا میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اس کو بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو بھولے، وہ جوان مجھ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ توبہ تو یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھلا دے، میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو توبہ کے یہی معنی ہیں جو اس جوان نے بتائے ہیں۔ حضرت سری سقطیؒ نے پوچھا کیوں یہ معنی کیونکر ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جب میں رنج و الم کے عالم میں ہوتا ہوں تو وہ مجھے آرام و راحت کی حالت میں لے جاتا ہے اور آرام و راحت کی حالت میں رنج و الم نو یاد کرنا ظلم ہے یہ سنکر وہ خاموش ہو گئے۔

توبہ کے مزید معنی حضرت سہل بن عبد اللہؒ نے فرمایا توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو بھولے! حضرت جنید بغدادیؒ نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھول جاؤ، حضرت ابو نصر سراجؒ نے مذکورہ بالا (دونوں متضاد) قولوں کی تشریح کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہلؒ کے قول میں مریدوں اور ان دوسرے لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کبھی تو اپنے نفع کے سلسلے میں سوچتے ہیں اور کبھی نقصان پر افسوس کرتے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ نے محققین کی توبہ کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ جب محققین کے دلوں پر غنیمت الہی کا طبع ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں اس لئے وہ اپنے گناہوں کو یاد ہی نہیں کر پاتے، حضرت جنیدؒ کا یہ قول حضرت رُویمؒ کے قول کے مانند ہے کہ جب ان سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ توبہ کی یاد سے توبہ کرنا چاہیے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے! حضرت ابو الحسن لوزیؒ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے توبہ کی جائے! حضرت عبد اللہ بن محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ ایک توبہ کرنے والا تو ایسی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے اور ایک توبہ کرنے والا نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے ظاہر ہے کہ ان تینوں میں کتنا عظیم فسق ہے۔

حضرت ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا کہ خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ توبہ

کے بعد اس کی شام کیسی گزری اور صبح کیسی ہوئی! حضرت یحییٰ بن معاذ رازی نے مناجات میں کہا: الہی! میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے توبہ کی ہے نہ یہ کہتا ہوں کہ اب ایسا نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں اپنی سرشت کو پہچانتا ہوں اور نہ میں اس کی صفات دے سکتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی کمزوریوں کو جانتا ہوں۔ پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا کہ نہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مر جاؤں۔

حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی وسعت و وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے یہاں تک کہ تیرے لئے فرار کی راہ باقی نہ رہے اس کے بعد تیری جان تجھ پر تنگ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ه
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ
لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ه

فراخ ہونے کے باوجود زمین ان پر تنگ ہو گئی.....
اور ان کی جانیں ان پر تنگ ہو گئیں اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ کے
سوا اور کوئی ذریعہ اللہ سے بچاؤ کا نہیں ہے پھر اللہ نے ان کی
طرف توبہ فرمائی تاکہ وہ (اسی کی طرف) لوٹ آئیں۔

ابن عطاء نے فرمایا کہ توبہ دو طرح کی ہے توبہ امانت اور توبہ استیجاب۔ توبہ امانت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے۔ توبہ استیجاب یہ ہے کہ بندہ خداوند تعالیٰ کے لطف و کرم سے حیا کرے ہوئے توبہ کرے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی کے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ، توبہ سے پہلے کے ستر گناہوں سے بدتر ہے۔
حضرت ابو عمر انطاکی نے فرمایا کہ علی بن عیسیٰؒ وزیر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔ عوام پوچھنے لگے کہ یہ کون شخص ہے؟ سر راہ کھڑی ہوئی ایک ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے؟ یہ ایک بندہ ہے جو خدا کی نظروں سے گر گیا ہے اور خدا نے اس کو (دنیا) میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم اسے دیکھ رہے ہو، ضعیفہ کی یہ بات علی بن عیسیٰ نے سن لی۔ گھر واپس جا کر انھوں نے وزارت سے استعفا دے دیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے!!

باب ۱۱

آیت، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ

(اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے)

کی تشریح و تفسیر

علمائے ربانی نے تقویٰ کے معنی اور متقی کی حقیقت کے بارے میں اختلاف کیا ہے (علمائے احوال مختلف ہیں) رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مکمل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے متقی ہر وہ شخص ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت عمرانؓ خطاب بنی اللہ نے حضرت کعبؓ حیاؓ سے فرمایا مجھے تقویٰ کے بارے میں کچھ بتاؤ تو انھوں نے فرمایا کیا آپ کبھی خاردار راہ سے گزرے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! حضرت کعبؓ نے فرمایا اس وقت آپ اس راہ سے کیسے گزرے؟ آپ نے فرمایا دامن سمیٹے ہوئے گزرا ہوں! حضرت کعبؓ نے کہا کہ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ ایک شاعر نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے: کہتا ہے!

خَلَّ الذَّنُوبَ صَغِيرَهَا وَكَبِيرَهَا فَهَوَّ الشَّقَىٰ

چھوٹے گناہوں کو وہ چھوٹے ہوں یا بڑے... اسی کا نام تقویٰ ہے

وَصُنِّعَ كِبَاشٍ فَوْقَ أَمْرٍ

چلنے والا جس طرح احتیاط رکھتا ہے زمین کے کانٹوں سے جو اس کو نظر آتے ہیں

لَا تَحْقِرَنَّ... صَغِيرَةً

کسی چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا کہ دن کو روزہ رکھنا، رات کو نمازیں پڑھنا اور ان کے درمیان گڑبڑ کرنا۔

(انسان کا مال کا ارتکاب) تقویٰ نہیں ہے، تقویٰ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے بچے اور جو فرض کیا ہے اس پر عمل کرے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ تجھے جو رزق عطا فرمائے وہ خیر ہی خیر ہے۔

منقول ہے کہ طلق بن حبيبؓ سے دریافت کیا گیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ اس کی تعریف بیان فرمائیے تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ

کی دی ہوئی روشنی میں ثواب کی امید پر اللہ سے شرم کرتے ہوئے احکام الہی کی طاعت اور ان پر عمل کرنا تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے نوز کے مطابق اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے معصیت کو ترک کر دنیا تقویٰ ہے بکر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کھانا حرام اور مشتبہ سے پاک نہ ہو اور وہ غضب سے بچنے کی کوشش نہ کرے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے فرمایا متقی کو لکام دی گئی ہے جس طرح حرم میں احرام باندھنے والے کو (یعنی جس طرح محرم پر بہت سی حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں اسی طرح متقی کے لئے بہت سی چیزوں سے بچنا ضروری ہے، حضرت شہر بن مؤثب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو ایسے کام کو چھوڑ دے جس کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہ ہو اور اس کا ترک اس خوف سے ہو کہ وہ کسی خطر والے کام میں نہ پڑ جائے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور فضیل رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے حضرت سری سقطیؒ کا سلام | وہ چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرنا ہے کیونکہ متقی وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے دل میں زیادہ وسعت رکھتا ہے (اسی طرح جس طرح اپنے لئے) تمہیں معلوم ہے میرے استاد محترم سری سقطیؒ کو ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک روز کسی دوست نے آپ کو سلام کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دیدیا لیکن آپ تیوری چڑھائے رہے اور شگفتہ روی کا اظہار نہیں ہوا، میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کو سلام کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے تو دونوں پر سورحمۃ تقسیم کی جاتی ہیں، تو اے اس شخص کو ملتی ہیں جو زیادہ شگفتہ رو ہوتا ہے اور دس دوسرے کو دی جاتی ہیں میں چیں بجیں اس لئے رہا کہ یہ نوے رحمۃیں اس کو مل جائیں۔

حضرت محمد بن علی ترمذیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جس سے جھگڑا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا متقی وہ ہے جو اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت شبلیؒ نے کہا کہ متقی وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے۔ ناطق صادقؒ نے فرمایا: آگاہ رہو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ محمد بن حنیفؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے دور کرے اس سے کنارہ کش ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ قاسم بن قاسمؒ نے فرمایا: آداب شریعت کی محافظت کا نام تقویٰ ہے۔ حضرت ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفتوں سے بچے، ابو یزیدؒ نے فرمایا تمام شہوں سے بچنے کا نام تقویٰ ہے، نیز فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تو کہے خدا کے لئے کہے اور جب خاموش ہے تو خدا کے لئے خاموش ہے اور جب ذکر کرے تو اللہ کا ذکر کرے؛

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اس وقت تک متقیوں میں سے ہرگز نہیں دشمن بھی محفوظ رہیں | ہو سکتا جب تک اس کے دشمن اس سے اس طرح امن و امان میں نہ ہو جائیں جیسے اس کے دوست! حضرت سہلؒ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو اپنے وجود کی طاقت اور قوت سے بے پروا ہو جائے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس جگہ نہ دیکھے جس جگہ کے لئے تجھے منع کیا گیا ہے اور اس جگہ تو غیر موجود ہو جہاں موجود ہونے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ ایک قول ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہنا گیا ہے کہ غفلتوں سے دل کو، خواہشات سے نفس کو، لذتوں سے حلق کو اور بُری باتوں سے اعضا کو بچانا اور محفوظ رکھنا

تقویٰ ہے اس وقت یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ زمین و آسمان کے مالک تک تیری رسائی ہو جائے۔ حضرت ابو القاسم فرماتے ہیں کہ حسن خلق، تقویٰ ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ مرد کا تقویٰ تین چیزوں سے معلوم ہوتا ہے ۱۔ جو چیز اسے نہ ملے نہ اس تک پہنچے اس پر توکل، ۲۔ جو چیز مل گئی ہے اس پر رضا مندی، ۳۔ جو چیز جانی دہی اس پر خوبصورتی کے ساتھ صبر۔
کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات کا تابع نہیں وہی متقی ہے۔ مالک نے کہا کہ مجھ سے وہ بے گناہان نے کہا کہ مہینہ کے کسی فقیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ اہل تقویٰ کی چند علامتیں ہوتی ہیں ان کے ذریعہ ان کی شناخت کی جاتی ہے ”مصیبت پر صبر، حکم الہی پر راضی، نعمتوں پر شکر، احکام الہی کی اطاعت اور سیرا برداری کرتے ہیں۔

نفس سے حساب نہیں
تقویٰ ہے !!
میسگون بن ہران کہتے ہیں کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے نفس سے اس سے بھی زیادہ حساب نہیں نہ کرے جس طرح ایک نخل شریک تجارت اپنے شریک سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ اپنے دیوان سے۔

حضرت ابو تراب نے فرمایا، منزل تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو ان کو عبور نہیں کرے گا منزل تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا: (۱) نعمت پر فقر کو ترجیح (۲) بقدر کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح (۳) دولت کو عزت پر ترجیح (۴) رنج کو راحت پر ترجیح (۵) موت کو زندگی پر ترجیح دینا۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ آدمی جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے کہ اس کی دلی آرزوؤں اور خواہشات کو طشت میں رکھ کر بازار میں پھرنے کے لئے کہا جائے تو اس کو جھجک محسوس نہ ہو کیونکہ اس کے خیالات اور آرزوئیں خلاف تقویٰ نہیں ہونگی، اس وقت وہ تقویٰ کی چوٹی پر پہنچ سکتا ہے ورنہ اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن طرح تم اپنا ظاہر مخلوق کے لئے آراستہ کرتے ہو اسی طرح اپنا باطن حق تعالیٰ کے لئے آراستہ کرو۔ یہی تقویٰ ہے۔
حضرت ابو ذر وارضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

يُؤَيِّدُ الْعَبْدُ أَنْ يُعْطِيَ مَنَاءً
بِئْزِهِ يَاجْتَابِيهِ كَمَا هُوَ حَاصِلٌ هُوَ جَا
يَقُولُ اطْرُقْ فَاثِدَلِي وَمَا لِي

بندہ کہتا ہے کہ یہ میرا فائدہ ہے یہ میرا مال ہے حالانکہ وہ جن سے نفع اندوز ہونا چاہتا ان تقویٰ بہتر ہے

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ ہدایت فرمائیے، آپ نے ارشاد فرمایا! خدا سے ڈرتے رہو، یہ تمام بھلائیوں کا مجموعہ ہے، جہاد کے پابند رہو یہ اسلام کی (جائز) رہبانیت ہے، خدا کی یاد پابندی سے کرو یہ تمھارے لئے روشنی ہے۔

ابی ہریرہ بن ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس سے سنا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ”کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی آل کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہر مومن منقی میری آل ہے۔ الغرض تقویٰ ہم خوبیوں کا مجموعہ ہے اور تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی فراموشداری کے ساتھ ساتھ اس کے عذاب سے بچا رہے، عرب

کا محاورہ ہے اتقی فلان بتوسلہ فلاں شخص نے اپنی ڈھال سے پناہ لی۔ تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا، اس کے بعد معاصی و۔۔۔
سینیات سے بچنا پھر شہادت سے بچنا اور اس کے بعد فضول اور بیکار باتوں کو ترک کر دینا ہے۔ اَتَّقُوا اللہَ حَقَّ تَقَاتِهِ،
(اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے) کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد کیا جائے۔
فراموش نہ کیا جائے اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

حضرت سہیل بن عبد اللہ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے، رسول اللہ کے سوا کوئی دلیل و رہنما نہیں،
تقویٰ کے سوا کوئی توشہ نہیں اور صبر کرنے کے سوا کوئی عمل نہیں۔ کافی نے فرمایا: ”نیا کو مصیبتوں پر تقسیم کیا گیا ہے اور جنت
کو تقویٰ پر جو شخص اپنے اور اللہ کے مابین تقویٰ اور مراقبہ کو کام میں نہ لائے وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔
نصر آبادی نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ماسوا اللہ سے بچے (اللہ کے سوا ہر چیز سے گریز کرے) سہیلؒ فرماتے ہیں کہ
جو چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو جائے اس کو چاہیے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے اور یہی قول ہے نصر آبادیؒ کا کہ جس نے
تقویٰ کو اختیار کر لیا وہ دنیا کو چھوڑنے کا مشتاق بن گیا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ
يَتَّقُونَ ہ بیشک آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لئے بہتر ہے۔

بعض مشائخ عظام نے فرمایا کہ جس کا تقویٰ درست ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل سے دنیا کی کنارہ کشی کو سہل و آسان
بنا دیتا ہے۔ حضرت عبداللہؒ و دوباری فرماتے ہیں کہ تقویٰ ہر اس چیز کے ترک کر دینے کا نام ہے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی
ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ جو اپنے ظاہر کو مخالف شرع باتوں سے اور اپنے باطن کو خدا سے غافل رکھنے والی باتوں
سے آلودہ نہ کرے، موقف الاتفاق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ابن عظیمہؒ نے فرمایا متقی کے لئے ظاہر بھی ہے اور
باطن بھی اس کا ظاہر حدود شرعی کی محافظت ہے اور اس کا باطن حسن نیت اور اخلاص ہے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا
کہ زندگی اسی کی ہے جو ایسے مردان خدا کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کے آرزو مند ہوں اور اللہ کے ذکر میں خوشحال ہوں۔
ابو حفصؒ نے فرمایا پرہیز حلال محض کو اختیار کرنے میں بے کسی دوسری چیز میں نہیں ہے۔ حضرت ابوالحسن زنجانیؒ نے فرمایا
جس کا سرمایہ تقویٰ ہے اس کی تعریف سے زبانیں گنگ ہیں (اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی) واسطیؒ نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ اپنے تقویٰ
کی دید سے پرہیز کرے (ایسی صورت پیدا نہ کرے کہ اس کے تقویٰ کے اظہار کے مواقع پیدا ہوں اور اس کی نگاہوں سے گزریں
لوگ اس کے سامنے اس کے تقویٰ کی تعریف کریں)۔

مروی ہے کہ ابن سیرینؒ نے گھٹی کے پالیں کپتے خریدے ان کے غلام نے کسی کپتے سے چوہ نکالا! ابن سیرینؒ نے
غلام سے دریافت کیا کہ چوہ کس کپتے سے نکالا؟ غلام نے کہا مجھے یاد نہیں رہا تو آپ نے تمام کپتوں کا گھٹی پھینکوا دیا۔
بعض آثار سے منقول ہے کہ وہ اپنے مقرض کے درخت کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے
کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس قرض سے کچھ نفع حاصل ہو وہ سود ہے، منقول ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے
اپنے ایک فقیہ کے ساتھ جنگل میں کپڑے دھوئے، دھونے کے بعد ان کے ساتھی نے کہا کہ ان کپڑوں کو انگور کی باڑھ (انگور کی ٹٹی)
پر پھیلا دیں، آپ نے کہا ہم لوگوں کی دیوار میں مینج نہیں گاڑنے، ساتھی نے کہا اچھا درخت سے لٹکا دیں تو آپ نے فرمایا

نہیں اسی ٹبنیاں ٹوٹ جائیں گی، ساتھی نے کہا تو پھر آخر (مرچیا گند) گھاس پر پھیلا دیں تو آپ نے فرمایا یہ چوپالوں کا چارہ ہے ہم جانوروں سے اس کو نہیں چھپا سکتے (کپڑوں کے پھیلائے سے گھاس چھپ جائے گی) آخر کار آپ نے اپنی ہڈی پر کپڑے ڈال لئے اور سورج کی طرف ہڈی کر کے کھڑے ہو گئے، جب کپڑے ایک رخ سے سوکھ گئے تو ان کو الٹ دیا پھر دوسرا رخ بھی سوکھ گیا، اس طرح آپ نے کپڑے خشک کر لئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک رات مندر بیت المقدس کے نیچے ٹھہر گیا۔ کچھ رات گئے دو فرشتے اترے، ایک نے دوسرے سے کہا یہاں کون ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ابراہیم بن ادھمؒ، پہلے فرشتے نے کہا یہ وہی ابراہیم ادھمؒ ہے جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے، دوسرے نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہوئی۔ پہلے نے کہا ابراہیم نے بقرہ میں کچھ جھوٹے خریدے تھے، میوہ فروش کے چھوڑوں میں سے ایک چھوہارا (تول کے علاوہ) ان کے چھوہاروں میں گر گیا تھا (وہ انھوں نے رکھ لیا)۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی میں بصرہ واپس آیا، اسی دوکاندار سے چھوہارے خریدے۔ ایک چھوہارا دوکاندار کے چھوہاروں میں ڈال دیا اور پھر بیت المقدس لوٹ آیا اور مندر کے نیچے آکر سویا۔ کچھ رات گئے وہی دو فرشتے وہاں اترے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا یہاں کون ہے؟ دوسرے فرشتے نے جواب دیا ابراہیم ادھمؒ ہے، پہلے نے کہا یہ وہی شخص ہے جس نے پیچڑ کو اس کی جگہ واپس کر دیا (یعنی چھوہارا)، اور اس کا درجہ جو کم کر دیا تھا پھر بلند کر دیا گیا۔

کہا گیا ہے کہ تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے عوام کا تقویٰ ترک شریک ہے، خواص کا تقویٰ ترک معاہدے کے بعد خواہشات نفس کو ترک کر دینا اور ہر حال میں نفس کی مخالفت کرنا ہے، اولیاء خواص کا تقویٰ ہے ہر چیز میں اپنے ارادہ کا ترک کر دینا، نفلی عبادات کا خالص اللہ کے لئے بجالانا، اسباب سے وابستگی کو ختم کر دینا اور ماسویٰ اللہ کی طرف توجہ اور میلان سے کنارہ کش ہو جانا، حال و مقام کی پابندی کو ترک کر کے تکمیل فرائض کے ساتھ تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنا۔

انبیاء علیہم السلام کا تقویٰ یہ ہے کہ کوئی غیبیان سے غیب میں تجاوز نہیں کرتا (یعنی عالم غیب میں ہر غیبیان کی مذہبی کارہنما ہوتا ہے اور وحی پر ہر وقت ان کی نظر ہوتی ہے بس یہ تقویٰ میں اللہ (اللہ کی طرف سے) الی اللہ (اللہ کی طرف) ہوتا ہے اللہ ہی ان کو حکم دیتا ہے اور اللہ ہی منع فرماتا ہے، وہی ان کو توفیق عطا کرتا ہے اور ادب سکھاتا ہے، وہی ان کو پاکیزہ بناتا بنا دیتا ہے، وہی ان کو بیماری سے شفا دیتا ہے، وہی ان سے کلام اور گفتگو کرتا ہے وہی ان کو ہدایت دیتا اور رہنمائی فرماتا ہے۔ وہی ان کو برکت عطا کرتا ہے، وہی ان کو آگاہ کرتا ہے، وہی ان کو صاحب بصیرت بناتا ہے، عقل کو اس میں بحال نہیں رکھتا (حکمت کر کے)۔

انبیاء تمام انساؤں بلکہ فرشتوں سے بھی الگ ہوتے ہیں۔ البتہ ان امور میں جن کا تعلق امت اور عام مومنین کے جو ظاہری احکام اور واضح امور ہیں ان میں انبیاء عام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں ان باتوں کے علاوہ دوسرے امور میں وہ منفرد ہیں البتہ مخصوص اولیائے کرام اور عظیم المرتبت ابدالوں کو اس تقویٰ کا کچھ حصہ مل جاتا ہے، یہ حضرات تقویٰ کی اپنے الفاظ میں تعبیر نہیں کر سکتے ان امور کا ان سے ظہور ہوتا ہے، لوگوں کے فہم و ادراک اور حس سامعہ میں صرف وہی چیز آجاتی ہے۔ جو ان اولیاء کرام کی زبان پر آجائے پس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بغیر ارادہ، بیاختہ کوئی لفظ یا چند الفاظ ان کی زبان سے نکل جاتے ہیں بس فورا ہی ان کے اس جوش کو ساکن اور ان کے ہیجان کو ساکت کر دیا جاتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے وہ

اس سکوت و سکون کے بعد فوراً بیدار ہو جاتے ہیں اور اپنی زبانوں کو (بیان سے) روک لیتے ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے (یا وہ کہہ چکے ہیں) اس کی اللہ سے معافی مانگتے ہیں، عبارت کو بدل دیتے ہیں اور ادا شدہ الفاظ کو معقول طریقے پر درست کر لیتے ہیں اس طرح کہ معمول کے مطابق ان کا مفہوم پیدا ہو جائے۔

حصول تقویٰ

کی

ابتدائی صورت

تقویٰ کس طرح حاصل کیا جائے

حصول تقویٰ کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ سب سے پہلے ان مظالم کی معافی مانگے جو اس نے لوگوں پر کئے ہیں اور ان کے حقوق کے مطالبات سے عہدہ برا ہو جائے اس کے بعد صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے آزادی حاصل کرے اور اپنے دل کے گناہوں کو ترک کرنے میں مشغول ہو کہ دل کے گناہ ہی تمام گناہوں کی اصل بنیادیں

دل ہی سے دوسرے اعضاء میں گناہوں کی تحریک ہوتی ہے جیسے ریا و نفاق، عجب و تکبر، حرص و طمع، مخلوق سے امید جاہ و مرتبت اپنے ہم جنسوں پر تفوق و برتری کے گناہ (کہ ان کی جڑ دل ہی ہے) جن کی تفصیل بہت طویل ہے، ان تمام کو ترک کرنے کی طاقت خواہشات نفس کی مخالفت سے پیدا ہوتی ہے، (پس نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے تاکہ تمام قلبی گناہوں کو ترک کرنے کی طرف قدم بڑھا سکے۔)

اللہ تعالیٰ کے حکم کی موجودگی میں (اس کے حکم کے خلاف) کسی چیز کو پسند نہ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ اپنی کسی تدبیر کو کام میں لائے اور نہ اپنی تدبیر کو تدبیر الہی پر ترجیح دے، اپنے رزق میں کسی سبب اور وجہ کو تلاش نہ کرے خلق کے انتظام میں اللہ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرے، ہر چیز کو اللہ کے سپرد کرے اور اس کا مطیع و فرماں بردار بن جائے، اپنے آپ کو اس کے حوالے کرے اور اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ایسا بن جائے جیسے ایک شیر خواہ پھر اپنی آگے (دودھ کھائی) کی گود میں ہوتا ہے، جیسے مردہ غسل کے ہاتھ میں مسلوب لاختیار ہوتا ہے۔ بندوں کی نجات اور رستگاری صرف اسی طریقہ میں ہے۔

تقویٰ کا حصول

اگر کوئی یہ کہے کہ اس طریقہ کو کس طرح حاصل کیا جائے تو اس کو بتا دیا جائے کہ اس راستہ کے حصول کا مدار ہے، سچے دل سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا، سب سے الگ ہو کر اللہ کا ہو جانا اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اس کی طاعت و بندگی کی پابندی، اپنے آپ کو تقدیر الہی کے سپرد کر دینا، اس کے حدود کی حفاظت کرنا اور ہمیشہ اپنے حال کی نگہداشت کرنا۔

نجات

نجات کے بارے میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جس کو بھی نجات ملی اس کو بغیر اس کے نہیں ملی جب تک وہ صدق دل سے اللہ عزوجل کی پناہ میں نہ آجائے۔

مشائخ کے اقوال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ عَلَى الْبَلَاءِ الَّذِينَ خَلَقُوا حَتَّىٰ إِذَا أَصَابَتْ عَلَيْهِمُ الْأَمْْرُضُ بِمَا رَحِبَتْ وَ ضَا قَتْ عَلَيْهِمُ أَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ لَا مُجَاءَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ۚ

اللہ نے اپنی رحمت فرمائی ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی اپنی وسعت کے باوجود اور ان کے نفوس بھی ان پر تنگ ہو گئے (جہاں سے عاجز آ گئے) اور انھوں نے گمان کیا اس کے سوا کہ اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جائے اس سے بچنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔

حضرت ادریسؒ نے فرمایا کہ جس نے بھی نجات پائی وہ صدق و صفا کے بجز نہیں پائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ يُنَجِّی اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَغَارَةِ نَفْسِهِمْ ۚ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دیتا ہے۔

حضرت حریریؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص وعدہ پورا کئے بغیر ایفائے عہد کے بغیر نجات نہیں پاسکتا جس نے ایفائے وعدہ کا پاس کیا وہ نجات پاگیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ ذَكَرًا يُنْقِضُونَ أَيْمَانَهُ ۚ

حضرت عطاءؒ کا ارشاد ہے کہ جب تک حیا موجود نہ ہو کوئی نجات نہیں پاسکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَلَمْ يَعْلَمُوا بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۚ

بعض مشائخ عظامؒ فرماتے ہیں کہ بغیر حکم الہی اور قضاے سابق کے احوال اللہ کے علم میں پہلے سے ہی تھے کسی نجات پانے والے نے نجات نہیں پائی۔ اللہ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ ۚ (جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے) وہ دوزخ میں نہیں جائیں گے

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دنیا اور دنیا سے روگردانی کے بغیر کسی نجات پانے والے کو نجات ملتی نہیں آئی اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَقَدْ وَدَّعَ الْوَدَّ (دنیاوی زندگی تو نرا لہو و لعب ہے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کی محبت ہر گز نہ کی جڑے قرب الہی حاصل کرنے والوں کے لئے قرب کے حصول کا ذریعہ ادا لئے فرض سے زیادہ بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا، جب سے اللہ نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اس حدیث کی تشریح و تفسیر میں حضرت بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا مکروہ ہے اللہ تعالیٰ نے نگاہ رحمت سے اس کی طرف کبھی نہیں دیکھا یہ دنیا اللہ اور بندے کے درمیان بڑا حجاب ہے، یہ کھوٹے کھرے کا معیار (کسوٹی) ہے

جن کو دنیا سے لگاؤ ہوتا ہے وہ حق سبحانہ تعالیٰ کی مناجات میں لذت نہیں پاتے اس لئے کہ دنیا اللہ اور اس کی پسندیدہ چیزوں کی ضد ہے اور ضد کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔

توحید و طاعت اور

وعدہ و وعید

وعدہ و وعید | جس طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب کا وعدہ فرمایا اور عذاب سے ڈرایا ہے، جنت و راحتِ عقبیٰ کی رغبت دلائی ہے اور دوزخ سے ڈرایا ہے، اسی طرح مخلوق کو اپنی توحید اور طاعت کی طرف بلایا ہے پس اس نے ڈرایا، دھمکایا، متنبہ فرمایا تاکہ حجت پوری ہو جائے اور مخلوق کو کوئی عذر باقی نہ رہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

مُرْسَلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ

ہم نے پیغمبروں کو بھیجا جو لوگوں کو بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخ سے ڈراتے ہیں تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے۔

اور ایک دوسری آیت میں فرمایا:-

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَا هُمْ بَعْدَ آبٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَمْرُنَا سَلَّمْنَا إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِّن قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَىٰ ۚ

اگر اس سے قبل ہم ان کو عذاب سے ہلاک کر دیتے تو (قیامت کے دن) وہ کہتے کہ پروردگار تو نے ہمارے پاس پیغمبر کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیرا حکم سجالاتے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۚ (بغیر پیغمبر بھیجے ہم عذاب نہیں دیا کرتے) اور یہ بھی ارشاد فرمایا:- يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۚ

اے لوگو! بیشک تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور شفا اس کے لئے ہے جو سینوں میں ہے اور مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خوف دلانے اور عذاب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمایا:-

وَعِيدُ اللَّهِ | وَيَحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ ۚ

اللہ تم کو اپنے (ذاتی) عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:- وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ

جان لو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اس سے واقف ہے پس اس سے ڈرتے رہو۔

اور:- وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۚ

جان لو کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

اور فرمایا:- وَالْقَوْنِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۚ

اے دانشورو! مجھ سے ڈرو۔

اور بھی زیادہ واضح طور پر ارشاد فرمایا:-

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ارشاد فرمایا: ۱۔ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةُ ۝ اور ارشاد فرمایا: ۲۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا تَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلَاٌ ذُو جَانٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝

مزید فرمایا: ۳۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

۴۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَتُؤْتُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْ نَنْظُرَ نَفْسٌ مَّا قَدْ مَتَّ لِعِيقِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

اور ارشاد فرمایا: ۵۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ

وَالْحِجَارَةُ ۝

اسی سلسلہ میں مزید فرمایا گیا: ۱۔ فَحَسِبْتُمْ أَنْتُمْ خَلِقْنَاكُمْ ۝ غَيْثًا وَأَنْتُمْ لَا تَرْجَعُونَ ۝

۲۔ أَلَيْسَ لِلنَّاسِ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ۳۔ أَفَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوَأَمِّنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا مُضْحًى وَهُمْ يَنَظُّونَ ۝

اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف لوٹو گے پھر وہ نفس (جان) کو بدل دیگا۔ جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور اس دن سے ڈرو جو کبھی کسی کے کام نہ آئے گا اور اس سے بدلہ قبول کیا جائے گا اور کوئی سفارش اس کیلئے نفع بخش ہوگی۔ اے لوگو! اپنے اللہ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کو نجات نہ دلا سکے گا اور بیٹا باپ کو، خدا کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی سے دھوکا نہ کھاؤ! اور شیطان اللہ کے متعلق تم کو بھوکے میں نہ رکھے

اے لوگو! اپنے اس مالک سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اس سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا پھر دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پیدا کیا اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ہاں پریم باہم مانگتے ہو اور رشتہ داروں کو منقطع کرنے سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارا نگہبان ہے۔

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بات کہو!!

اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور ہر شخص اس چیز کو دیکھے جو اس نے کل کے لئے بھیجی ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے فائدہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

کیا بستی والوں کو اس بات کا ڈر نہیں کہ رات کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ سوتے ہوں یا وہ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہوں کہ چاشت کے وقت ان پر ہمارا عذاب آئے اور وہ کھیل میں لگے ہوں۔

اے مسکین! ان آیات (مذکورہ بالا) کا تیرے پاس کیا جواب ہے؟ اور ان ارشادات کے مطابق تیرا خواہشات کی پٹری کیا عمل ہے؟ کیا تو اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی سے باز آگیا ہے؟ یہ خواہشات ناپاک ہیں دنیا کا انجسام! اور آخرت میں تجھے ہلاک کرنے والی ہیں، تجھے بدبختی اور خواری کی جگہ پر جھونکنے والی ہیں وہ جگہ ایسی ہے جس کی آگ تجھے جلائے گی اور جس کے سانپ تجھے ڈسیں گے، اور جہاں کے بچھو تجھے گزند پہنچائیں گے، اذیت، تکلیف دینے والی چیزیں تجھے اذیت و تکلیف میں مبتلا کر نیچی، جہاں کے کیڑے مکوڑے تجھے کھائیں گے، جہاں کے فرشتے اور نگہبان تجھے ماریں گے اور ہر روز نو بنو قسم قسم کے عذاب تجھے دیئے جائیں گے، جہاں فرعون، ہامان، قارون اور شیطان کے ساتھ ساتھ تو بھی ہوگا۔

ترغیب (تقویٰ) کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے نیکاس (بچاؤ) کا راستہ نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں تھا

مزید ارشاد فرمایا:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۚ
اور فرمایا:- يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّتْ بِرَبِّكَ
الْكِبْرِيَاءُ الَّتِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۚ
مزید ارشاد فرمایا:- أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَخْشَوْا
فَلَوْ بِهِمْ لَبُذِلَ اللَّهُ ۚ

اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے گناہ ساقط کر دیتا ہے
اے انسان! تجھے کس شے نے دھوکا دیا؟ تیرا پروردگار وہ اللہ کریم
ہے جس نے تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا اور سوار (تیرے صحیح اور مکمل اعضاء پر)
جو لوگ ایمان لائے ہیں، کیا ان کے لئے (ابھی) وقت نہیں
آیا ہے کہ ان کے دل ڈراور عاجزی سے اللہ کو یاد کریں۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی رغبت دلائی ہے کہ تم اس فضل تلاش کرو، اس کی وسیع رحمت کو ڈھونڈو، اس کے پاک رزق کی جستجو کرو اور تقویٰ کی راہوں پر چل کر اور اس پر مداومت کر کے راحت پذیر اور طمانیت اندوز ہو۔ تمہارے لئے اس نے تقویٰ کی راہوں کو واضح کر دیا ہے اور حجت بیان فرمادی ہے، اس کے بعد تمہارے گناہوں کو معاف فرمائیے، خطاؤں کو ساقط فرمادینے اور اجر و ثواب کو بڑھانے کا فائدہ لیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے:-

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا ۚ

سے آنکھیں بند کر لینے اور اس کی آیات و نصائح کے سننے پر بہرہ بن جانے پر خبردار کیا ہے اور ارشاد فرمایا:-
مَا غَرَّتْ بِرَبِّكَ الْكِبْرِيَاءُ الَّتِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ۚ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو صفت کریم سے موصوف فرمایا ہے تاکہ تم اس کے معاملے میں روگردانی اختیار نہ کرو، اور اس کے قرب سے نفرت نہ کرنے لگو اور دوسری مخلوق کی طرف راغب ہو جاؤ اس کے بعد اس نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے تم کو وجود میں لایا، ساتھ ہی زندگی عطا فرمائی، اس کے بعد تم کچھ بھی نہ تھے، تمہاری تنگدستی کے بعد تمہیں غنی کیا اور تمہاری ضعیفی کے بعد تم کو قوی کیا، تمہارے اندھے پن کے بعد اپنے معاملات میں تمہیں بصیرت بخشی، جہالت کے بعد علم دیا اور گمراہی کے بعد ہدایت مرحمت فرمائی، پس اے غافل تو اس کے

اس فضل عظیم کو طلب کرنے سے بیٹھ رہا ہے اور کیوں اس کی طاعت کی پابندی سے سستی کر رہا ہے، اس کی طاعت تو تجھے دنیا میں معزز بنا دے گی اور آخرت میں سعادت تیرے نصیب میں ہوگی اور تیرے بلند درجات کو مزید بلند کر دے گی۔ کیا تجھے دنیاوی حیات پسند ہے؟ کیا تو بہتر کے عوض حقیر چیز کے لئے تیار ہے؟ کیا تو نے دنیا کو، دنیا والوں کو، اور اس کی ظاہری زب و زینت کو جو سب کے سب فنا ہونے والے ہیں، فرزدوس اعلیٰ پر پیغمبروں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت پر ترجیح دی ہے؟

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:-

ارْضَيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ

کیا تم نے آخرت کے بجائے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ حیات دنیا کا سامان تو آخرت میں بہت حقیر ہوگا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:-

بَلْ تُؤْخِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۚ

بلکہ تم تو دنیاوی زندگی ہی کو پسند کرتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور لازوال ہے

ارشاد فرمایا ہے:-

فَمَا مِمَّنْ ظَلَعَا فِشْرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَأَبَاقَ الْجَحِيمِ هِيَ الْمَادَىٰ ۚ

جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا تو اس کے لئے دوزخ ہے اور وہی اس کا ٹھکانہ ہے!!

باب ۱۲

جنت اور دوزخ

جنت اور دوزخ
میں داخلہ

واضح رہنا چاہیے کہ دوزخ میں داخل ہونا کفر کے سبب سے ہے اور وہاں عذاب کی زیادتی اور جہنم کے

طبقات کا فرق اور ان کی تقسیم برے اعمال، اخلاق کے مطابق ہوگی، اور جنت میں داخلہ ایمان

کی وجہ سے ہوگا اور وہاں کا عیش (جاودانی) اور اس کی فراوانی اور جنت کے طبقات کی تقسیم

فضائل اخلاق اور اعمال حسنہ کے مطابق ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا اور اہل جنت کے ثواب کے لئے اس کو نعمتوں

معمور فرمادیا اور دوزخ کو پیدا کر کے دوزخیوں کے عذاب کے لئے اس کو عذاب سے بھریا ہے، دنیا کو پیدا فرما کر آزمائش و

امتحان کے لئے اس کو آفتوں اور نعمتوں سے بھر دیا پھر حق تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور ان سے جنت و دوزخ کو چھپادیا،

انسان نے ان دونوں کو نہیں دیکھا، لہذا دنیا میں جس قدر دکھ سکھ ہیں وہ آخرت کی راحت و تکلیف کا نمونہ ہیں اور جو

کچھ آخرت میں ہے اس کا ذائقہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے بندوں میں سے بادشاہ بنائے اور ان کو سلطانی قدرت اور غلبہ عطا فرمایا لوگوں

کے دلوں میں ان کی ہیبت بٹھائی، تاکہ وہ ان پر حکومت کریں یہ ایک نمونہ اور مثال ہے اللہ کی تدبیر حکمرانی اور اس کے

نفاذ حکم کی، ان سب باتوں کی خبر اس نے قرآن مجید میں دے دی!! دنیا اور آخرت کی حالت بیان فرمادی، اپنی

حکومت، اقتدار، انتظام، احسان اور اپنی صنعت گری کو بھی واضح فرمادیا اور مثالیں بھی بیان فرمادیں۔

(تاکہ فہم کو آسانی ہو)۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

وَبَدَّلْنَا الْأَمْثَالَ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ

بِسْمِ اللَّهِ کے جاننے والے اللہ کی بیان فرمودہ مثالوں کو سمجھتے ہیں، مثل کے معنی ہیں کہ دیکھی ہوئی چیز کے ذریعہ

مثلاً کا فائدہ کسی ان دیکھی چیز کی حالت کو تم سمجھ سکو، اور جس چیز کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اس کے واسطے سے

اس چیز کو پہچان لو جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے اس طرح تم ان چیزوں کا ادراک کر لو گے جو آنکھوں سے نظر نہیں

آتی ہیں، تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی حقیقی بادشاہت اور دونوں جہان کی بھلائیوں اور اس کے معاملات کو خوب اچھی طرح

سمجھ لو۔

پس دنیا کی ہر راحت اور لذت جنت کا نمونہ اور اس کا ذائقہ ہے، جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے

جنت کی مثال اور نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل میں اس کا تصور آیا، اگر بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ

ان نعمتوں میں سے کسی نعمت کا نام ظاہر بھی فرمادیتا تو نام سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کہ نہ کسی نے اس کو سمجھا ہے اور

دیکھا ہے اور دنیا میں اس کا کوئی نمونہ موجود ہے، مثلاً اسلام نے بتایا ہے کہ جنت کے سوجھے ہیں اور ان میں سے صرف تین درجوں کی حالت اور کیفیت بیان کی گئی ہے یعنی سونا، چاندی اور نور کے درجات، اس سے آگے بیان نہیں فرمایا کیونکہ وہ عقل میں نہیں آسکتے۔

اسی طرح دنیا میں جو کالیف اور آلام ہیں وہ بھی دار آخرت کا نمونہ ہیں، ان کے علاوہ عذاب کی دوزخ کی مثال جو اور شکلیں ہیں عقل ان کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ تمام عقوبتیں اور دوزخ کے عذاب ان پر ہونگے جن پر اللہ کا غضب در عتاب ہوگا اور جنت کی تمام نعمتیں ان کے لئے ہوں گی جو اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔ جو بندہ دنیا کی چیزوں میں سے مباح نعمت کو استعمال کرتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اس کو اس شکر کے عوض جنت میں ایسی نعمت ملے گی جس کے سامنے یہ دنیاوی نعمت بہت ہی حقیر ہے اور جو دنیا کی ممنوعہ نعمت کو استعمال کرے گا وہ آخرت کے درجات اور اس کی نعمتوں سے اپنے آپ کو محروم کر دے گا اور جو آخرت کو سچا (حقیقت) نہیں سمجھے گا وہ اپنے نفس کو جنت کی ہر نعمت سے محروم کر دے گا۔

اہل جنت کے انعامات اہل جنت کے لئے جنت عروسیں، ولیمے اور مہانیاں ہونگی۔ عرائس، دعوتیں وغیرہ اس لئے ہونگی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دارالسلام کی جانب بلایا تاکہ ان کو خوبصورت، تروتازہ اور ابدی زندگی عطا فرمائے، شادیوں کی دعوتیں اور ضیافتیں ملاقات کے لئے ہونگی کیونکہ اہل جنت باہم ملاقات بھی کریں گے اور آپس میں باتیں کرنے کے لئے اچھی اچھی جگہیں بھی ہوں گی، طوبی کے سائے میں ان کا اجتماع بھی ہوگا جہاں پیغمبروں کی نیارت اور ملاقات سے مشرف ہونگے، فرشتوں کے آپس میں جلسے بھی ہونگے، ان سب پر اللہ رب العزت جل و علی کا سلام ہوگا، وہاں بازار ہونگے وہاں وہ اپنی پسند کی چیزیں منتخب کریں گے۔ اور نماز کے اوقات میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی جانب سے الوان نعمت مطعومات و مشروبات اور فواکھات تحفہ میں دیئے جائیں گے، ان کو اتنا دافر رزق دیا جائے گا کہ وہ کبھی کم نہیں ہوگا اور نہ اس کی کمی محسوس ہوگی بلکہ اللہ کی جانب سے روز بروز اس میں اضافہ ہوگا۔ جب اہل جنت کے سامنے یہ عمدہ، لذیذ تازہ بتازہ نعمتیں آئیں گی تو وہ پہلی چیزوں کو قبول جائیں گے پھر وہ ایسے مقام پر لے جاتے جائیں گے جہاں ہر کوئی کے کنارے باغوں میں موتیوں کے خیمے نصب ہونگے، ان میں سے ہر خیمہ ساٹھ مربع میل کا ہوگا اور اس میں کوئی دروازہ نہیں ہوگا، ان خیموں کے اندر عطر بیز جسم والی باندیاں ہوں گی ایسی جن کو نہ کبھی فرشتے نے دیکھا ہوگا نہ جنت کے کسی خادم نے نہ وہ خیمے فیہن خیرات حسنہ کا مطلب ہی ہے۔ ان خیموں کے اندر ان باندیوں کے علاوہ خوبصورت اور حسین بیبیاں ہونگی، ان کی خوبصورتی کی تعریف جب خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے تو پھر کس کی مجال ہے کہ ان کی تعریف کرے؟ ارشاد فرمایا حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ (خیموں کے اندر محفوظ عورتیں ہونگی) یہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ہونگی اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبصورت اور نیک بنایا ہے، انہیں ابر رحمت سے پیدا کیا ہے جب ابر رحمت برسا ہے تو یہ خوبصورت عورتیں پیدا ہوتی ہیں، ان کے چہروں کا نور عرش کے نور سے مستیز و مستفاد ہے پھر ان عورتوں کے گرد موتیوں کے خیمے نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ انہیں کوئی نہ دیکھ سکے گویا انہیں ان خیموں میں پردے میں رکھا گیا ہے

بس وہ صرف اپنے شوہروں کے لئے جیموں کے اندر محفوظ ہوں گی، اہل جنت محلوں کے اندر اپنی ان بیویوں (ازواج) کے ساتھ لطف اندوز ہوں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، وہ اس نعمت کو پاتے رہیں گے، جب مثبت الہی کے مطابق ان نعمتوں اور راحتوں کی تجدید کا دن آئے گا تو بہشت کے درجات میں ان کو پکارا جائے گا کہ اے اہل جنت! آج خوشی مسرت اور سرور کا دن ہے تم اپنی تفریح گاہ کی طرف نکلو اس وقت وہ لوگ موتی اور یاقوت کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے اپنے محلوں کے دروازوں سے نکلیں گے اور فرحت و سرور کے میدانوں میں پہنچیں گے یہ لوگ وہاں پہنچ کر ان باغوں کی سیر کریں گے جو نہر کوثر کے کنارے واقع ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہر جنتی کی اس کی منزل کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور پھر ہر شخص اپنے آپ کو اپنے خیمے کے پاس کھڑا ہوا پائے گا، اس خیمے کا کوئی دروازہ نہیں ہوگا اسی وقت وہ خیمہ اللہ کے محبوب بندے کے سامنے شق ہو جائے گا اور اس سے دروازہ نمودار ہوگا تاکہ اس کو معلوم ہو جائے کہ اندر کی نعمتوں (جو وہ کو کسی نے نہیں دیکھا ہے) اس طرح اس وعدہ کی تکمیل ہو جائے گی جو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فرمایا تھا کہ فیہن خیرات حسان اور فرمایا تھا خَوْرٌ مَّقْصُورَاتٌ فِی الْخِیَامِ اور جس کی صفت یہ بیان فرمائی تھی لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ (جنتیوں سے پہلے ان عورتوں کو نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے)۔ پھر یہ لوگ جنتی عورتوں کے ساتھ نزہت کے تختوں پر ٹمکن ہونگے، ان کے سامنے ازواج کے ولیمہ کا کھانا پیش ہوگا ولیمہ کے کھانے سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو شراب طہور (پاکیزہ شربت) سے سیراب فرمائے گا، اور یہ تازہ پھل کھائیں گے جو نو بنو اللہ تعالیٰ ان کو مرحمت فرمائے گا ان کو زیور اور اعلیٰ جوڑے (خلعت) بھی پہنائے جائیں گے اور یہ اپنی خوبصورت بیویوں سے راحت اندوز ہونگے، اپنی حاجت ان سے پوری کریں گے۔ پھر ان باغوں میں نہروں کے کنارے منبت کاری سے آراستہ پیراستہ نفیس نشست گاہوں کی طرف آئیں گے وہاں یہ سبز موٹے گدوں پر بیٹھ جائیں گے اور ان سے سہارا لگائیں گے۔ مُتَّكِنِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خَضِرٍ وَ عِبْقَرِیٍّ حسان ہ کے یہی معنی ہیں۔

رفرف کی تعریف جب اللہ تعالیٰ خود کسی شے کے بارے میں حسان فرمادے تو پھر کوئی خوبصورتی باقی رہ جاتی ہے رَفْرَفٌ وہ چیز ہے کہ آدمی اس پر بیٹھے تو وہ لچک جاتی ہے اور جدھر کو جھکے تو بیٹھنے والا بھی اُدھر کو جھک جاتے۔ (اسپرنگ والا گدا، صوفیہ یا جھولنا اس کی مشابہت کامل تو نہیں ہاں مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں)۔ جب جنتی ان صوفیوں پر بیٹھ جائیں گے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نغمہ سرائی شروع کریں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں حضرت اسرافیلؑ سے زیادہ اور کوئی خوش آواز نہیں، جب حضرت اسرافیلؑ نغمہ سرائی شروع کریں گے تو ساتوں آسمان والوں کی تسبیح و تہلیل کی۔ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے زنگارنگ منغمے سنائیں گے ان کی نغمہ سرائی کے وقت جنت کا ہر درخت پھولوں سے بھر جائے گا۔ ہر پردہ اور دروازہ گونج اٹھے گا اور کھل جائے گا۔ دروازے کی زنجیر بھی بصورت نغمہ بجنے لگے گی۔ سونے اور چاندی کے جھاڑی والے نیستانوں (گنجان جھاڑیوں کے جنگل) میں جب اسرافیلؑ کے نغموں کی گونج پہنچے گی تو ان سے بھی طرح طرح کے زمزمے پیدا ہونگے اس وقت ہر حور اپنے مخصوص راگ میں اور ہر کپندہ اپنی آواز میں نغمہ سرا ہو جائے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ

ملائکہ کو حکم دے گا کہ تم بھی ان نعمت سراؤں کو جواب دو اور میرے ان بندوں کو اپنے نعمت سناؤ جنہوں نے دنیا میں شیطان کے باجوں سے اپنے کان بند کر لئے تھے۔ فرشتے جواب میں اپنے روحانی نعمت سنائیں گے ان تمام آوازوں سے اہل کفر ایک ہمہ پیدا ہوگا اس وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا اے داؤد! اٹھو! سابق عرش کے پاس گھڑے ہو کر میری تقدیس بیان کرو! حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تجید ایسے لکھن سے بیان کریں گے کہ آپ کی آواز تمام آوازوں پر غالب آجائے گی اور ان آوازوں کی لذت چند در چند ہو جائے گی۔ جیسے والے اپنے اپنے گدیوں پر متمکن ہوں گے رنگا رنگ لذتیں اور راگ گانے ان کو محفوظ کر رہے ہوں گے، گونا گوں نعمتوں کے سروں سے ان کے کان بھر جائیں گے۔ ”فہم فی دوضۃ یخبرون“

یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ”روضہ سے مراد ایک قسم کی لذت ہے اور یہ سماع کا نام بھی ہے“ غرضیکہ اہل جنت اسی لذت و سرور میں ہونگے اتنے میں جنت عدن کی طرف سے ملک القدوس (اللہ تعالیٰ) کی رحمت کا دروازہ کھل جائے گا فوراً ہی باب عدن سے لیکر تمام جنتوں کے تمامی درجات تک روحانیوں کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی تجید و تقدیس میں مصروف ہو جائیں گی اور گونجنے لگیں گی۔ عدن سے ایک ہوا طرح طرح کی خوشبو کے ساتھ حیات بخش اور کیف آفریں جھونکے لیکر چلے گی اس کا نام نسیم قربت ہوگا۔ اس کے پیچھے ایک نور چمکے گا، اس نور سے اہل جنت کے باغات، ان کے جیمے اور نہروں کے کنارے روشن ہو جائیں گے اور ہر چیز پر نور ہو جائے گی، اس کے بعد رب العزت کی آواز ان کے سروں کے اوپر سے آئے گی۔ تم پر سلامتی ہو اے میرے محبوبو! میرے دوستو! میرے برگزیدہ بندو! جنت والو! تم نے اپنی تفریح گاہ کیسی پائی! یہ تمہاری عید کا دن ہے، دشمنوں کے نوردز کے بجائے۔ میرے دشمنوں نے نعمتوں کی تجدید کے لئے دنیا میں ایک دن مقرر کیا تھا مگر اپنی بد بختی اور خباثت کی وجہ سے انہوں نے خود اس نعمت کو خراب بنا دیا اس لئے وہ اپنے لئے مطلوبہ لذت نہ پاسکے اور جو کچھ انہوں نے اس دنیا میں طلب کیا تھا اس کے مقابل وہ آخرت میں گھٹے میں رہے اور ان سے اتنا صبر نہ ہو سکا کہ جو چیز میں نے آخرت میں اپنے اطاعت گزاروں کے لئے ہتیا کی ہے اس کو وہ حاصل کر لیتے۔ تم نے ان سے کنارہ کشی کی اور دنیا پرستوں نے جس چیز کی حرص کی تھی تم اس سے باز رہے، آج وہ اپنے کئے کا وبال چکھیں گے۔ وارفا (دنیا) میں ان کی وہ لذت اور خواہش جلد ہی فنا ہوگئی تھی اور آج وہ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ تم کو اُس صبر کے عوض جنت محلہ بہشتی۔ تفریح گاہ اور سلامتی حاصل ہوئی، پس یہ تمہارا ”یوم یوزوز“ ہے۔ میرے گھر میں جنت عدن کے اندر یہ تمہاری باہمی ملاقات کا دن ہے۔ دنیا میں تم کو آج کے دن اکثر عبادتیں کرتے اور گناہوں سے اعراض کرتے دیکھا تھا جب کہ لوگ دنیا کے لہو و لعب، معصیتوں اور عیش و عشرت کے مزے اڑا رہے تھے اور دنیا کے لین دین میں مست و مغرور تھے۔ تم میرے حدود کی پابندی کرتے رہے تھے، مجھ سے کئے ہوئے عہد کے پابند تھے اور میرے حقوق کو ضائع کرنے سے ڈرتے تھے (یہ سب کچھ اس کا صلہ ہے۔)

لے پس وہ نعمت کی لذت سے بھر جائیں گے۔

دوزخ

دوزخ اور دوزخیوں کے حالات

اس کے بعد دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جائے گا جس سے آگ کے شعلے اور دھواں اٹھے گا، دوزخی جیتے چلا تے اور فریاد کرتے ہونگے تاکہ (اس حالت کو دیکھ کر اہل جنت اپنی جنت اور اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے ان نعمتوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہیں تاکہ ان کی قابل رشک حالت اور کیف و سرور میں اضافہ ہو۔

دوزخی اپنے قید خانوں اور حبیل خانوں سے اس حال میں کہ وہ طوقوں اور بیڑیوں سے کسے ہوئے ہیں اپنے ہاتھ سے کھوئی ہوئی نعمتوں کو دیکھ کر تأسف کریں، چونکہ اس وقت اہل جنت کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا اس لئے وہ اہل جنت کا وسیلہ لے کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اور اہل جنت کو ان کے ناموں سے پکاریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا !!

اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهُونَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَكِئُونَ هُمْ فِيهَا مِمَّا خَبَا كِهَاتٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ هُمْ سَلَامٌ مُّقْتَدًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ وَاصْطَارُوا الْيَوْمَ اَيْهَا الْمَجْرُمُونَ هَا لَمْ اَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي اٰدَمَ اَنَّا لَنَعْبُدُكَ الشَّيْطَانَ اِنَّهُ لَكُمُّ عَدُوٌّ مُّبِينٌ، وَابْنِ اعْبُدْ فِى هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

اہل جنت بلاشبہ آج کے دن چین (منے) کرتے ہیں وہ اور ان کی بیویاں گدیوں پر تکیہ لگائے سالیوں میں ہیں۔ ان کے لئے جنت میں میوے ہیں اور ہر وہ شے ہے جس کی وہ خواہش و طلب کریں۔ رحم والے رب کی جانب سے ان پر سلامتی ہے۔ مہربان رب کا فرمایا ہوا آج پورا ہوگا! اور کہا جائیگا کہ اے مجرمو! آج جھٹ جاؤ! اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا کہ یہی سیدھی راہ ہے۔

اس کے بعد آتشِ جہنم میں جوش پیدا ہوگا، دوزخیوں کی جماعت منتشر ہو جائے گی ان کی فریاد و داؤد بلند ہو جائیگا۔ اور ان کو آگ کے جزیروں میں پھینک دیا جائے گا جب دوزخی وہاں پہنچیں گے تو کھجور کے تنوں کے مانند ڈنک رکھنے والے جھونپھیں دوڑ دوڑ کر ڈنک ماریں گے پھر آگ کا سیلاب ان پر چڑھ آئے گا، یہ خدا کا عذاب ہوگا یہ سیلاب ان کو آگ کے سمندر میں غرق کر دیکر اللہ کی طرف سے ایک منادی پکاریگا یہ وہی دن ہے جس کے جھٹلانے کے لئے تم میرے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے ہو اور میری ہی نعمتوں میں مست ہو کر میرے خلاف سرکشی کرتے آئے ہو، تم دارالحن اور عبودیت کے گھر میں (یعنی دنیا میں) اس تکذیب پر خوش ہوتے تھے، آج ہم نے اپنے فطریہ دار بندوں کے لئے جو نعمتیں فراہم کی ہیں تم اپنی دنیاوی نعمتوں کو ان کے مشابہہ اور مثل قرار دیتے تھے، اب تمہاری لذتیں ختم ہو گئیں جس چیز کو تم نے دنیا میں پسند کیا تھا اس کا مزا چکھو، اہل جنت بیشک تم سے الگ تھلک ہیں۔ وہ ولیموں کی دعوتوں، انواع و اقسام کے میووں، تروتازہ سحائف، دوشیزہ حوریں کی قربت سے محفوظ ہو رہے ہیں، گدیوں پر بیٹھے ہیں، طرح طرح کے نعمات سننے میں مشغول ہیں، میرا ان پر سلام ہے۔ میں ان پر نرمید لطف و کرم کے ساتھ متوجہ ہوں۔ میری نعمتوں کا ان پر روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا تاکہ وہ سرور و شاد کام

رہیں! تو اے اہل جنت! تمہارا یہ دن میرے دشمنوں کے اُس دن کا بدل ہے جس میں وہ ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے تھے اور اپنے (دنیاوی) بادشاہ کے حضور میں نذریں پیش کرتے تھے! تم یقیناً اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اچھی آواز سے بہت رغبت ہے کیا جنت میں بھی اچھی آوازیں ہوں گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور ہوں گی!! قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ درختوں کو حکم دے گا کہ میرے ان بندوں کو گانا گاناؤ جو میری عبادت اور میرے ذکر میں (دنیا میں) مشغول رہے اور جنگ و رہاب سے دنیا میں بچتے رہے، تو درخت ایسی آواز سے نغمہ سرا ہوں گے کہ ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہیں سنی ہوگی، درخت اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس میں نغمہ سرائی کریں گے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جنت میں رات بھی ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا تمہیں اس سوال کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد کیا ہے:

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ۝۳ جنت میں اہل جنت کو صبح و شام ان کا رزق ملے گا۔

میں نے یہ خیال کیا کہ صبح و شام کے درمیان رات ہوگی۔ حضور نے ارشاد فرمایا بہشت میں رات نہیں ہے وہاں تو روشنی ہی روشنی ہے، صبح کے بعد شام اور شام کے بعد صبح ہوگی۔ اہل جنت جن اوقات میں دنیا میں نمازیں پڑھتے تھے ان اوقات میں جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو تازہ اور عمدہ تحفے ملیں گے اور فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ دوائی پر کیف زندگی اس کو حاصل ہو اسے چاہیے کہ تقویٰ کے حدود کی پابندی کرے اور انہیں محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پرہیزگاری کی یہ شرطیں بیان کی ہیں:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ ۖ

مشرق و مغرب کو منہ کر لینا ہی (بر) نیکی نہیں ہے،

وَالْمَغْرِبِ ۚ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

نیکی تو ان کی نیکی ہے جو اللہ پر روز آخرت پر، ملائکہ پر اللہ

الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى

کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مال

أَمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ

کی محبت ہوتے ہوئے اس کو یتیموں، مسکینوں، مسافروں

الْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ

مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے کے لئے دیتے ہیں۔

وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُسُو

نمازیں ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور جب کوئی

مُؤْنٍ يَعْلِدُهُمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ

وعدہ کر لیتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔ تکلیف اور

فِي الْبَنَاءِ وَالْفَسَادِ وَجِئْنَا بِكَ الْبَاسِ أُولَٰئِكَ

دکھ میں اور خون کے وقت صبر کرتے ہیں۔

الَّذِينَ صَدَقُوا ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں۔

پس اہل تقویٰ پر لازم ہے کہ وہ اسلام کے ارکان اور ان کے شرائط کو بجالائے۔

﴿ روایت ہے کہ حضرت خذیفہ بن یمان نے یا ایہذا الذین آمنوا اذ خلوا فی انفسکم کافۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔ ایک حصہ نماز ہے، ایک زکوٰۃ ہے، ایک روزہ، ایک حج۔ ایک عمرہ۔ ایک جہاد، ایک امر بالمعروف اور ایک حصہ بھی عن المنکر ہے۔ وہ شخص بڑا ہی نامراد ہے جس کے پاس اسلام کا کوئی حصہ نہ ہو! ﴾

﴿ عاظم احوال نے بردایت حضرت انس بن مالک بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی مثال ایسی ہے جیسے زمین میں جا ہوا درخت، اللہ کا ماننا اس درخت کی جڑ ہے۔ پانچوں وقت کی نماز اس کی شاخیں ہیں، روزہ اس کی چھال ہیں اور حج و عمرہ اس کے پتے ہوئے پھل (جو توڑنے کے قابل ہیں) وضو اور غسل جنابت اس کی سیرابی کے لئے پانی ہے۔ مالِ باپ کی فرمانبرداری اور اقربا پروری اس کی نازک ٹہنیاں ہیں، ممنوعات شرعیہ سے خود کو باز رکھنا (روکے رکھنا) اس کے پتے ہیں اور اعمالِ صالحہ اس کے پھل اور اللہ کی یاد اس کے ریشے (سوتے) ہیں، اس کے بعد حضور نے فرمایا جس طرح درخت کی خوبصورتی اور درستی اس کے سبز پتوں کے بغیر نہیں ہوتی اسی طرح اسلام کا حسن ترک مناسبات اور اعمالِ حسنہ کی ادائیگی کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ ﴾

دوزخ اور دوزخ کے عذاب

اللہ نے دوزخیوں کیلئے جو عذاب رکھے ہیں

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، جب قیامت کا دن ہوگا۔ اور اس بھتیجی دن میں سب مخلوق ایک میدان میں اکٹھا ہوگی تو ایک کالا سا تان ان پر چھا جائے گا اس کی سیاہی کی شدت ایسی ہوگی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکے گا۔ سب لوگ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے، ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا فاصلہ شتر سال کی مسافت ہوگی لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تبارک تعالیٰ فرشتوں پر تجلی فرمائے گا اس وقت اللہ کے کوزے تمام زمین روشن ہو جائیگی تمام تاریکی دُور ہو جائے گی وہ کوزہ تمام مخلوق کو احاطہ کر لے گا۔ فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں عرش کے گرد اُرد گرد طواف میں مشغول ہو جائیں گے۔ حضور نے فرمایا کہ اس اثنا میں تمام مخلوق صُف بستہ کھڑے ہوگی۔ ہر امت کی ایک (مخصوص) جگہ ہوگی اس وقت صحیفے اور میزان لائی جائے گی، یہ میزان ایک فرشتے کے ہاتھ پر معلق ہوگی اور وہ کبھی ایک پلٹے کو اٹھائے گا اور کبھی جھکائے گا، اعمالِ اہل ایمان سے پانچو برس کی راہ ہوگا، جنت سے ایک ہوا چلے گی جس کی جنت قریب لائی جائے گی پھر بھی اس کا فاصلہ اہل ایمان سے پانچو برس کی راہ ہوگا، جنت سے ایک ہوا چلے گی جس کی خوشبو ایمان والے مشک کی طرح محسوس کریں گے۔ پھر دوزخ کے اوپر سے پردہ اٹھایا جائے گا، دوزخ کی بدبودار ہوا اس کے دھوئیں سے آلودہ ہوگی، جہنم اس کی بو کو محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا، پھر دوزخ کو بڑی بڑی زنجیروں سے کھینچ کر (قریب) لایا جائے گا اس پر وہ فرشتے ٹوکل ہوں گے اور

لے آئے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ (پت رکوع)

ہر موکل کے مددگار ستر ہزار فرشتے ہوں گے تمام موکل اور ان کے مددگار فرشتے دوزخ کے دائیں بائیں اور پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اس کو گھیرے میں لئے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے دوزخی چیخ اٹھیں گے۔ دوزخ کی آوازیں گدھے کی پہلی اور آخری آواز کی طرح انتہائی کریمہ ہونگی، دوزخ میں مصیبتیں ہوں گی، تاریکی ہوگی، بدبودار دھواں ہوگا، شور ہوگا، دوزخ دوزخیوں پر غضبناک ہوگا اور شدت غضب کے باعث اس سے شعلے اٹھیں گے، فرشتے دوزخ کو کھینچتے ہوئے جنت اور محشر کے درمیان نصب کردنیکی اس وقت دوزخ آنکھ اٹھا کر ساری مخلوق کو دیکھے گا پھر ان پر حمد اور ہوگا تاکہ سب مومنوں و دوزخیوں کو نکل لے مگر داروغہ دوزخ (مالک) اور اس کے موکل اس کو زنجیروں سے روکے رکھیں گے، دوزخ جب دیکھے گا کہ اس کو باندھ لیا گیا ہے تو اس میں سخت جوش آئے گا اور غضب کی شدت کی وجہ سے قریب ہوگا کہ وہ بھٹ جائے پھر وہ دوبارہ دھاڑے گا، تمام مخلوق اس کے دانت پسنے کی آواز سنے گی، مخلوق کے دل دہل جائیں گے اور دھڑک کر سینوں سے نکلنے لگیں گے۔ لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو دوزخ کی حالت سے آگاہ فرمائیے! آپ نے فرمایا: دوزخ زمین سے ستر گنا بڑا ہے، کالا ہے، تاریک ہے، اس کے سات سر ہیں، ہر سر پر تیس دروازے ہیں۔ ہر دروازے کا طول تین روز کی راہ کے برابر ہے، اس کا بالائی لب نمتھنے سے لگتا ہے اور زیریں لب (اس قدر لمبا ہوگا کہ وہ اسے گھسیٹتا ہوا چلے گا، اس کے ہر نمتھنے میں ایک بڑی زنجیر اور سخت بندش پڑی ہوگی اس زنجیر کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہوں گے، وہ فرشتے بھی بہت تند خوا اور ہتیاک ہونگے، ان کے دانت باہر نکلے ہوئے ہونگے، آنکھیں انگاروں کی طرح دھکتی ہوں گی، آگ کے شعلوں کی طرح رنگ ہوگا، نمتھنوں سے شعلے نکلتے ہوں گے اور ان سے دھواں اٹھتا ہوگا اور ہر ایک نبی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہونگے۔ اس وقت دوزخ اللہ کے حضور میں سجدہ کرنے کی اجازت طلبے گا جو اس کو بلجائے گی اور دوزخ اس وقت تک سجدے میں رہے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اسے سراٹھانے کا حکم دے گا، دوزخ سراٹھا کر کہے گا وہ اللہ تمام تعریفوں کا سزاوار ہے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے اور کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ مجھ سے انتقام لے سکے، پھر وہ روان اور صاف شستہ زبان میں کہے گا کہ خدا ہی کے لئے ہے وہی اس کے لائق ہے۔ وہ یہ حمد با آواز بلند بجالائے گا، پھر بڑے زور سے فریاد کرے گا اس وقت مقرب فرشتہ، نبی، رسول اور موقوف (محشر) میں کھڑے ہوئے افراد میں سے کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ وہ زانو کے بل (خدا کے حضور میں) نہ گر پڑے اس کے بعد دوزخ دوبارہ فریاد کرے گا اس وقت ہر فرد کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں گے پھر وہ تیسری بار فریاد کرے گا اس وقت اگر کسی جن یا انسان کے اعمال بہتر (۲) پیغمبروں کے برابر بھی ہوں گے تو وہ بھی خیال کرے گا کہ میں دوزخ میں گر پڑوں گا پھر وہ چوتھی بار فریاد کرے گا اس وقت کوئی فرد ایسا باقی نہیں رہے گا جو خاموش نہ ہو جائے صرف جبریل میکائیل علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک مناجات میں مشغول ہوگا، ہر طرف نفسی نفسی کا

عالم ہوگا ہر ایک بھی کہتا ہوگا کہ میں اپنے نفس و درجہ کے سوا کچھ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس کے بعد دوزخ آسمان کے ستاروں کے برابر چنگاریاں پھینکے گا اس کی ہر چنگاری اتنے بڑے بادل کے برابر ہوگی جو مغرب سے اُٹھتا چلا آتا ہو اور یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر آکر گریں گی۔

اس کے بعد دوزخ پر پہلے صراطِ نصب کیا جائے گا، اس پر سات سو گزرگا ہیں بنائی جائیں گی، ہر گزرگاہ کے درمیان ستر سال کی مسافت ہوگی، ایک روایت میں ہے کہ اس پر سات گزرگا ہیں ہوں گی اور پہل کی چوڑائی ایک راستہ سے دوسرے راستہ کے مابین پانچ سو سال کی مسافت کی ہوگی۔ ساتواں طبقہ یا راستہ اپنی گرمی اور سستی کے لحاظ سے سب سے زیادہ گرم ہوگا اور اس گہرائی بھی دوسرے طبقوں کے مقابل میں بہت زیادہ ہوگی یہی طبقہ عذاب میں دوسرے تمام طبقوں سے زیادہ شدید، انتہائی بھیانک اور ہولناک ہوگا، اس کی چنگاریاں بھی ستر گز لمبی ہوں گی۔

﴿ قریب ترین درجے کے شعلے پہ صراط سے گزر کر ادھر ادھر جائیں گے اور ان کی اونچائی تین تین میل ہوگی۔ دوزخ کا ہر درجہ حرارت کی تیزی، انگاروں کی لمبائی اور نوع بہ نوع عذاب کی کثرت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقے سے ستر گز زیادہ ہوگا ہر طبقے میں سمندر دریا اور پہاڑ بھی ہوں گے، پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخ کے ہر درجہ میں ستر ستر پہاڑ ہوں گے اور ہر پہاڑ کے ستر درجے ہوں گے، ہر درجے میں ستر ہزار درخت، ہر درخت (اندر ان) کے ہونگے، ہر درخت کے ستر ہزار شاخیں ہونگی۔ ہر شاخ پر ستر ستر سائپ اور بچھو ہوں گے، ہر سائپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر بچھو بڑے بڑے بجتی اونٹ کے برابر ہوگا۔ ہر درخت میں ستر ہزار بھل ہوں گے اور ہر بھل دیو کے سر کے برابر ہوگا، ہر بھل کے اندر ستر ہزار کیڑے ہونگے اور ہر کیڑا تیر کی مسافت کے بقدر لمبا ہوگا۔ بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہونگے بلکہ کانٹے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا کہ دوزخ کے سات دروازے ہونگے ہر دروازے کی ستر وادیاں ہوں گی ہر وادی کا عمق (گہرائی) ستر میل کی مسافت کے بقدر ہوگی، ہر وادی میں ستر ہزار درخت اور ہر درجے میں ستر ہزار خار اور ہر خار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی، ہر شاخ ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اڑدے ہوں گے ہر اڑدے کی باجھ میں ستر ہزار بچھو پوشیدہ ہونگے ہر بچھو کے ستر ہزار گرنے ہوں گے اور ہر گرنے یا ٹنکنے میں ٹنکا بھرنہ ہر بھرا ہوگا جو کا فر یا منافق اس میں پہنچے گا اس کو یہ تمام زہرینا ہوگا۔

﴿ حضور نے ارشاد فرمایا تمام مخلوق گھٹنوں کے بل کھڑی ہوگی اور جہنم ان پر بار بار اس طرح حملہ کرے گا جیسے مسّت اونٹ حملہ کرتا ہے اس وقت ایک منادی پکارے گا اور تمام انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین اٹھ کھڑے ہونگے اس کے بعد تمام مخلوق کی پیشی ہوگی اور ہر شخص اپنے اپنے مظالم اور اعمال کے عوض کیفر کردار کو پہنچے گا اس کے بعد دوسری پیشی ہوگی اور ارواح واجسام میں جھگڑا ہوگا (کہ کون پیش ہو) بالآخر اجسام ارواح پر غالب آئیں گے، اس کے بعد تیسری پیشی ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑا کر لوگوں کے ہاتھوں میں جا کر گریں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے دامن ہاتھ میں نامہ اعمال ہوگا اور کچھ کے دامن ہاتھ میں ہوں گے (اصحاب الیمین) ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور عطا ہوگا، ان

کی اس عزت افزائی پر فرشتے ان کو مبارکباد دینگے اور وہ لوگ اپنے رب کی رحمت کے ساتھ بل صراط (آسانی) عبور کر جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنت کے دربان جنت کے دروازہ پر ان کی سواریوں اور ان کے حملہ ہائے بہشتی کے ساتھ ان سے ملاقات کریں گے ان کو سواریاں اور چلتی چلتیں پیش کرینگے یہاں سے سب جنتی الگ الگ ہو کر اپنے اپنے مخصوص ایوانوں اور خوش خوش اپنے اپنے محلوں کی طرف جائیں گے، اپنی بیویوں (حوروں) کے پاس پہنچیں گے اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کے بیان سے زبان قاصر ہوئی ہے ان کی آنکھوں نے اس سے پہلے یہ نعمتیں دیکھی ہوئی اور نہ دل میں ان کا تصور آیا ہوگا پھر یہ مقررہ اندازہ کے مطابق کھائیں اور پیئیں گے، زیور اور خلعتیں پہنیں گے۔ بیویوں کو گلے لگائیں گے پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے جس نے ان کے غم کو دور کر دیا۔ اضطراب سے امن بخشی اور ان کے حساب کو آسان فرما دیا۔ یہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ تمام حمد اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے اس راہ کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی اگرچہ ہمارے اندر ایسی طاقت نہ تھی اگر اس کی ہدایت شامل حال نہ ہوتی تو ہم

راہ سے بھٹک گئے ہوتے۔ اس وقت ان کی آنکھیں لائے ہوئے توش سے ٹھنڈی ہوں گی، وہ دنیا میں یقین و ایمان رکھتے تھے تصدیق کرتے تھے۔ عذاب سے ڈرتے تھے۔ اللہ کی رحمت کے امیدوار تھے اور ثواب (آخرت) سے ان کو رغبت تھی۔ اس وقت نجات پانے والوں کو نجات متبرک آجائے گی اور کافر تباہ ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ یا پیٹھ کے پیچھے سے دیئے گئے ہوں گے ان کے ہاتھ سیاہ ہوں گے ان کی آنکھوں کی سفیدی پھر جائے گی (آنکھیں بے نور ہو جائیں گی) ان کی ناک پر داغ لگا دیا جائے گا ان کے بدن بڑے اور بدن کی کھالیں موٹی بڑ جائیں گی۔ جب وہ اپنے اعمال نامے کو دیکھیں گے تو واویلا کریں گے۔ اور انھیں معلوم ہوگا کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی بغیر درج ہوئے نہیں بچا۔ وہ لوگ ہونگے جن کے دل کھوئے ہونگے اور خیالات بڑے، وہ اس وقت زبردست خوف و ہراس میں مبتلا ہونگے ان کو سردوں کے بل اندھا کر دیا جائے گا، شرم سے ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور گردنیں لٹکی ہوئی ہوں گی۔ دوزخ کی طرف دیکھنے سے ان کی آنکھیں تھپڑائی اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس طرف نظر نہ اٹھا سکیں گے کیونکہ ان کے سامنے بڑا بھیانک منظر ہوگا۔ سخت دشوار ہر طرف مصیبت ہی مصیبت، اضطراب آفریں حالت اور گھبراہٹ دینے والی دہشت، غم پیدا کرنے والی، ذلیل بنانے والی، دلوں کو فکر میں ڈالنے والی اور آنکھوں کو لانے والی فضا ہوگی۔

اس وقت وہ اپنے رب کی بندگی کا اقرار کریں گے اور اپنے گناہوں کا اعتراف بھی مگر اس وقت اس کا اقرار اعتراف ان پر آگ، شرم، غم، بدجنتی، الزام اور غضب میں اور بھی اضافہ کر دے گا۔ (بجائے فائزے کے اور نقصان ہوگا)۔ یہ رب کے سامنے دوزخو بلیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہوں گے، آنکھیں نیلی ہوں گی کچھ دکھائی نہ دے گا۔ دل گڑبڑ میں گر رہے ہوں گے کچھ ان کی سمجھ میں نہ آئے گا۔ عضو عضو کا پٹا ہوگا، کچھ بول نہ سکیں گے، باہمی شتہ واریاں کٹ چکی ہونگی، نہ نسب باقی ہوگا، نہ برادری، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، سب اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہونگے،

اور اس کا دور کرنا ان سے ممکن نہ ہوگا دنیا میں لوٹ جانے کی درخواست کرینگے تو وہ قبول نہ ہوگی، اس وقت ان کو اس چیز کا یقین ہو جائے گا جس کو وہ دنیا میں تسلیم نہیں کرتے تھے، وہاں ان کو پیاس بجھانے کو نہ پانی ملے گا نہ پیٹ بھرنے کو کھانا۔

زین دھانکنے کو کھڑا پس وہ پیاس سے، بھوکے ننگے بے یار و مددگار، غمگین پریشان حال پھرتے ہوں گے، جان، مال، کمائی، بیوی بچوں غرض کہ ہر طرف سے گھائے ہی گھائے میں ہوں گے اس حالت میں اللہ تعالیٰ دوزخ کے موکلوں کو حکم دے گا کہ اپنے کارندوں کو ساتھ لے کر جہنم سے باہر آئیں اور تمام زنجیریں، بیڑیاں، طوق اور گرز ساتھ لائیں چنانچہ سب اس سامان کے ساتھ حاضر ہو جائیں گے، جب لوگ عذاب کی ان چیزوں کو دیکھیں گے تو اپنے ہاتھ اور اپنی انگلیاں جھاڑ لیں گے، موت کو بکاریں گے، آنسو بہائیں گے اور ان کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور اس وقت وہ ہر بھلائی اور بہتری سے نا امید ہو جائیں گے (ان کی تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی) باری تعالیٰ کا حکم ہوگا ان کو بڑلو، ان کی گردنوں میں طوق ڈال کر جہنم میں ڈھکیں دو اور وہاں زنجیروں میں جکڑ دو، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس شخص کو جہنم کے جس درجے میں داخل کرنا چاہے گا اس درجہ کے موکلوں کو بلا کر حکم دے گا اس کو گرفتار کر لو چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر موکل بڑھیں گے اس کو خوب جکڑ کر باندھیں گے، بھاری طوق گردنوں میں اور بھاری زنجیریں نکتھوں میں ڈالیں گے جس سے دم گھٹنے لگے گا پھر پیٹھ کی طرف سے ان کو طوقوں سے ملا دیا جائے گا جس کے باعث پیٹھ کی ہڈیاں لوٹ جائیں گی، اس تکلیف سے آنکھیں پھٹ جائیں گی، رگیں پھول جائیں گی، گردنوں کا گوشت طوق کی گرمی سے جل جائے گا، رگوں سے کھال اتر جائے گی، مسروں کے اندر بھیجے پھل جائیں گے اندر سے بہہ کر باہر آ جائیں گے۔ بہتے ہوئے پیروں تک پہنچ جائیں گے۔ بدن کی کھال اُدھڑ کر گر پڑے گی۔ گوشت نیلے پڑ جائیں گے اور خون اس سے بہنے لگے گا۔ ان کی گردنیں موٹڑھوں سے کانوں تک بہت سے طوقوں سے بھری ہوں گی سارا گوشت جل جائے گا۔ ہونٹ کٹ جائیں گے، دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی وہ واویلا کریں گے، چیخیں گے، طوقوں سے شعلے نکلیں گے، ان کی گرمی رگوں میں اس طرح دوڑے گی جس طرح خون دوڑتا ہے ان کے طوق کھوکھلے ہوں گے جن کے اندر تپش گردش کرتی ہوگی، ان طوقوں کی گرمی دلوں تک پہنچے گی اور دلوں کی کھال کو اڈھیڑ دے گی۔ دل جھل کر حلق تک آ جائیں گے، دم بہت زیادہ گھٹے گا یہاں تک کہ آواز نہ نکلا بند ہو جائیں گی۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ جہنم کے موکلوں کو حکم دے گا کہ ان کو (جہنم کا) لباس پہناؤ، موکل ان کو کپڑے پہنائینگے ان کو انتہائی کانٹے بدبو دار کھڑے، جہنم کی گرمی سے دھکتے ہوئے کرتے پہنائے جائیں گے، وہ اس قدر دھکتے ہوں گے کہ اگر پہاڑ پر ان کو رکھ دیا جائے تو وہ بھی پھل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کو ان کے ٹھکانے پر لے جاؤ اس وقت ان کو لیجانے کے لئے دوزخ سے اور زنجیریں آئیں گی جو پہلی زنجیروں کے مقابلہ میں بہت زیادہ بھاری اور بڑی ہوں گی، فرشتے ان زنجیروں کو پکڑیں گے اور ان سے ہر ایک زنا فرمان امت کو الگ الگ باندھیں گے پھر فرشتہ زنجیروں کے سروں کو اپنے کاندھوں پر رکھ کر پیٹھ پھیر کر منہ کے بل کھینچتا ہوا لے چلیگا، پیچھے سے ستر ہزار فرشتے ہر گروہ کو پیچھے سے گردنوں سے مارتے ہوئے ہنکاہیں گے، جب جہنم پر پہنچ جائیں گے تو یہ موکل کہیں گے ”یہ وہ آگ ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے کیا یہ کوئی جادو ہے“ کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا، اب تو تم کو اس

میں داخل ہونا ہے تم صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہیں، تمھارے اعمال کی تم کو سزا دی جائے اس وقت جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، تاکہ وہ اس آگ میں داخل ہو جائیں۔ دروازوں کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے اس وقت آتش دوزخ جوش مارے گی اور لپٹیں بھڑکنے لگیں گی، دھواں بلند ہوگا شرارے بلند ہوں گے، ہر ایک شرارہ ستر سال میں طے ہونے والی مسافت کے بقدر بلند ہوگا، یہ شرارے بلند ہو کر پھیر پلٹیں گے اور ان دوزخیوں کے سروں پر گریں گے، ان کے بال جل کر بھسم ہو جائیں گے اور کھوپڑیاں لوٹ جائیں گی، اس وقت دوزخ بڑے زور سے جلائے گا اور کہے گا: اے دوزخ والو! میری طرف جلدی آؤ! قسم ہے میرے رب کی کہ میں تم سے ضرور بدلہ لوں گا، پھر دوزخ کہے گا کہ تمام حمد اسی کو سزا دار ہے جس نے اپنے غضب کے باعث مجھے غضناک بنایا اور اپنے دشمنوں سے میری آگ کے ذریعہ انتقام لیتا ہے۔ اے پردہ گار! میری گرمی میں اور میری قوت میں اور اضافہ فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد کچھ فرشتے جہنم سے باہر آئیں گے، ہر فرشتہ ہر امت کو اپنی سہیلی پر اٹھا کر اوندھا جہنم میں پھینک دیگا۔ لوگ سزگوں حالت میں ستر سال کی مسافت تک لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے آخر کار یہ جہنم کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں تو وہاں بھی ان کو آرام میسر نہیں آئے گا ہر جہنمی کی ستر کھالیں تہ بہ تہ ہو جائیں گی پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد سب پہلے ان کو تھوہڑ (زقوم) کھانے کو ملے گا جس کی گرمی اس کے (اوپر) پوست سے نمودار ہوگی۔ وہ بہت زیادہ گڑا اور کانٹوں دار ہوگا۔ دوزخی زقوم چبا رہے ہوں گے کہ یکبارگی گرز بردار ہوکل ان کو گرزوں سے مارنا شروع کر دیں گے گرز کی ضربات سے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ پھر ستر سال کے راستہ کے برابر فاصلہ تک دوزخ کی گہرائی میں لڑھکتے چلے جائیں گے اور آخر کار پھر ان پہاڑوں کے دروں میں جا پہنچیں گے!! اس اثنا میں ۷۰ مرتبہ ان کا پوست بدلا جائے گا اور وہاں بھی ان کو غذا زقوم (تھوہڑ) ہی ملیگی لیکن ان کی یہ خوراک ان کے منہ ہی میں رہے گی (حلق سے نیچے اتارنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی) ان کا منہ اور ان کا دل دونوں ان کے گلے میں پھنس جائیں گے جس سے ان کا دم گھٹنے لگیگا۔ اس وقت وہ شور و داد مارتے ہوئے اور پانی مانگتے ہوئے ان گھاٹیوں میں کچھ ندیاں اور نہریں ہوں گی۔ یہ جہنمی پانی کے لئے ان نہروں کی طرف بڑھیں گے اور ان کے کناروں پر پہنچ کر اوندھے گر پڑیں گے تاکہ کسی صورت سے پانی نہ ملے، اس وقت ان کے منہ کی کھالیں الگ ہو کر نہروں میں گر پڑیں گی اور وہ پانی نہ پی سکیں گے۔ وہ مالوس ہو کر نہروں سے پلٹنا چاہیں گے کہ دوزخ کے فرشتے پھر آ موجود ہوں گے دوزخ کے فرشتے اٹھیں آتے ہی مارنا شروع کر دیں گے، مار مار کر ان کی ہڈیاں چور چور کر دیں گے پھر ان کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ لیں گے اور باہر لاکر پھر دوزخ میں پھینک دیں گے، پھر یہ لوگ اوندھے منہ چالیس سال کی راہ تک آگ کے شعلوں اور ان کے سخت دھوئیں میں پھنسے ہوئے عذاب بھگتے رہیں گے۔ جہنم کی دادیوں میں اترنے سے پہلے ہر جہنمی کی ستر بار کھال بدلی جائے گی۔ ۷۷۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ کی یہ ندیاں دادیوں میں جا کر ختم ہوں گی۔ یہ لوگ ان ندیوں کا پانی نہیں پئیں گے مگر وہ اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا۔ ان کے پیٹ کی کھال جل جائے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ

ان کو سات نئی کھالیں عطا فرمائے گا تب کہیں کچھ پانی اُن کے پیٹ میں ٹھہرے گا لیکن پیٹ میں پہنچ کر آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا اور یہ کئی ہوتی آنتیں مقعد کی راہ سے نکل جائیں گی، پانی کا کچھ باقی حصہ رگوں میں پھیل جائیگا جس سے ان کا گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں خشک جائیں گی، اب پھر ان کو فرشتے جا پکڑیں گے، ان کی پیٹھ، منہ اور سروں پر گزرا دیں گے ہر گزری ۲۶۰ دھاریں ہوں گی، گزری ضربات سے ان کی پشتیں ٹوٹ جائیں گی اس کے بعد انہیں کھینچ کر بھر اندھے منہ میں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جب یہ دوزخ کے بچوں بیچ پہنچیں گے تو ان کی کھالوں میں آگ بھڑک اٹھے گی، کانوں میں پیچھے گی، ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے نکلنے لگیں گے اور سارے بدن سے کچلیو (خونابہ) بہنے لگے گا، آنکھیں نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی اس وقت ان کو ان شیطانوں کے ساتھ جنھوں نے ان کو بہر کا یا تھا اور ان (جھوٹے) معبودوں کے ساتھ جن سے یہ مصیبت کے وقت مدد مانگا کر سے تھے ہلا کر باندھ دیا جائے گا اور تنگ جگہوں پر ان کو ڈال دیا جائے گا۔ اس وقت وہ (تنگ کر) موت کو پکارینگے مگر موت نہیں آئے گی پھر ان کے دنیوی مال کو آگ میں تبا کر ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے اور ان کی پیٹھوں پر وہ گرم گرم سونا اور چاندی رکھ دیا جائے گا جو ان کی پیٹھ پھاڑ کر باہر نکل آئے گا یہ لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے اور اپنے شیطانوں اور تمیزوں (معبودوں) کے ساتھ بندھے پڑے ہوں گے اس وقت گناہوں کے باعث ان کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیئے جائیں گے تاکہ عذاب کی شدت اور زیادہ ہو جائے، ایک ایک پہاڑ کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین راتوں کی مسافت کے بقدر ہوگی۔ ہر ایک پہاڑ کا سراسر فرش کے برابر ہوگا، ہمیں دانت رکھنے والے دوزخی کے دانت بعض اس کے سر سے بعض اس کی ٹھوڑی سے نکل آئیں گے، ناک ایک بڑے ٹیلے جیسی ہو جائے گی، بالوں کی لمبائی اور ان کی سختی صنوبر کے درخت کی طرح ہوگی، بال اپنی کثرت اور زیادتی میں دنیا کے گھنے جنگلوں ایسے ہو جائیں گے، اوپر کا ہونٹ کھینچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ فوسے ہاتھ کا ہو جائے گا۔ ہاتھ دس شبانہ روز مسافت کے برابر اور ان کی موٹائی ایک دن رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔ دوزخی کی ران درختان کی طرح اور کھال کی موٹائی چالیس ہاتھ ہوگی، پسٹلی کا طول پانچ رات کی مسافت کے برابر ہوگا اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ ہر آنکھ کوہِ حرا کی طرح بن جائے گی، جب ان کے سر پر تاروں کا ڈالا جائے گا تو آگ بھڑک اٹھے گی اور اس کی شعلہ باری بڑھتی ہی چلی جائے گی۔

﴿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اگر آدمی اس ہیئت کدائی میں دوزخ سے باہر آجائے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں۔ گردن میں بہت سے طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں اور وہ زنجیریں کھڑکھڑاتا باہر نکلا آئے اور لوگ اس کو اس حالت میں دیکھ لیں تو (ڈر کر) بھاگ کھڑے ہوں اور جہاں تک اُن سے بھاگا جائے وہ بھاگتے چلے جائیں حضورؐ نے فرمایا کہ دوزخ کی گرمی، تاریکی، گونا گوں عذابوں اور ٹھکانوں کی تنگی کی وجہ سے دوزخیوں کے گوشت نیلے پڑ جائیں گے، ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی، دماغ کھوٹنے لگے گا، بھیجا پگھل پگھل کر باہر نکل کر جسم پر بہتا ہوگا، جہاں سے گزریگا

لے شام کی سرحد کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔ یہ بھی ایک پہاڑ کا نام ہے۔

اس جگہ کو (اپنی حدت اور تپش سے) جلادینگا۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو جائیں گے، ان سے کچلاؤ بہنے لگے گا۔ ان ٹوٹے ہوئے جوڑوں میں کھڑے پڑ جائیں گے، ان میں ایک ایک کھڑا گورخر کی برابر ہوگا۔ گوہوں اور شاہین کی طرح ان کے نکیلے ناخن ہونگے یہ ناخن کھال اور گوشت کے اندر پیوست ہو جائیں گے، ادھر ادھر دوڑیں گے، یہ کھڑے کاٹیں گے، سہمے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح ادھر ادھر جاتیں گے۔ دوزخیوں کا گوشت کھائیں گے، ان کا خون پئیں گے، گوشت اور خون کے ہوا ان کی کوئی غذا نہیں ہوگی۔

پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں پر نيزوں کے بھالوں جیسے نوکیلے پتھروں پر بڑی قوت اور سختی کے ساتھ گھسیٹیں گے اور اسی طرح گھسیٹتے ہوئے جہنم کے سمندر تک جو یہاں سے ستر میل کی مسافت پر ہوگا لے جائیں گے اس اثناء میں ان کا جوڑ جوڑ کھل جائے گا اور پارہ پارہ ہو جائے گا۔ ان کو روزانہ ستر ہزار نئی کھائیں (عذاب سہنے کے لئے) دی جائیں گی، بحر جہنم پر پہنچ کر ان کو جہنم کے موکلوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ وہ ان دوزخیوں کی ٹانگیں پکڑ کر جہنم کے سمندر میں پھینک دینگے، جہنم کے سمندر کی گہرائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ توریت میں مرقوم ہے کہ بحر جہنم کے مقابلے میں دنیا کا سمندر ایسا ہی ہے جیسے اس دنیاوی سمندر کے مقابلے میں ایک چھوٹا چشمہ! بحر جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب وہ عذاب اٹھائیں گے اور عذاب کا مزہ چکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہے گا کہ پہلے ہم کو جو کچھ عذاب دیا گیا تھا وہ تو اس عذاب کے مقابل میں محض ایک خواب تھا (کچھ بھی نہیں تھا)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار اس جہنم کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد سمندر انہیں اچھال کر ستر ہاتھ دور پھینکے گا۔ ہر ہاتھ کا فاصلہ باگز کا نہیں ہوگا بلکہ اتنا ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک ہے، پھر فرشتے ان دوزخیوں کو گرزوں سے ماریں گے اس کے بعد انہیں ستر سال کی مدت میں طے ہونے والی گہرائی میں غرق کر دیا جائے گا۔ ان کا کھانا پینا اسی دریا سے ہوگا پھر وہ ایک سو چالیس سال کی مسافت کے بقدر اوپر ابھر جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک چاہے گا کہ ذرا دم لے لے، مگر فوراً ہی فرشتے گز مارنے کے لئے آجائیں گے یہ عذاب اس عذاب کے علاوہ ہوگا جو ان پر جاری ہے جب وہ دم لینے کو سراؤ پر اٹھائیں گے تو ستر ہزار گز ان کے سروں پر پڑیں گے اور پھر ان کو ستر ہاتھ کی گہرائی میں غوطہ دے دیا جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ اسی حال میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کا گوشت اور ہڈیاں سب گل سٹر جائیں گی صرف جان باقی رہ جائے گی اس وقت ایک موج اٹھ کر ان کو ستر سال کی مسافت کے بقدر دوری پر لیجا کر کسی ساحل کی طرف ان کو اچھال دے گی۔ اس ساحل میں ستر ہزار غار ہوں گے اور ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی اور ہر شاخ کا طول ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ ہر شاخ میں ستر ہزار اڑدے ہوں گے اور ہر اڑدے کی لمبائی ستر گز ہوگی، اس کے ستر دانت ہوں گے اور ہر دانت میں ایک ٹسکا زہر بھرا ہوگا۔ ان غاروں میں آنے کے بعد ان کی روحوں کو نئی کھالیں اور نئے بدن دیئے جائیں گے، لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور بچھوان طوقوں سے لپٹ جائیں گے، ہر دوزخی پر (عذاب کے لئے) ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو مقرر کئے جائیں گے۔ پہلے تو یہ سانپ ان کے گھٹنوں

تک اوپر چڑھیں گے دوزخی اس اذیت کو برداشت کریں گے پھر سینوں تک آجائیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے پھر ہنسی تک چڑھ آئیں گے اس پر بھی یہ صبر کریں گے یہاں سے یہ اوپر چڑھ کر ان کے نتھنوں، لبوں، زبانون اور کانوں کو پکڑ کر لٹک جائیں گے۔ اسی طرح بجھو عمل کریں گے۔ بجھو اور سانپ اپنا تمام زہر ان کو پلائیں گے اس وقت جہنم کی طرح بھانگے اور اس میں گر پڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا، کوئی اس وقت ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔ سانپان کا گوشت چبائیں گے، خون چوسیں گے اور کچھو ان کو ڈسیں گے، اس وقت ان کا سارا گوشت گل گل کر گر پڑے گا اور ہر جوڑ الگ ہو جائے گا، جب یہ (اس اذیت سے بچنے کے لئے) بھاگ کر دوزخ میں جا گریں گے تو ستر برس تک ان سانپوں اور بجھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ کا ان پر اثر نہیں ہوگا۔ پھر آگ میں جلنے کے بعد ان کو نئی کھالیں دی جائیں گی اس وقت وہ کھانا مانگیں گے، فرشتے کھانا لے کر آئیں گے جو ولیمہ سے موسوم ہوگا، یہ کھانا لوہے سے زیادہ سخت ہوگا وہ اسے چبانہ سکیں گے اور آگ ل دینگے اور بھوک کی شدت میں اپنی انگلیوں اور ہاتھوں کو چبا ڈالیں گے، وہ اپنی ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے، اس کے بعد کلائیاں پھر کھنیاں اور اس کے بعد مونڈھے کھا جائیں گے، صرف شانے باقی رہ جائیں گے اس سے آگے ان کا منہ نہیں پہنچے گا اس لئے وہ مزید نہ کھا سکیں گے، پھر لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کوئیں (ایڑیوں کے اوپر کا حصہ) پھنسا کر تھوہڑ کے درختوں میں (الٹا) لٹکا دیا جائے گا، زقوم کی ہر شاخ میں اگرچہ یہ دوزخی ستر ستر ہزار لٹکے ہوں گے لیکن ان کے بوجھ سے شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی، نیچے سے ان کو جہنم کی لپٹیں پہنچیں گی اور ستر برس تک یہ عذاب ان پر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور جائیں باقی رہ جائیں گی پھر از سر نو ان کے جسم اور کھالیں پیدا کی جائیں گی اس وقت ہاتھ کے پوروں کے بل ان کو لٹکایا جائے گا، ان کے سرینوں سے آگ ان کے جسموں کے اندر داخل ہوگی اور ان کے دلوں کو کھاتی ہوئی ان کے نتھنوں اور کانوں سے نکل جائے گی، اس عذاب کی مدت ستر سال ہوگی جب اس مرتبہ میں ہڈیاں اور گوشت پگھل جائیں گے اور صرف جائیں باقی رہ جائیں گی تو پھر از سر نو بدن اور کھالیں پیدا کی جائیں گی، اس بار ان کی آنکھوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو لٹکایا جائے گا اور برابر عذاب ہوتا رہے گا غرضیکہ کوئی جوڑ کوئی عضو اور سر کا کوئی بال ایسا نہیں ہے گا جہاں آنکڑا ڈال کر تھوہڑ کے درخت سے ستر سال تک نہ لٹکایا جائے پس وہ ہر عضو اور ہر جوڑ سے موت کا مزا چکھیں گے لیکن ان کو موت نہیں آئے گی، ان عذابوں کے بعد بھی ان پر طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جب فرشتے ان دوزخیوں کو یہ تمام عذاب دے چکیں گے اور ان کو چھوڑ دیں گے تو ہر جہنمی ہر دوزخی کو زنجیر میں باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں ان کے ٹھکانوں پر لیجا دیں گے، ہر دوزخی کا ٹھکانہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا، کسی کے ٹھکانے کا طول ایک ہینے کی مسافت کے بقدر ہوگا اور وہاں آگ دہکتی ہوگی اور سوائے اس شخص کے کوئی دوسرا وہاں نہیں ہوگا، کسی کی فرودگاہ کا طول ۱۹ دن کی مسافت راہ کے بقدر ہوگا پھر یہ ٹھکانے تنگ اور چھوٹے ہونا شروع ہوں گے اور بعض ٹھکانوں کا طول صرف ایک دن کی مسافت کے بقدر رہ جائے گا، ان ٹھکانوں کی وسعت اور تنگی کے تناسب ہی مکینوں پر عذاب کیا جائے گا۔ کسی کو الٹا لٹکا کر عذاب دیا جائے گا اور کسی کو چت لٹا کر، کسی کو بٹھا کر، کسی کو گھٹنوں کے بل جھکا کر، کسی کو گھڑا کر کے عذاب دیا جائے گا

یہ تمام مقامات عذاب اپنے والوں کے لئے نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تنگ ہوں گے، آگ کسی کے ٹخنوں تک ہوگی اور کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی رانوں تک پہنچے گی، کسی کی ناف تک اور کسی کے حلق تک کوئی آگ میں غوطہ کھاتا ہوگا اور کوئی اس میں غرق ہوگا۔ کوئی آگ میں (گرداب کی طرح) چکر کھائے گا، یہ آگ انھیں سترامہ کی مسافت کے بقدر گہرائی تک پہنچائے گی پھر جب وہ اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا یہ وہاں اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو سوکھ جائیں گے اس وقت وہ خون کے آنسو روئیں گے، ان کے آنسو اس قدر ہوں گے کہ اگر جمع ہو جائیں تو ان میں کشتی رانی ہو سکتی ہے۔

۷۷۷

دوزخ کی تہ میں دوزخیوں کے جمع ہونے کا ایک دن ہوگا اور اس دن کے بعد پھر وہ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکیں گے، خدا کے حکم سے منادی دوزخ کی تہ میں ندا دے گا: اس منادی کی آواز دور، نزدیک، دوزخ کے بلائی حصے اور زیریں حصے والے سب ہی سن لیں گے۔ اس منادی کا نام حشیشی ہوگا۔ حشر بچا لے گا! لے دوزخیو! جمع ہو جاؤ! سب کے سب جہنم کے بنیادی حصے میں جمع ہو جائیں گے، ان کے عذاب کے فرشتے ساتھ ہوں گے یہ سب دوزخی آپس میں مشورہ کر نیچے۔ دنیا میں جن لوگوں کو کمزور اور حقیر سمجھا جاتا تھا وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمھارے مطیع و فرمانبردار بنے رہے کیا آج تم ہم کو خدا کے عذاب سے بچا سکو گے؟ دنیا کے یہ بڑے (مفرد و متکبر) لوگ کہیں گے کہ ہم سب دوزخ میں پڑے ہیں، اللہ اپنے بندوں کا فیصلہ کر چکا ہے! (پھر تم ہم سے کیا مدد طلب کرتے ہو) اللہ تم کو سمجھے تم ہم سے فریاد کر رہے ہو، یہ کمزور لوگ جواب دیں گے، خدا کرے تم کبھی خوشی کا منہ نہ دیکھو! تم ہی تو یہ عذاب ہم پر لائے ہو (تمھاری ہی بدولت یہ عذاب ہم پر نازل ہوا ہے) پھر یہ لوگ خداوند عالم سے عرض کر نیچے! لے ہمارے رب جن کی بدولت ہمیں اس عذاب کا سامنا کرنا پڑا ہے ان پر اپنا عذاب دوگنا کر دے (بد دعا سنکر یہ منکر و مغرور لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمھاری مدد کرتے، غریب اور کمزور لوگ جواب دینگے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم رات دن مکرو فریب میں مبتلا رہے کہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کا شریک بنائیں آج ہم تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے، بیزار ہیں۔

اس کے بعد یہ سب دوزخی اپنے ساتھ کے شیطانوں کی طرف توجہ کریں گے اور کہیں گے تمھارے گمراہ ہونے سے ہم بھی گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے سب سے آخر میں شیطان ملعون بلند آواز سے کہے گا! لے دوزخیو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اس نے تم کو دعوت حق دی تھی مگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا اور اس کے وعدے کو سچ نہ جانا اور اس کی تصدیق نہیں کی، اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا آج اس کے خلاف کیا میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو (باطل کی) دعوت دی تھی تم نے وہ دعوت قبول کر لی۔ اب مجھے تم برا نہ کہو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو، اب تو میں نہ تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ اپنی مدد پر قادر ہوں، اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے تھے میں آج ان کا انکار کرتا ہوں۔ اس کے بعد منادی اعلان کرے گا ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اس وقت کمزور متکبران پر اور متکبر و مغروران کمزور لوگوں پر لعنت بھیجیں گے، یہ سب اپنے ساتھ والے

شیطانوں پر اور ان کے ساتھی شیطان ان سب پر لعنت بھیجیں گے اور اپنے ساتھی شیطانوں سے کہیں گے کاش! ہمارے
اور تمہارے درمیان فاصلہ، مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ہو جائے، تم آج بھی برے ساتھی ہو اور کل دنیا میں بھی
برے ساتھی تھے۔ ۱۱۷۹

بعد ازیں لوگ اپنے اپنے جماعت اور گروہ پر نظر ڈالیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے آؤ! ان موگلوں سے
کہیں کہ یہ اللہ سے ہماری سفارش کریں تاکہ ایک ن کا عذاب ہی اللہ تعالیٰ ہلکا کر دے، اپنے موگلوں سے گفتگو کرنے
میں ان کو ستر سال لگ جائیں گے اور اس تمام مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے آخر کار موگلوں سے وہ یہ بات
کہیں گے وہ ان کو جواب دیں گے کہ کیا اللہ کے احکام لے کر پیغمبر تمہارے پاس نہیں آئے تھے، سب کہیں گے بیشک آئے تھے
اس وقت موکل کہیں گے بس تو اب تم یونہی فریاد کرتے رہو مگر کافروں کی بیکار اب بیکار ہے، جب موگلوں کے
جواب سے وہ مایوس ہو جائیں گے اور ان کو اچھا جواب نہیں ملا تو وہ مالک (داروغہ جہنم) سے فریاد کریں گے اور کہیں گے
اے مالک تم ہی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو! کہ وہ ہم کو موت دیدے، مالک اول تو بقدر مدت دنیا ان کی بات
کا جواب نہیں دینگے، کوئی بات ہی نہیں کریں گے پھر جواب دیں گے بھی تو کہیں گے، موت کے فیصلہ سے پہلے مدتوں
تک تم کو یہاں رہنا ہوگا۔ جب وہ مالک کے جواب سے بھی مایوس ہو جائیں گے تو اس وقت اپنے رب سے فریاد کریں گے
اور کہیں گے الہی! تو اب ہم کو یہاں سے نکال دے اگر دوبارہ ہم تیری نافرمانی کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے
اللہ تعالیٰ ان کی اس فریاد کا بقدر زمانہ ستر سال جواب نہیں دیگا پھر جس طرح کتوں کو دھتکارتے ہیں اسی طرح اُدھتکار
ہوئے ان کا جواب لگا کہ "جہنم میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو" مجھ سے فریاد نہ کرو، جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب
بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی امید افزا جواب نہیں دیا گیا تو ایک دوسرے سے (مایوسی کے ساتھ) کہیں گے کہ
اب ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں باتیں برابر ہیں ہم کو رہائی تو نصیب نہیں ہوگی اس وقت نہ ہمارا کوئی سفارشی
ہے اور نہ کوئی دلسوزی کرنے والا دوست ہے۔ اگر ایک بار ہم دنیا میں پھر لوٹ جائیں تو ضرور ایمان والوں میں شامل ہو جائیں
بعد ازیں فرشتے ان کو لوٹا کر ان کے ٹھکانوں پر لے جائیں گے اس وقت ان کے قدم ڈگمگاتے ہونگے ان کی تمام جیتیں،
ناکارہ بن چکی ہوں گی، اللہ کا عذاب یکم چکے ہوں گے اور اس کی رحمت کی امید منقطع ہو چکی ہوگی سوت اضطراب عالم
ہوگا، رسوائی اور ایک عظیم ذلت ان پر مسلط ہوگی وہ اپنی اس کوتاہی پر جو ان سے دنیا میں سرزد ہوئی بہت کچھ فریاد و
فغاں کریں گے اور اعمال کے ان بوجھوں پر حسرت و انوس کریں گے جو اپنی گردنوں پر دنیا سے لاد کر لائے تھے، ان کی گردنوں
پر نہ صرف ان کے بوجھے ہوں گے بلکہ ان کی گردنوں پر ان کی پیروی کرنے والوں کے بوجھے ہوں گے، ان کا عذاب ان کی
زمین کے ذروں اور ان کے دریاؤں کے قطروں سے بھی زائد ہوں گے ان کے ارد گرد عذاب دینے والے ستفاک و طرار فرشتے
ہوں گے جو عذاب دینے میں کوئی رورعایت نہیں کریں گے، ان کا حکم بہت سخت اور بات اٹل ہوگی، ان عذاب نے اپنے والے
فرشتوں کے جسم بڑے بڑے، بجلی کی طرح کوند تے چہرے انگاروں سی دھکتی آنکھیں اور شعلہ آتشیں کی طرح سرخ بمبھوٹا

وَمَا دَعَا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (کافروں کی دعا سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو فعل حرام سے محفوظ نہیں رکھتے گناہوں کے ساتھ
(زنا کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کا عذاب یہ ہوگا کہ ان کی شرمگاہوں کو آنکڑوں میں پھنسا کر دنیا کی
مذمت کے بقدر دوزخ میں لٹکا دیا جائے گا یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف ان کی جاں

باقی رہ جائیں گی پھر ان کو اتار لیا جائے گا اور از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی پھر ان کو اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا
اور بقدر مذمت دنیا ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ ان کے بدن گل جائیں گے اور صرف جانیں رہ جائیں گی۔
جو چوری کے گناہ کا مرتکب ہے اس کا عذاب یہ ہے کہ اس کا بندہ بند کاٹا جائے گا پھر از سر نو جسم دیا جائے گا
چور کا عذاب ستر ہزار فرشتے اس کے بند کاٹنے کے لئے، چھریاں ہاتھ میں لئے اس کی طرف بڑھیں گے۔

جھوٹی گواہی دینے والوں پر عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کی زبانوں میں آنکڑے ڈال
جھوٹی گواہی دینے پر عذاب کر ان کو اٹا لٹکا دیا جائے گا پھر ستر ہزار فرشتے ان پر کوڑے برسائیں گے یہاں تک کہ ان
کے جسم پگھل جائیں گے صرف روحیں باقی رہ جائیں گی۔

وہ لوگ جو شرک میں مبتلا رہے ہیں ان کو جہنم کے غاروں میں ڈال دیا جائے گا پھر غاروں کے دہانے بند
مشرک پر گناہ کر دیئے جائیں گے، ان غاروں میں سانپ اور بچھو کثرت سے ہونگے، آگ کے شعلے اور اس کا دھواں ہوگا
اور ہر دوزخی کا ہر گھڑی ستر ہزار بار جسم تبدیل کیا جائے گا۔

ظالم، سرکشوں اور متکبروں جیسے فرعون، ہامان وغیرہ پر اس طرح عذاب ہوگا کہ ان کو آگ کے
صندوقوں میں ڈال کر مقفل کر دیا جائے گا پھر ان صندوقوں کو جہنم کے سب سے زیریں حصہ میں رکھ
دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسے ہر دوزخی کو ایک لمحہ میں ننانوے
قسم کا عذاب دیا جائے گا اور دن میں ہزار مرتبہ ان کی کھالیں تبدیل کی جائیں گی۔

جو لوگ خیانت کرتے ہیں ان کو ان چیزوں کے ساتھ لایا جائے گا جن میں انھوں نے خیانت کی ہوئی
خیانت کرنیوالوں پھر ان کو جہنم کے دریا میں ان چیزوں کے ساتھ ڈال دیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ دریا میں
کا عذاب! غوطہ لگاؤ اور ان چیزوں کو نکالو جن میں تم نے خیانت کی تھی وہ دریا کی تہ تک جائیں گے۔ صرف
اللہ تعالیٰ کو اس کی گہرائی کا علم ہے اور کسی کو نہیں! وہ اس دریا میں غوطہ لگائیں گے اور جب سانس پھنکے لئے سر اٹھائیں گے
تو ستر ہزار فرشتے لوہے کے گرد سے انھیں ماریں گے یہ عذاب ان پر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اہل دوزخ جہنم میں
قرنوں (احقاب) تک رہیں گے، مجھے ان قرنوں (احقاب) کی تعداد نہیں معلوم ہاں آخرت کا قرن (حقب) اسی ہزار برس کا
ہے۔ تین سو ساٹھ دن کا اور دین ہزار برس کا ہوگا۔ پس اہل دوزخ کی ہلاکت ہی ہلاکت ہے، ان کے چہروں کی ہلاکت
ہے کہ وہ آفتاب کی گرمی اور جدت کو تو برداشت نہیں کر سکتے مگر دوزخ کی آگ میں ان کو جلنا پڑے گا۔ ان سروں کی ہلاکت
ہے کہ سر کا درد تو برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں ان پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا۔ اور ہلاکت ہے ان آنکھوں

کی جو آشوبِ جہنم کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر دوزخ میں ان سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ اور ہلاکت ہے ان نھنوں کی جو بدلو کو سونگھنا گوارا نہیں کرتے تھے مگر وہاں آگ ان کو کھائے گی۔ ان کاؤں کی ہلاکت ہے جو خوشگوار آوازیں سننا پسند کرتے تھے مگر جہنم میں ان سے شعلے نکلیں گے، ہلاکت ہے ان گردنوں کو جو دردِ الم تو برداشت نہیں کر سکتی تھیں مگر اس وقت ان میں طوق ڈالے جائیں گے، ہلاکت ہے ان کھالوں کی جو موٹا لباس پہننا برداشت نہیں کرتی تھیں مگر جہنم میں ان کو آگ کے کھردرے بدبودار اور سخت کپڑے پہنائے جائیں گے، ہلاکت ہے ان پیٹوں کی جو ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر دوزخ میں زقوم (مٹھوہڑ) کے کھولتے پانی سے ان کو جھینا پڑے گا جس سے انٹریاں بھی کٹ جائیں گی۔ ان پیروں کی ہلاکت ہے جو برہنہ پائی برداشت نہیں کر سکتے تھے مگر انھیں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، پس اہل دوزخ کے لئے ہلاکت ہی ہلاکت اور عذاب ہی عذاب ہے جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔ الہی اپنے حلمِ عظیم اور فضلِ عظیم کی برکت سے دوزخی نہ بنانا (آمین ثم آمین)۔

دوزخ کے پل
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کے سات پل ہیں اور ہر دو پلوں کے درمیان ستر سال کا فاصلہ ہے، ہر پل کی چوڑائی تلوار کی دھار کے برابر ہے، لوگوں کا پہلا گروہ پلک جھپکنے کی تیزی کی طرح اس پل پر سے گزر جائے گا، دوسرا گروہ بجلی کے کوندے کی طرح تیسرا گروہ تیز ہوا کے جھونکے کی مانند، چوتھا گروہ پرندے کی پرداز، پانچواں گروہ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح، چھٹا تیز رفتاروں کی مانند اس پل سے گزر جائے گا۔ ساتواں گروہ پیادہ پا لوگوں کی طرح اس سے گزرے گا، پل سے گزرنے والوں میں جب آخری آدمی رہ جائے گا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ گزرا! وہ اپنے دونوں پاؤں جیسے ہی پل پر رکھے گا اس کا پاؤں پھسل جائے گا تو وہ گھٹنوں کے بل چلنے کی کوشش کرے گا، آگ فوراً اس کے بالوں اور کھال پر اثر انداز ہوگی۔ وہ پیٹ کے بل چلنے کی کوشش کرے گا اور گھسٹتا ہوا چلے گا جب پاؤں بھی سہارا نہیں دے گا تو ایک ہاتھ پکڑ کر چلے گا اور دوسرا ہاتھ اس کا لٹکتا رہے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر عذاب کرتی ہے گی وہ خود یہ گمان کرے گا کہ اب میں عذاب سے بچ نہیں سکتا مگر پیٹ کے بل سرکے سرکے وہ پل کو پار کرے گا پل پار کرنے کے بعد وہ پل کی طرف دیکھے گا اور کہے گا ”کیسی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے عذاب سے نجات بخشی، مجھے یقین نہیں آتا کہ میرے رب نے انگوں یا پچھلوں میں سے کسی پر ایسی رحمت و بخشش فرمائی ہو جیسی اس نے مجھ پر فرمائی“۔

حضور نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حوض کے پاس لے جائے گا جو جنت کے دروازے کے سامنے ہے۔ اور کہے گا اس میں غسل کر لو اور اس کا پانی پی لو وہ غسل کرے گا اور پانی پیے گا۔ اس سے بہشت والوں کی خوشبو آئے گی اور اس کا رنگ نکھر جائے گا پھر وہی فرشتہ اسے جہنم کے دروازے پر لاکر کھڑا کر دیگا اور کہے گا اس وقت تک یہاں کھڑے رہو جب تک اللہ تعالیٰ کی اجازت تمہارے ہائے میں نہ آجائے اس وقت وہ دوزخیوں کی طرف دیکھے گا، دوزخی کتوں کی طرح بھونکتے ہوں گے اس وقت وہ شخص دور و کر عرض۔

کرے گا الہی! میرا منہ ان دو زخیوں کی طرف سے پھیر دے (تاکہ میں انہیں نہ دیکھ سکوں) اے میرے رب! اس کے سوا میں تجھ سے کچھ اور طلب نہیں کروں گا۔ وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا اور اس کا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے گا اس وقت وہ بندہ جہاں کھڑا ہوگا وہاں سے جنت صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہوگی۔ وہ جنت کے دروازے اور اس کی وسعت کی طرف دیکھے گا۔ دروازے کے دونوں بازوؤں کے مابین فاصلہ تیزاڑنے والے پرندے کی چالیس سال کی فست کے بقدر ہوگا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا وہ بندہ اپنے رب سے عرض کرے گا اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھ پر احسانات عظیم فرمائے ہیں، تو نے مجھے آگ سے نجات دی منہ پھیر کر جنت کے رخ پر کر دیا۔ اب میرے اور جنت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے! اے پروردگار! تیرے جلال و عزت کی قسم میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کہ تو مجھے جنت کے دروازے میں داخل کر دے میں تجھ سے اور کچھ طلب نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ جنت کے دروازے کو میرے اور اہل دوزخ کے درمیان حائل فرما دے تاکہ میں ان کی آواز بھی نہ سُن سکوں اور نہ انہیں دیکھ سکوں۔ پھر وہی فرشتہ رب العالمین کی بارگاہ سے آئے گا اور کہے گا اے ابن آدم! تو کس قدر جھوٹا ہے؟ کیا تو نے سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ کہے گا اور قسم کھائے گا کہ عزت رب کی قسم میں کچھ اور نہیں مانگوں گا، اس وقت فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازے میں داخل کر دے گا اور خود بارگاہ الہی میں واپس چلا جائے گا وہ شخص اس وقت اپنے دائیں بائیں اور سامنے یکساں مسافت کے بقدر جنت کو دیکھے گا تو اسے سوائے درختوں اور مچھلیوں کے کچھ نظر نہیں آئے گا، جنت کے قریب ترین درخت کا اس کے مقام سے فاصلہ ایک پر تیر ہوگا۔ وہ اس پیر کو دیکھے گا تو اس کی جڑ سونے کی شاخیں چاندی کی اور پتے اُن حسین پتروں کی طرح نظر آئیں گے جنہیں انسان نے دیکھا ہے۔ اس کے پھل ممکن سے زیادہ نرم، شہد زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہیں۔ بندہ یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا اور پھر عرض کرے گا! الہی تو نے مجھے جہنم سے نجات دی اور جنت کے دروازے میں داخل کر دیا، تو نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں لیکن مجھے اور اس درخت کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے اس کو بھی دور فرما دے اس کے سوا میں تجھ سے اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر وہی فرشتہ آئے گا اور کہے گا تو بھی بڑا جھوٹا ہے تو نے تو مزید سوال نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا پھر مزید سزا کیوں کر رہا ہے تیری قسم کہاں گئی تجھے شرم نہیں آتی! آخر کار اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے اندر قریب ترین محل تک لے جائیگا پیکار سے ایک سال کی مسافت کے بقدر دوری پر موتی کا ایک محل دکھائی دے گا۔ اس محل کو اپنے سامنے اور اپنی قیام گاہ کو اپنے عقب میں دیکھ کر اسے ایسا معلوم ہوگا کہ پچھلی جگہ بالکل ہیچ تھی اس وقت وہ بے ساختہ عرض کرے گا! الہی! میں یہ مکان تجھ سے مانگتا ہوں اس کے بعد کسی چیز کی درخواست نہیں کروں گا۔ ذرا ایک فرشتہ آئے گا وہ کہے گا اے انسان! کیا تو نے اپنے رب کی قسم اس سے پہلے نہیں کھائی تھی؟ تو کس قدر کاذب ہے خیر جانتے دیا! جب یہ بندہ اس محل میں پہنچے گا تو اس کے مقابل کا سماں اور منظر دیکھ کر یہ مکان اور محل تو بے وقت معلوم ہوگا، محل کچھ کر بے تابو ہو جائے گا اور عرض کرے گا اے رب میں تجھ سے اس محل کا خواستگار ہوں اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا فرشتہ پھر آکر کہے گا اے ابن آدم کیا تو نے قسم نہیں کھائی تھی؟ آخر تو کتنا دروغ گو ہے؟ فرشتہ اسے اس محل میں داخل کر دے گا

مک نظر آئے گا جب یہ بندہ اس کی طرف سے ذرا دیر کو بھی غافل ہو کر دوبارہ اس کے جمال کو دیکھے گا تو اس کو حور کا جسم پہلے سے سترگنا زیادہ حسین نظر آئے گا، حور اس کے لئے آئینہ ہوگی اور وہ حور کے لئے !!

جنت کے محل کی کیفیت ہر محل کے تین سو ساٹھ دوازے ہوں گے اور ہر دروازے پر تین سو ساٹھ موتی، یا قوت اور دیگر جواہر کے قیمتی ہونگے اور ہر قبے کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوگا جب وہ محل سے سرنکال کر جھانکے گا تو بقدر مسافت زمین اس کو اپنی ملکیت نظر آئے گی اور جب وہ اس کی سیر کرنے کا تو سو برس تک اپنی ہی ملکیت (سرزمین) میں چلتا رہے گا مگر اس کی حد ختم نہیں ہوگی۔ ہر دروازے پر فرشتے موجود ہونگے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور تحفے لا کر آئے۔ ہر فرشتے کے پاس ایسا ہدیہ ہوگا جو دوسرے کے پاس نہیں ہوگا۔ یہ فرشتے اپنے ہدیوں اور تحفوں کے ساتھ روزانہ دکن چڑھے اس بندے کو سلام کرنے آئیں گے، اللہ کی کتاب (قرآن شریف) میں اس کی تصدیق اس طرح موجود ہے۔

وَأَمَّا لَشَيْكَةِ يُدْخِلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ
مزیار شاد فرمایا:-

وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا
اور جنت میں ان کے لئے صبح و شام رزق ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بندہ جو سب سے آخر میں داخل ہوا تھا اہل جنت اسے مسکین کے نام سے پکاریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے مرتبے اس سے کہیں زیادہ افروز ہونگے، اس مسکین کے کھانے کے لئے صرف اتنی ہزار خادم مقرر ہوں گے جب وہ کھانے کی خواہش کرے گا تو اس کے سامنے کھانا ایسے خوانوں میں پیش ہوگا جو زرد اور سرخ یا قوت سے مرصع ہوں گے ان خوانوں کے پائے مروارید کے ہوں گے ہر پائے کی لمبائی بیس میل ہوگی ان خوانوں میں ستر قسم کے لذیذ اور رنگا رنگ کھانے ہوں گے۔ پیالوں میں مختلف قسم کے شربت ہوں گے۔ کھانے کا مزہ شروع سے آخر تک یکساں قائم رہے گا، اگرچہ بعض کھانے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن ان کا رنگ و روپ ایک دوسرے سے الگ ہوگا ہر خادم کو اس کا حصہ کھانے سے ضرور دیا جائے گا لیکن جب یہ بندہ کھا چکے گا تب اس کے پس خوردہ سے دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اونچے درجہ والے اس مسکین جنتی کی زیارت کرینگے زلفندی سے اس کو دیکھیں گے (لیکن یہ ان لوگوں کو کہیں دیکھ سکے گا۔ اونچے درجے والے ہر جنتی کی خدمت میں آٹھ لاکھ خدمت گار ہوں گے ہر خادم کے ہاتھ میں ایک خوان ہوگا جس میں کھانا ہوگا اور جو کھانا ایک خوان میں ہوگا وہ دوسرے میں نہیں ہوگا۔ جنتی ہر قسم کے کھانے میں سے کچھ نہ کچھ ضرور کھائے گا، جب یہ کھانے سے فارغ ہوگا تو ہر خادم کو اس پس خوردہ کھانے اور شربت سے حصہ ملے گا۔ ہر جنتی کو ۲۰ حوریں اور دو انسانی بیویاں عطا ہوں گی۔ ہر بیوی کا محل یا قوت سبز کا ہوگا جو سرخ یا قوت سے مرصع ہوگا ہر قصر کے ستر ہزار دروازے (کوڑے) ہونگے۔ ہر کوڑے پر

موتی کا ایک قبتہ ہوگا۔ ہر بیوی شتر ہزار جوڑے پہنے ہوگی۔ ہر جوڑے کے شتر ہزار رنگ ہوں گے اور کوئی جوڑا ایک دوسرے کے مانند و مشابہ نہ ہوگا۔ ہر بیوی کی خدمت میں ایک ہزار لونڈیاں ہوں گی اور شتر ہزار خواتین سہیلیاں ہوں گی، ہر لونڈی کے ہاتھ میں کھانے سے بھرا ہوا خوان اور شربت سے پر پیالہ ہوگا اور ایک خوان کا کھانا اور پیالہ کا شربت دوسرے خوان کے کھانے اور شربت سے مشابہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب وہ بندہ خواہش کریگا کہ اپنے اس بھائی سے ملاقات کرے جس سے دنیا میں اللہ عزوجل کے واسطے محبت کرتا تھا، وہ کہے گا کہ کاش مجھے اپنے بھائی کا حال معلوم ہوتا کہ وہ کس حال میں ہے اس کو خطرہ ہوگا کہ کہیں وہ تباہ نہ ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے اس خطرے سے واقف ہوگا وہ فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کو اس کے بھائی کے پاس پہنچا دو، اس حکم کے بعد فرشتہ اس کے پاس ایک عدد اونٹنی لیکر آئے گا جس پر پالان کے بجائے لوز کے گدے (نمدے) بڑے ہوں گے، جنتی اس کو سلام کریگا فرشتہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہے گا کہ اٹھو سوار ہو اور اپنے بھائی کے پاس ملاقات کے لئے چلو، جنتی اونٹنی پر سوار ہو کر ہرگز ہشت کا وہ راستہ جو ہزار برس میں طے ہو سکتا تھا اتنی جلدی طے کر لیا جتنی دیر میں تم اونٹنی پر سوار ہو کر قیصر قناری سے ایک قدم کا راستہ طے کرتے ہو۔ یہ راہ طے کر کے اپنے بھائی کے گھر پہنچ جائے گا اور اس کو سلام کرنے گا وہ سلام کا جواب دے گا۔ اور اسے خوش آمدید کہے گا وہ دریافت کرے گا کہ لے بھائی تم کہاں تھے؟ مجھے تو تمھارے بارے میں اندیشہ لاحق ہو گیا تھا، دونوں معانقہ کریں گے اور کہیں گے اس خدا کا شکر و احسان ہے جس نے ہم کو ملایا پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد ایسی خوش الحانی سے کریں گے کہ کسی نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی۔

حضور نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ ان دونوں سے فرمائے گا کہ لے میرے بندو! یہ وقت عبادت اور بندگی کا نہیں ہے بلکہ ہم سے تحائف مانگنے کا وقت ہے لہذا تم دونوں کی جو خواہش ہو ہم سے طلب کرو، وہ دونوں عرض کریں گے کہ الہی! ہم دونوں کو اس درجہ (نزالت) میں یکجا کر دے اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ایک خیمہ میں یکجا کر دیگا (دونوں کو ایک ساتھ رہنے کا حکم فرما دیگا) اس خیمہ کے چاروں طرف موتی اور باقوت ہوں گے ان کی بیویوں کے لئے الگ مقام ہوں گے پھر وہ دونوں ایک ساتھ کھائے پئیں گے اور ہر طرح کا لطف اٹھائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب کوئی لقمہ اپنے منہ میں رکھے گا اور اس کے دل میں کسی دوسرے کھانے کی خواہش ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسی لقمہ کو اس کے منہ میں اسی مرغوب و مطلوب کھانے میں تبدیل فرمادے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جنت کی زمین کیسی جنت کی زمین ہوگی؟ حضور نے ارشاد فرمایا اس کی زمین سفید و نرم چاندی کی اور اس کی مٹی مشک کی ہوگی اور ٹیلے زعفران کے ہوں گے اس کی چار دیواری مروارید، باقوت اور سونے چاندی کی ہوگی اور ایسی شغاف کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی، جنت میں ایسا کوئی محل نہ ہوگا جس کی اندر کی چیزیں باہر سے اور باہر کی چیزیں اندر سے نظر نہ آتی ہوں، جنت میں ہر شخص کا لباس تہ بند (ازار) اور چادر اور بغیر سٹے ہوئے جوڑے ہوں گے

موتیوں کا تاج سر پہ ہوگا، تاج میں چاروں طرف موتی، یاقوت اور زمرد ہوں گے اور اس سے سونے کی دو زنجیریں لٹکتی ہونگی۔ گردن میں سونے کا گلابند ہوگا جس کے کنارے یاقوت سبز اور مروارید کے ہوں گے۔ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین تنگن ہوں گے، ایک تنگن سونے کا، ایک چاندی کا ایک موتیوں کا ہوگا، تاج کے نیچے موتیوں اور یاقوت کے سربند ہوں گے۔ جوڑوں کے اوپر باریک ریشم کا لباس ہوگا جن کے استر سبز حریر کے ہونگے۔ سب تکئے لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہوں گے جن کا استر موٹے ریشم کا اور ابرہ عمدہ سُرخ نفیس کپڑے کا ہوگا۔ اس پر سُرخ یاقوت کی دھاریاں پڑی ہوں گی۔ ان کے تحت سُرخ یاقوت کے اور ان کے پائے مروارید کے ہوں گے، ہر تخت پر ہزار فرش چھ ہوں گے اور ہر فرش میں ستر رنگ ہونگے کوئی رنگ ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار بستر ہوں گے اور ہر بستر کے ستر رنگ ہوں گے۔ اور کوئی بستر دوسرے سے مشابہ نہیں ہوگا۔ ہر بستر کے دائیں بائیں ستر ہزار کرسیاں ہوں گی اور ہر کرسی نئی ہوگی اور ایک دوسرے سے مختلف۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اہل جنت خواہ وہ دنیا میں بہت قد ہی کیوں نہ ہوں جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے قد کے برابر ہوں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ تمام جنتی جوان ہوں گے، ریش و برودت (اداسی موچھ) کے بغیر، ان کی گہری سترنگیں آنکھیں ہونگی ان کی بیویاں سب یکساں قد کی ہوں گی، اس اہتمام کے بعد منادی ایسی آواز میں پکارتے گا جو دور و نزدیک پہنچے اور اوپر یکساں سنی جائے گی کہ اے جنت والو! کیا تم کو اپنے یہ گھر پسند آئے؟ سب جواب میں عرض کریں گے، خدای! قسم ہمارے رب نے ہمیں عزت اور کرامت کی جگہ اتارا ہے ہم یہاں سے کہیں اور منتقل نہیں ہونا چاہتے اور نہ اس کے بدلے دوسرا گھر ہم چاہتے ہیں، ہم اپنے رب کے جوار میں خوش ہیں اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم نے تیری منائی سنی اور اس کا سچا جواب عرض کر دیا۔

الہی ہم تیرے دیدار کے طالب ہیں تو ہمیں اپنا جلوہ دکھا دے کیونکہ تیرا دیدار ہی تو سب سے بڑھ کر ہے۔ دیدار الہی اس وقت اللہ تعالیٰ اس جنت کو جس کا نام دارالسلام ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی مجلس اور مقام ہے حکم دیکھا کہ خود کو سجائے اور آراستہ کرے اور اس کے لئے تیار ہو جائے کہ میں اپنا دیدار اپنے بندوں کو دکاؤں۔ جنت دارالسلام رب کا حکم سننے کی ادبات ختم ہونے سے پہلے ہی خود کو آراستہ کرنے کی اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والوں کے لئے تیار ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ میرے دیدار کے لئے میرے بندوں کو بلاؤ وہ فرشتہ بارگاہ الہی سے روانہ ہو کر بہت پر کف بلند اور لمبی آواز میں پکارے گا اے اہل جنت اے اللہ کے دوستو! آؤ اپنے رب کا دیدار کرو، اس کی آواز ہر جنتی سن لے گا خواہ وہ اوپر کے طبقے میں ہو یا نیچے کے طبقے میں! تمام جنتی اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو جائیں گے سفید ستوری اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی طرف چلیں گے اور دروازے کے قریب پہنچ کر سلام پیش کریں گے اور اس طرح کہیں گے "السَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَبِّنَا" (ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلام ہو) پھر وہ داخلے کی اجازت چاہیں گے ان کو اجازت دیدی جائیگی۔

جو نبی وہ دروازہ میں داخل ہونے کا ارادہ کر نیچے کے عرش کے نیچے سے مشیرہ نامی ہوا چلے گی وہ ہوا مشیرہ نے زعفران کے ٹیلوں کو اٹھائے گی اور نابین کران طالبان دیدار کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی پھر وہ اندر داخل ہو کر اپنے رب اور اس کی عرش و کرسی پر نظر ڈالیں گے، ان کو ایک گنہگار باال نظر آئے گا مگر رب جلوہ فرمائے ہوگا اس وقت یہ سب یکے بان ہو کر کہیں گے "سُبْحَانَكَ رَبَّنَا قَدْ دُشِّنَا بِرَبِّكَ اَمْلَا شُكَاكَ وَالتَّوْحِيدُ تَبَارَكَتْ وَتَعَالَى لَيْتَ" اے ہمارے پروردگار تو ہر عیب سے پاک ہے تو قدوس ہے تو فرشتوں اور رُوحوں کا رب ہے تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے، ہمیں اپنے جمال کے دیدار سے مشرف فرما! اس وقت اللہ تعالیٰ حجابات نور کو حکم دے گا کہ ہٹ جاؤ، فوراً یکے بعد دیگرے حجابات اٹھتے چلے جائیں گے اس طرح ستر حجابات اٹھ جائیں گے اور نابین حجاب اپنے بالائی حجاب سے نورانیت میں ستر گنا زیادہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔ طالبان دیدار سب سجدے میں گر پڑیں گے اور جتنی دیر اللہ چاہے گا سجدہ ریز رہیں گے، سب سجدے میں کہیں گے "ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیرے ہی لئے تمام حمد و ثنا ہے، تو نے ہم کو دوزخ سے بچایا اور جنت میں داخل کیا، یہ مکان ہمارے لئے کتنا اچھا ہے ہم تجھ سے پورے پورے راضی ہیں تو بھی ہم سے راضی ہو جا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے پورے طور پر راضی ہوں، یہ بندگی اور حمد و ثنا بیان کرنے کا وقت نہیں ہے، یہ عیش و شاد کامی کا وقت ہے، مجھ سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا،

آرزو کرو میں تمہاری آرزو سے بہت زیادہ تم کو دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت دل ہی دل میں آرزو کر نیچے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ ہمیشہ قائم رکھے اللہ تعالیٰ (ان کی آرزو کے جواب میں) فرمائے گا کہ جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے اور اسی کی مثل و مانند جو کچھ اور عطا کروں گا وہ سب تمہارے لئے قائم و دائم رکھوں گا، اہل جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سیر اٹھائیں گے اور رب العزت کے نور پاک کی شدت سے اس طرف نظر نہ اٹھاسکیں گے اس مجلس کا نام "مشرقِ قبیۃ عرش رب العالمین" ہوگا۔ اس کے بعد رب العزت ان سے فرمائے گا اے میرے بندو! اے میری قربت والا! میرے دوستو! میرے محبوبو! مجھ سے محبت رکھنے والا! اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اطاعت گزار بندوں میں سے منتخب کیا ہے! **مَرْحَبَا مَرْحَبَا!!**

عرش الہی اور منبر منبروں کے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی، ان کرسیوں کے نیچے فرش پر غائبے اور غائبوں کے نیچے مسندیں ہونگی۔ اللہ جل و جلالہ فرمائے گا! آؤ اور حسب مراتب بلقیو، سب سے آگے رسولانِ کرام (علیہم السلام) تشریف لائیں گے اور منبروں پر تشریف فرما ہو جائیں گے پھر انبیاء علیہم السلام کرسیوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور حضراتِ صاحبین آگے بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے اس کے بعد نورانی خوان بچھائے جائیں گے، ہر خوان کے ستر رنگ ہوں گے اور ہر ایک مردارید و یا قوت سے مرصع ہوگا۔ پھر حق تبارک تعالیٰ اپنے خدام کو حکم دے گا کہ سب کو کھلاؤ یہ خدام سب کے آگے خوانوں میں ستر پیالے یا قوت و مردارید کے رکھیں گے ہر ایک پیالے میں ستر قسم کا کھانا ہوگا اللہ عزوجل ارشاد

فرمائے گا کہ کھلاؤ، ہر ایک جتنا چاہے گا کھائے گا، کھاتے وقت آپس میں یہ حضرات کہیں گے کہ آج کے کھانے کے مقابل میں ہمارے گھر کا کھانا بالکل میچ تھا۔ وہ اس کے مقابلہ میں خواب و خیال ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ حضرات شراب ظہور سے سیراب کئے جائیں گے اس وقت اہل جنت آپس میں کہیں گے کہ ہمارے مشروبات تو اس مشروب کے مقابلے میں ایک خواب و خیال (میچ) ہیں، پھر رب العزت فرمائے گا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا اب ان کو پھل اور میوے کھلاؤ، خدام پھل لیکر آئیں گے اہل جنت ان پھلوں میں سے کچھ کھائیں گے اور کہیں گے ان پھلوں کے مقابلے میں ہمارے (دنیا کے) پھل بالکل میچ اور بے حقیقت ہیں۔ اللہ تعالیٰ خادموں کو حکم دیگا کہ تم نے ان کو کھلا پلا دیا میوے بھی کھلا دیئے اب ان کو لباس بہشتی اور زیور سے آراستہ کرو۔ خدام لباس اور زیور ان کو پہنائیں گے اس وقت یہ لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے زیور اور لباس تو بالکل میچ تھے۔ یہ لوگ کرسیوں پر بھی بیٹھے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ عرش سے ایک ہوا بھیجے گا جس کا نام میسرہ ہوگا یہ ہوا زیرین عرش سے مشک اور کافور کا غبار (جو برت سے زیادہ سفید ہوگا) ساتھ لاکر ان کے سروں، گریبانوں اور کپڑوں پر ڈال دے گی جس سے یہ سب معطر ہو جائیں گے، پھر تمام خوان نچے ہوئے کھانوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو! مجھ سے سوال کرو میں عطا کر دوں گا اور آرزو کرو گے اس سے زیادہ دوں گا یہ سب جنتی متفقہ طور پر کہیں گے اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم تجھ سے تیری رضا کے طالب ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے بندو میں تم سے راضی ہوں، سب سجدے میں گر پڑیں گے اور تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جائیں گے اس وقت رب العزت فرمائے گا میرے بندو! سر اٹھاؤ یہ عبادت کا وقت نہیں ہے یہ وقت تو عیش و عشرت اور راحت و عیبی کا ہے، بندے سجدے سے سر اٹھائیں گے، انوار ربی کی دہر سے ان کے چہرے تاباں ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب اپنے اپنے محلوں کو واپس جاؤ۔ یہ سب جنتی بارگاہ الہی سے نکل آئیں گے، خدام سواریاں لے آئیں گے یہ تمام جنتی اپنی اپنی اونٹنی یا خچر پر بیٹھ جائیں گے ہر ایک کی رکاب میں ستر ہزار غلام ہوں گے یہ غلام بھی اسی جیسی سواری پر سوار ہوں گے۔ راستہ میں سے جو چاہے گا اپنے علاقے اور محل کی طرف چلا جائے گا باقی سب اس کے ہم رکاب ہوں گے یہاں تک کہ اس کا قصر آجائے گا۔ قصر میں پہنچ کر جنتی اپنی بیوی کی طرف چلے گا وہ کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرے گی، خوش آمدید و مرحبا کہے گی اور کہے گی میرے محبوب آپ تو اپنے رب کے پاس حسن و جمال اور نور لیکر خوشبودار لباس اور حسین زیور کے ساتھ آئے، میں بھی آپ سے مدد بختی (آپ کے ساتھ تھی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ بلند آواز سے پکار کر کہے گا، اے اہل جنت! تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے اور تم کو اسی طرح تو بہ نعمتیں ملتی رہیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے ہر دروازے سے سلام علیکم کہیں گے یہاں صبر تم فینعم عقبی الدار کہتے ہوئے آئیں گے ان کے ساتھ ہدیے کے طور پر مطعومات، مشروبات، بلوسات اور زیورات ہونگے۔

حضور فرماتے تھے کہ جنت کے سو درجے ہوں گے ہر دو درجوں کے درمیان ایک سردار معین ہے جس کی بزرگی اور فضیلت کا سب اقرار کریں گے۔ جنت میں سفید کستوری اور زعفران کے پہاڑ ہیں، اہل جنت کی ڈکار سے کستوری کی اور پسینے سے مشک کی خوشبو آتی ہے وہ نہ محو کتے ہیں اور نہ انھیں بول و براز کی ضرورت پیش آتی ہے نہ ان

کی ناک بہتی ہے اور وہ بیمار ہوتے ہیں نہ ان کے سر میں درد ہوتا ہے۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ تمام اہل درجہ اور کم درجہ والے جنتی چاشت کے وقت کھانا کھاتے
 ہیں پھر دو گھنٹی آرام کرتے ہیں اور دو گھنٹی آپس میں ملاقاتیں کرتے ہیں۔ چار گھنٹی اپنے خالق کی تہجد بیان کرتے
 ہیں پھر دو گھنٹی آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ جنت میں رات اور دن بھی ہیں لیکن جنت کی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے
 ستر گنا زیادہ ہوگی۔ حضور فرماتے تھے کہ تحفہ و ہدایا دینے کے اعتبار سے ادنیٰ درجہ کا شخص بھی ایسا ہوگا کہ اگر اس کے
 پاس جن دالں مہمان ہوں تب بھی اس کے پاس اپنے مہمانوں کے لئے کرسیاں، فرش، تیکے اور بستر ہوں گے اور
 مہمانوں کو کھلانے کے لئے بھی کافی سامان خوراک ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بعض درختوں کے نیچے سونے کے بعض چاندی کے اور بعض یا قوت
 زبرد کے ہوں گے ان کی شاخیں بھی ایسی ہی ہوں گی اور ان کے پتے دنیوی زیوروں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے
 ان کے پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں ہوں گے، ہر درخت کی لمبائی پانچ سو سال اور موٹائی ستر سال
 کی مسافت کے بقدر ہوگی، دیکھنے والے کی نظر درخت کے آخری پتے اور پھل تک پہنچے گی۔ ہر درخت کے پھل ستر ہزار قسم
 ہوں گے اور کوئی پھل ہم رنگ نہیں ہوگا، جنتی کو جس قسم کے پھل کی خواہش ہوگی وہی پھل رکھنے والی شاخ پانچ سو پچاس یا
 اس سے کم مسافت کی راہ سے نیچے جھک آئے گی، اس پھل کا طالب اگر اس پھل کو ہاتھ سے توڑنا چاہے گا تو اس کو توڑے گا،
 اور اگر منہ میں لینا چاہے گا تو اپنا منہ کھول دیگا وہ پھل اس کے منہ میں آجائے گا۔ جب پھل کو توڑے گا فوراً اس کے عوض ایک
 دوسرا خوبصورت اور عمدہ پھل اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا، جب جنتی پھل توڑنے اور کھانے کی خواہش پوری کرے گا تو شاخ
 (اچک کر) پھر وہیں اوپر لوٹ جائے گی جہاں سے جھکی تھی، جنت میں بعض درخت مٹدار نہیں ہوں گے بلکہ ان میں صرف شگوفوں
 کے ظاف اور آستینیں ہوں گی جن میں حریر خوبصورت نفیس ریشم، ماریک ریشمی کپڑے ہوں گے اور بعض آستینوں میں مشک اور کافور
 ہونگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اہل جنت ہر جمعہ کو اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوں گے، نیز ارشاد فرمایا
 کہ اگر بہشت کا ایک تاج آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے تو اس کی تابانی سورج کی چمک دمک کو ماند کر دے گی۔

حضور فرماتے تھے کہ جنت میں بہت سے محل ہیں ہر محل میں چار نہریں رواں ہیں۔ ایک آب شیریں کی، دوسری
 دودھ کی، تیسری شراب (طہور) کی اور چوتھی شہدہ مصفا کی، اگر جنتی کسی نہر کا پانی پیئے گا تو آخر میں اس پانی سے مشک کی خوشبو
 آئے گی۔ جنتی ان چشموں کا پانی ملائے بغیر نہروں کا پانی پییں گے، ایک چشمہ کا نام زنجبیل ہے، دوسرے کا نام تینیم
 تیسرے کا کافور، چہترے کا فندہ سے صرف مقررین حضرات سیراب ہوں گے۔ رسول اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ صادر
 نہ فرما چکا ہوتا کہ اہل جنت شراب طہور کے پیالے پینے میں ایک دوسرے پر پیشقدمی کریں گے تو اہل جنت ان کاسوں کو کبھی اپنے
 منہ سے نہ ہٹاتے، حضور فرماتے تھے کہ اہل جنت ایک لاکھ سال یا اس سے بھی زیادہ دور کی مسافت سے باہم ملاقات
 کے لئے جائیں گے اور جب وہ ملاقات کے بعد اپنے اپنے محلات کو واپس جائیں گے تو وہ سیدھے اپنے اپنے ٹھکانوں
 پر (راہ بھٹکے اور بھولے بغیر) واپس آجائیں گے۔

میل ہے، ایک شہر سے دوسرا شہر مشرق و مغرب کے فاصلہ پر ہے ان کے محلوں سے سلبیل کے چستے شہروں کی طرف جاری ہیں اس درخت کا پتہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے سایہ میں پوری ایک امت آجائے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب جنتی مرد اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے آپ کی ملاقات کی عزت بخشی کہ جنت کی کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ جنتی بھی ایسا ہی جواب دے گا۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ جنت میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی تعریف بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے نہ ساری دنیا ان کا تصور کر سکتی ہے نہ کسی سننے والے کا دل ان کو سنا اور نہ مخلوق کی آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے دو شخصوں کو جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے جنت عدن تھے "عدن" کی جنت میں ایسے سرخ یا قوت کے منار برائے گا جس کا عرض ستر ہزار سال کی مسافت کے بقدر ہے، اس منار پر ستر ہزار کمرے ہوں گے اور ہر کمرہ ایک محل کی صورت میں ہوگا، محض اللہ کے لئے محبت کرنے والے اوپر سے تمام اہل جنت کو دیکھیں گے۔ ان اہل منار کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا "ہم لوجہ اللہ محبت کرنے والے ہیں" جہان میں سے کوئی اپنے محل سے اہل جنت کو دیکھے گا تو اس کے چہرے کے نور سے اہل بہشت کے محلات اس طرح معمور ہو جائیں گے جس طرح خورشید کے نور سے اہل زمین کے گھر بھر جاتے ہیں اس وقت ایک جنتی دوسرے جنتی سے کہے گا یہ روشنی ان چہروں کی ہے جنہوں نے محض اللہ کے لئے آپس میں دوستی کی ہے یہ کہتے ہی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح درخشاں اور فروزاں ہو جائے گا۔

حضورؐ فرماتے تھے کہ جنتی اپنے جتن میں جنت کے خادموں پر ایسی فضیلت برتری والا ہوگا جیسے ستاروں پر ماہ کامل کو فضیلت حاصل ہے، اپنے فرمایا کہ جب اہل جنت کھانے سے فارغ ہو جائیں گے تو جنت کی بیویاں کیف آفریں گے کے ساتھ گائیں گی اور کہیں گی "ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہم کو کبھی موت نہیں آئے گی، ہم امن و امان میں رہنے والی ہیں ہم کو کبھی خوف و امنگی نہیں ہوگا، ہم خوش و خرم رہنے والی ہیں ہم کو کبھی ناخوش نہیں ہوں گی، ہم ہمیشہ جوان رہنے والی ہیں ہم کو بڑھاپا لاحق نہ ہوگا ہم ہمیشہ لباس میں ملبوس رہنے والی ہیں ہم کو کبھی بھرپور نہیں ہوں گی، ہم نیک و حسین ترین عورتیں اور عزت والی قوم کی بیویاں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت کے ہر پرندے کے ستر ہزار بیویاں، ان کا ہر پرندہ سے جنت کے پرندے سے الگ الگ کاس ہے، ہر پرندہ کی جسامت طول و عرض میں ایک ایک میل ہوگی اگر جنتی ان پرندوں میں سے کسی کے کھانے کا خواست کرے گا تو اس پرندے کو ایک طرف میں لاکر رکھ دیا جائے گا اس وقت وہ اپنے پر پھڑپھڑاتا ہوگا جس سے ستر رنگ کے کھانے گرینگے، ان میں کچھ کچھ گوشت ہوگا اور کچھ پھل ہوگا، ہر گوشت کا رنگ الگ الگ ہوگا اس کا مزہ منہ کی مانند ہوگا، یہ گوشت منہ کے مزے کے ترچین سے زیادہ لذیذ اور مکھن سے زیادہ نرم و لطیف چھاچھ سے زیادہ سفید ہوں گے، جب جنتی کھانے سے فارغ ہو جائے گا، تو یہ پرندہ پھڑپھڑا کر اڑ جائے گا اور اس کا ایک پر بھی کم نہ ہونے پائے گا۔

لے جو بنی اسرائیل پر بیان تیر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا تھا یہ ایک قسم کا گوند تھا جو مزے میں ترچین سے زیادہ لذیذ تھا۔